رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈہ

علامۂ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم سے، للعہ،

ایضاً حصۂ دوم طبع اول ۱۵؎ معہ، للعہ،

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ۶؎،

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ؎،

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات و مسائل قیمت عہ؎

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور سے،

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ؎
(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ عہ؎،

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸؎،

سفرنامہ مصر و شام، مولنا کا سفرنامہ عہ؎،

موازنۂ انیس و دبیر میرانیس کی شاعری پر ریویو عہ؎

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عہ؎

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور انکے جوابات، عہ، عہ، ۱۲؎،

مکاتیب شبلی، مولنا سے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے جلد اول عہ؎

ایضاً، جلد دوم عہ؎

رسائل شبلی، مولنا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، قیمت عہ؎

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلیٰ مطبع نامی کانپور ۲؎،

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲؎،

مثنوی صبح امید، اردو ۴؎،

دیوان شبلی، فارسی عہ؎،

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۸؎،

تفسیر سورۂ قیامہ 〃 〃 ۴؎،

تفسیر سورۂ والشمس 〃 〃 ۴؎،

تفسیر سورۂ والکوثر 〃 〃 ۴؎،

تفسیر سورۂ والعصر 〃 〃 ۴؎،

الرای الصحیح فی من هو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰؎،

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵؎،

مجلد نہم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء	عدد سوم

مضامین

خلافت اور ہندوستان

از سید سلیمان ندوی

معارف کا وہ تاریخی سلسلۂ مضمون جسمین ہندوستان اور خلافت راشدہ، امویہ، عباسیہ اور عثمانیہ عہد خلافت کے ساتھ مذہبی روابط و تعلقات دکہائے گئے ہین، اور مورخین کے بیانات، سکون کے نقوش، عمارتون کے کتبات، شاہان تیموریہ کے مراسلات شعراء کے دواوین اور حکومت برطانیہ کی سرکاری تحریرون سے یہ دکھایا گیا ہو کہ سلاطین ہند اور خلفاے اسلام مین باہم کیا تعلقات تھے اور یہ تعلقات کسقدر ربیق اور مذہبی جذبات پر مبنی تھے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ۹۰ صفحہ قیمت ۸ر، مجلد ۱۲ر

شذرات

پروفیسر اڈورڈ براؤن سے زیادہ بڑا اور نامور مستشرق اسوقت کوئی انگلستان مین نہین، پروفیسر موصوف عام مستشرقین کی طرح صرف پیشہ کے طور پر اورینٹلسٹ نہین ہین بلکہ حقیقت مین انکو مشرق، مشرقیات اور اسلامی علوم سے عموماً اور ایران سے خصوصاً ایک شغف ہی ایک عشق ہے، انھون نے نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ اپنے رتبہ سے نیچے اُتر کر سیاسی حیثیت سے بھی مشرق اور ایران کی گرانبہا خدمتین انجام دی ہین،

فروری ۱۹۲۲ء مین انکی زندگی کا ساٹھوان سال بخیر و خوبی ختم ہوا، اس ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر اُنکے شاگردون، مداحون، اور قدردانون نے اُنکو مبارکبادین بھیجین اور تہنیت نامے پیش کئے، اسلامک سوسائٹی کیمبرج نے عربی مین اور اعیان ایران نے فارسی مین مختصر ایڈریس اُنکے سامنے پیش کئے یہ ایڈریس مارچ کے اوائل مین لندن سے ہمارے پاس اسوقت پہنچے، جب رسالہ کے تمام مضامین مرتب ہو چکے تھے، تاہم ہم اس ربط و خلوص کی ممنونیت کے اظہار کیلئے جو موصوف کو شبلی اکاڈیمی کے ساتھ ہے، ان عربی اور فارسی ایڈرسون کے بعینہ چربے "آثار علمیہ ادبیہ" کے تحت مین درج کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اُنکی زندگی مین یہ سالگرہ کے مواقع سینکڑون دفعہ پیش آئین۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے شاہزادہ ولیعہد بہادر کے ورود کے موقع پر آنریری ڈگریون کی جس فیاضانہ تقسیم کا اعلان فرمایا تہا، اسکا ذکر معارف کے جنوری نمبر مین آچکا ہے، کسقدر حسرت و یاس کا مقام ہے کہ دنیا کی دوسری تمناؤن کی طرح یہ تمنا بھی پوری نہوسکی، نہ شہزادہ صاحب نے قدم رنجہ فرمایا، نہ اکابر قوم کو حضوری کی قابل رشک سعادت حاصل ہوسکی، اور نہ آنریری ڈگریون کی فیاضانہ تقسیم ہوسکی، جو دنیا کی تاریخ مین یادگار رہ جاتی، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ - ہم بزرگان ملت کی خدمت مین اپنی دلی ہمدردی و تعزیت کا تحفہ بہ صد ادب پیش کرتے ہین، لیکن معلوم ہوا کہ مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد، غالب کے فلسفہ،

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر!

کے پورے رازشناس تھے، "راوی معتبر" کا بیان ہے کہ ٹہیک اسی تاریخ کو جبکہ علی گڈھ یونیورسٹی کورٹ کی یہ دلچسپ مجلس ہونے والی تھی، ان حضرات نے علی گڈھ و لکھنؤ کے وسط مین ایک مشہور اسلامی ریاست مین ایک دوسری بزم سرور ترتیب دی، اور علی گڈہ کا غم غلط کرنے کے لئے ایک شبانہ روز مخموری و سرخوشی مین بسر فرمایا!

پروفیسر جان آڈمس، اسوقت انگلستان کے ایک ممتاز ماہر فن تعلیم ہین، اس فن پر انکی متعدد تصانیف ہین اور ان کا ہر ارشاد تعلیمی حلقون ہین ایک خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہی حال ہین آپ نے معلمین و اساتذہ کی ایک کانفرنس کے سامنے بیان فرمایا کہ

"ایک چہل سالہ بالغ مرد کی بہ نسبت ایک چاردہ سالہ نابالغ لڑکے مین عقل و فہم بہت زیادہ ہوتی ہے"

اس پر بعض اخبارات و رسائل مین ایک غل مچ گیا ہے، اور پروفیسر موصوف سے ہر طرف سے دلیل و ثبوت کا مطالبہ ہورہا ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس اسکا ثبوت صرف ان کا

ذاتی تجربہ ہو. اگر ایسا ہے تو اُنھون نے اپنی "آپ بیتی" کو کلیہ کی صورت قرار دینے مین یقیناً عجلت فرمائی -

---

لندن کا روزنامہ "ڈیلی میل" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ کولین نامی ایک بڑا قصاب، جو اکثر اپنے چہار سالہ بچہ کو سینیما (متحرک تصاویر) کا تماشہ دکھانے اپنے ہمراہ لیجایا کرتا تھا، ایک روز اپنے بچہ کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ دفعتہً اس بچہ نے چھرا اُٹھا کر باپ کے سینہ مین یہ کہکر بھونک دیا کہ تماشا مین ایسا ہی تھا زخم پھیپھڑے مین لگا اور اتنا کاری تھا کہ اسپتال پہنچتے پہنچتے رُوح مفارقت کرگئی. ہندوستان مین جو اصحاب سینیما کے دلدادہ ہوتے جاتے ہین، بہتر ہوگا کہ کبھی کبھی اس قسم کی خبرین بھی سن لیا کرین برکاتِ سینیما کی یہ کوئی اتفاقی مثال نہین، اس طرح کے اور اس سے ہلکے جرائم اسکے اثر سے بار بار رونما ہوچکے ہین، ہولناک مناظر اور دہشت انگیز تماشون کو دیکھکر قوت تخیلہ کا (اور خصوصاً کم عمر لڑکون کی) متاثر ہونا لازمی ہے -

---

مسز ہیڈلبری نے جنوری کے رسالہ نائینٹینتھ سنچری مین ایک مضمون "موروثی مرض آتشک کی لعنت" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، جو اس حقیقت کی ایک تازہ شہادت ہے، کہ اہل مغرب کو اپنی عیش پرستیون کا اپنے حق مین وبال جان ہونا اب خود محسوس ہونے لگا ہے، مرض آتشک کے حدود اسقدر وسیع ہوگئے ہین کہ بقول خاتون موصوفہ بریڈفرڈ (ضلع یارک شائر) کے شفاخانہ اطفال مین اس سال جتنے بچے داخل ہوئے ہین، ان مین ہر تین مین ایک بچہ موروثی مرض آتشک کا شکار پایا گیا! اور جو مدارس نابینا بچون کی تعلیم کے لئے ہین، اُنکی پوری ۵۰ فی صدی آبادی کے عدم بصارت کا باعث ان کے والدین کا مریض آتشک ہونا پایا جاتا ہے! اس طرح کی خانہ بربادی شراب کے ہاتھون بھی ہورہی ہے، ہزارہا خاندانون کو شراب نے ہمیشہ کے لئے مفلس و فاقہ مست بنا دیا ہے،

اور رہزا ہا گھرانون مین جنون، دیوانگی، اور امراض عصبی ودماغی کو پائدار بنا دیا ہے،

خاتون موصوفہ بعض دردناک تفصیلات واعداد درج کرنے کے بعد اُسکا علاج یہ تجویز فرماتی ہین کہ شراب کی فروخت کو قانوناً بہت محدود کر دیا جائے، اور شادی سے قبل زوجین سے اسکا علف لے لیا جائے کہ وہ مرض آتشک سے پاک ہین، اور اگر کوئی جھوٹا حلف اُٹھا لے تو اُسے سخت سزا دیجائے، ملک سویڈن مین اس قسم کا قانون عرصہ سے جاری ہے، اور بحالت اثبات جرم مجرم کو چھ ماہ قید سخت کی سزا ملتی ہے، ڈنمارک اور جدید سلطنت زیکوسلوویکیا مین بھی غالباً اس قسم کے قوانین زیرغور ہین، لیکن یورپ کی بڑی سلطنتین ابھی اس باب مین خاموش ہین، خاتون موصوفہ چاہتی ہین کہ "دول عظمیٰ" جلد اس خطرہ کی جانب توجہ کرین، اور کم از کم برطانیہ تو فوراً امتناعی وتعزیری قوانین نافذ کردے۔

یورپ کا دماغ اپنی فطری سطح بینی کے لحاظ سے مجبور ہے کہ امراض کے دفعیہ کے لئے محض سلب علامات کو کافی سمجھ لے، لیکن ظاہر ہے کہ کسی مرض کا استیصال ممکن ہی نہین، تاوقتیکہ اُسکے اصلی علل اسباب کو نہ دُور کیا جائے، اسلام نے نہایت عکیمانہ دُوراندیشی اور انسان کی صحیح فطرت شناسی کے ساتھ امراض زہری کو مستقلاً کوئی اہمیت نہین دی، بلکہ سرے سے اس شئی کی بیخکنی کردی جو امراض خبیثہ کا باعث وسبب بن سکتی ہے، یعنی ناجائز تعلق زناشوئی، اور اس غرض کے حصول کیلئے فطرت بشری کی کمزوریون پر نظر کر کے مرد وزن دونون کے لئے متعدد سہولتین بہم پہنچادین، مثلاً تعدد ازدواج کو جائز کردیا، طلاق کی اجازت دیدی، شرائط نکاح کو نہایت آسان رکھا، قس علیٰ ہذا۔ ساتھ ہی دوسری طرف زناکاری کو معصیت کبیرہ قرار دیکر اُسکی سزا اتنی سخت رکھی کہ قانون اسلامی کے نفاذ کی صورت مین مشکل ہی سے کسی کو ارتکاب جرم کی ہمت پڑسکتی ہے، ارشاد ہوتا ہے ؛-

الزّانیۃُ والزانی فاجلدوا کُلَّ واحدٍ منھما	زناکار عورت و مرد دونون مین سے ہر ایک کو سو سو دُرّے
مائۃ جلدۃٍ ولا تاخذکم بھما رأفۃٌ	مارو، اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو خدا کے
فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم	حکم کی تعمیل مین ان پر کسی طرح کا ترس نہ کھانا، اور انکی اس
الآخر ولیشھد عذابھما طائفۃٌ من	تعزیر کے وقت چاہئیے کہ مسلمانون کا ایک گروہ (انکی رسوائی و فضیحت
المومنین (نور۔ رکوع ۱)	کے لئے بھی) موجود رہے۔

آپ آگ کے دُھوئین سے باربار پریشان ہو رہے ہین، لیکن یہ نہین دیکھتے کہ گیلی لکڑیان بھی تو خود آپ ہی نے سُلگا رکھی ہین، اگر بغیر اس آگ کو بجھائے ہوئے آپ دھوئین کو بند کردینا چاہتے ہین تو آپکا دماغ قطعاً اس قابل ہے کہ اُسکے ساتھ ہمدردی کیجائے۔

انگلستان مین ازدواجی زندگی کی مسرتین اسقدر عنقا ہوگئی ہین کہ اگر اتفاق سے کسی کو یہ نعمت میسر ہوجاتی ہے تو ہزارہا قلوب جذبۂ رشک سے معمور ہوجاتے ہین، چند روز ہوئے لندن مین ایک صاحب، مسٹر گلیبز بر نے وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ مین اپنی رفیق زندگی کے متعلق لکھا کہ "وہ کامل رفیقہ ثابت ہوئین، اور اُن کے کسی قول یا فعل سے مجھے تمام عمر تکلیف نہین پہنچی"۔ اس وصیت نامہ کا شایع ہونا تھا کہ بیوہ مسز گلیبز بر کے نام بیشمار خطوط تہنیت موصول ہونے لگے، چنانچہ صرف ایک ہفتہ مین ۲۷۳ خطوط آئے! ان مین سے صدہا خطوط خواستگاران ازدواج کے تھے جنھون نے اپنے اپنے فوٹو بھیجکر اس بیوہ خاتون کو پیام نکاح دیا، یہ ہے اس نظام تمدن کی برکت جسکے پرستارون کے نزدیک اسلامی مسائل طلاق و نکاح اور مشرقی عفت و شوہر پرستی، دورِ تاریکی و جہالت کی یادگارین ہین۔

صوبۂ متحدہ کی قانونی کونسل کے پچھلے اجلاس مین ایک ہندو ممبر صاحب کی جانب سے

تجویز یہ پیش ہوئی کہ صوبہ مین ایک کالج ایسا قائم کیا جائے جسمین علوم و فنون کی تعلیم انٹر میڈیٹ اور اعلیٰ نصاب کی صوبہ کی زبان مین دیجائے، اور رفتہ رفتہ اس کالج کو امتحانی یونیورسٹی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے، گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی سرگرم مخالفت ہوئی، صیغۂ تعلیمات کے وزیر، سکریٹری، ڈائرکٹر، ان سب صاحبون نے مخالفانہ تقریرین کین، جنمین دلائل کی قوت سے الفاظ کا جوش زاید تہا، دوران بحث مین ایک اور ہندو ممبر صاحب نے ترمیم پیش کی کہ تحریک مین بجای کالج کے ہائی اسکول کا لفظ رکھدیا جائے، اور سر دست اس کوشش کو اسکولی تعلیم تک محدود رکھا جائے گورنمنٹ نے اسکی بھی مخالفت کی، لیکن کثرت رائے سے بالآخر یہ ترمیم شدہ تحریک منظور ہوگئی، سرکاری نظام تعلیم مین اس "بدعت" کے داخل ہو جانے سے وفا کیشان قدیم کو جو صدمہ و ملال ہوا ہوگا، اسکا اندازہ ہم کرسکتے ہین،

لیکن سچ یہ ہے کہ جس پارٹی کو اس معرکہ مین فتح ہوئی ہے، اُسے بھی اپنی کامیابی پر زیادہ نازان ہونے کی وجہ نہین، اسلئے کہ اول تو تحریک کالج سے متعلق تھی اور منظوری صرف ہائی اسکول کی مل سکی، دوسرے یہ کہ دلائل کی قوت، خیر سے کچھ اِدہر بھی بہت زاید نہ تھی "عثمانیہ یونیورسٹی" اور "سررشتۂ تالیف وترجمہ" یہ الفاظ ہر مقرر کی زبان پر تھے، بار بار، ہمین کا حوالہ دیا جاتا تہا، یہانتک کہ خود گورنمنٹ بھی ان سے مرعوب ہوگئی، جیساکہ وزیر تعلیمات کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے، پس اگر صوبۂ متحدہ مین آج سرکاری مدارس کی زبان تعلیم، ملکی زبان ہو رہی ہے، اور کل انشاءاللہ اُسکے اثرات کالج اور یونیورسٹی تک پہیلا چاہتے ہین تو اسکی داد کی مستحق ایک بڑی حد تک دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی ہی ہے جسکی شعاعِ فیض نے سرکار انگریزی کے علاقون کو بھی منور کرنا شروع کردیا ہے، دنیا کے ہر نیک و بد فعل کا یہی حال ہے کہ اسکا اثر قیامت تک پہیلتا رہتا ہے، اور اُسکے فاعلِ اول کے نامۂ اعمال کو

سفید یا سیاہ کرتا رہتا ہے، انہین مواقع کے لئے کہا گیا ہے،

نیکوان رفتند و سنتہا بماند — وز لئیمان ظلم و لعنتہا بماند

رگ رگ ست این آب شیرین و آب شور — در خلایق می رود تا نفخ صور

نیکوان را ہست میراث از خوشاب — آنچہ میراث ست اورثنا الکتاب

اتبک حکمران طبقہ کا یہ خیال تہا کہ ملکی زبانون مین اسکی صلاحیت ہی نہین کہ تعلیم علوم وفنون کا آلہ بن سکین، چنانچہ اگر آج سے کچھ پیشتر کونسل مین یہ مسئلہ چھڑا ہوتا تو یقیناً یہی جواب ملا ہوتا لیکن الحمد اللہ کہ اس موقع پر گورنمنٹ کی جانب سے یہ کہنے کی جرأت کسی کو نہین ہوئی، گورنمنٹ کی جانب سے تجویز کی مخالفت مین جو دلائل پیش کئے گئے تشفی بخش تو ان مین سے کوئی بھی نہ تھی تاہم بعض ایسے تھے جو اصل موضوع سے بالکل غیر متعلق تھے، مثلاً صیغہ تعلیمات کے سکریٹری صاحب کا یہ فرمانا کہ ہندوستان بھر کے تعلیم یافتہ گروہون مین رشتۂ اتحاد پیدا کرنے والی انگریزی زبان ہے، یا یہ کہ سلطنت برطانوی کے دوسرے حصون کی جن سے ہندوستان کو ہر وقت سابقہ رکھنا ہے، زبان انگریزی ہے، یہ دلائل اسوقت البتہ کچھ قوت رکھہ سکتے تھے، جب انگریزی زبان کو مٹا کر ملکی زبان مین تعلیم دینے کا مطالبہ ہوتا، حالانکہ اسوقت خواہش صرف اتنی ہے کہ انگریزی کے پہلو بہ پہلو ملکی زبانون مین بھی تعلیم ہوتی رہے، اور بعض دلائل ایسے تھے جو سرتاسر ناواقفیت یا غلط فہمی پر مبنی تھے، مثلاً یہ کہنا کہ "اردو اور ہندی ان دونون مین سے کون سی ملکی زبان قرار دیجائے، دو مین سے کوئی ایک جو بھی رکھی جائیگی دوسرا فریق اسکی سخت مخالفت کریگا اور ایک ہنگامۂ فساد گرم ہو جائیگا"

گورنمنٹ اور بعض برادران وطن کی یہ اصولی غلطی مدت سے چلی آرہی ہے کہ وہ صوبہ کی دو زبانین

ایک دوسرے سے مختلف قرار دیتے ہین، مشترک زبان صرف ایک ہے جسے ہندوستانی سے موسوم کرسکتے ہین، اسکی بیسیون شاخین اور صورتین ہین، ہر ضلع کی بولی دوسرے ضلع سے مختلف ہے، ہر طبقہ کی زبان دوسرے طبقہ کی زبان سے متاثر ہے، دہقانیون کی زبان شہریون سے، شہریون کی زبان عوام سے، پڑھے لکھون کی زبان ان پڑھون سے، عالمون کی زبان غیر عالمون سے، دکاندارون اور مہاجنون کی زبان شاعرون اور ادیبون سے، یقیناً ممتاز ہے، لیکن کیا کوئی منصف مزاج شخص ان امتیازات کو مستقل مختلف زبانین قرار دیسکتا ہے؟ چاسر کی انگریزی شکسپیر کی زبان سے اور شکسپیر کی زبان کو موجودہ انگریزی سے کیا مناسبت ہے؟ با این ہمہ ایک عام اصطلاح "انگریزی" کا اطلاق سب پر ہوتا ہے، قرآن پاک کی زبان سے موجودہ عربی مین آسمان و زمین کا فرق ہوگیا ہے، تاہم عربی وہ بھی تھی اور عربی یہ بھی ہے، سعدی و حافظ کی پاکیزہ زبان کو ایران کی موجودہ بدمذاقی نے غارت کر رکھا ہے، پھر بھی یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فارسی تھی اور یہ کوئی جدید زبان ہے؟

انگلستان مین سنجیدہ تحریرون کی زبان اور ہے، روزمرہ اور ہے، پھر مختلف اضلاع کی بولیان بھی بسا اوقات ضلع کے باہر ناقابل فہم ہوجاتی ہین، تاہم ہر شخص ان سب بولیون کو زبان انگریزی ہی کی مختلف صورتین سمجھتا ہے اسر والٹر ہیبرن نے جو مع اپنی لیڈی کے تیس سال سے انگلستان سے باہر مختلف قنصل خانون مین تھے، حال مین جب لندن کو مراجعت کی، تو انھون نے اور انکی لیڈی صاحبہ دونون نے ایک اسکول مین تقسیم انعام کے بھرے جلسہ مین بیان کیا کہ اتنے عرصہ مین یہان کی زبان بالکل بدل گئی ہے، ہم لوگون کو بازار مین بات چیت کرنے اور ٹیلیفون پر گفتگو کرنے مین سخت دقت ہوتی ہے، "زبان کا یہ بگاڑ نتیجہ ہے غیر قومون سے زیادہ اختلاط کا" کیا اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اب انگلستان مین انگریزی کے بجائے کوئی جدید زبان رائج ہوگئی ہے؟ مشہور فارسی رسالہ کاوہ

لکھتا ہے کہ جس مفہوم کو صحیح و سلیس فارسی مین یون ادا کیا جا سکتا ہے کہ

"این عبارت براے بیان اوضاعِ حالیہ و اتفاقاتے کہ رخ دادہ و مید ہد، وافی نیست"

اسی کو آج کے ایرانی اخبارات عموماً یون لکھتے ہین:-

"این فراز براے افادۂ وضعیاتِ کوران سیاست روزمرہ کہ عرض اندام کردہ مبہمیت نامحدودے را دربردارد"

کیا اس نامفہوم عبارت کو کلیتہً فارسی کی قلمرو سے خارج کردینا جائز ہوگا؟

غرض صلاً و منقلاً تو صوبہ کی زبان صرف ایک ہے، البتہ امتداد زمانہ نے اسکی دو خاص شکلین یا شاخین پیدا کردی ہین، ایک تو وہ ہے جو خارجی اثرات سے تقریباً غیر متاثر رہی اور ابتک ایک بڑی حد تک اپنی قدیم خالص و بے آمیز حالت مین ہے، اس نے اگر خارجی اثر کچھ قبول کیا ہے تو سنسکرت کا۔ اس شاخ کو عرف عام مین ہندی سے موسوم کرتے ہین، دوسری شاخ وہ ہے جو سنسکرت، عربی، فارسی، یونانی، ترکی، انگریزی اثرات سے دل کھول کر شیر و شکر ہوئی اور تمام بیرونی اثرات کو آزادی و بے تکلفی سے قبول کیا، اسکا نام اردو پڑگیا، اردو کی موجودہ ترکیب مین چونکہ متعدد مختلف زبانون کے عناصر شامل ہین، اور ہر زبان کسی نہ کسی خاص تمدن کی مظہر و ترجمان ہوتی ہے، اسلئے قدرۃً اردو بمقابلہ اپنے حریف کے زیادہ متمدن، ارفع، اور اداے خیالات و مطالب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے، تاہم اگر کسی شخص یا جماعت کو ہندی ہی کے ذریعہ سے تحصیل علم مین زیادہ سہولت نظر آتی ہے تو وہ بلا تکلف ہندی اختیار کرسکتا ہے، کسی صوبہ مین دو زبانون کا ہونا اسکی متحدہ قومیت کے بالکل منافی نہین، معارف کے کسی پچھلے نمبر مین دکھایا جاچکا ہے کہ سوئٹزرلینڈ مین ملکی کاروائیان ایک ہی وقت مین دو بلکہ تین زبانون مین ہوتی ہین،

ناظرین معارف اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ سنین گے کہ ایم ۔ مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کے خطوط جو ان کے مختلف احباب کے نام ہین یکجا کرکے شایع کئے جا رہے ہین، مرحوم ایک خاص رنگِ انشا کے مالک تھے، اُن کے مکاتیب بیحد دلچسپ ہوتے تھے، ان کا مجموعہ اردو مین اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہوگا، جن اصحاب کے پاس اُن کے کچھ خطوط ہون وہ اُنکی نقل یا اصل براہِ کرم اس پتہ پر جلد ارسال فرمائین :- سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی، افسر محکمۂ آوٹ، باتار ملاظریف رامپور اسٹیٹ،

دار المصنفین کی مجلس کارکن نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدۂ ماہ فروری مین مہدی مرحوم کی تعزیت کی تجویز منظور کی، انکے لئے دعاے مغفرت کی، اور اُنکی جگہ پر مجلس انتظامیہ کی رکنیت پر ڈاکٹر سید محمود، پی، ایچ، ڈی (بانکی پور) کو منتخب کیا،

ہم نے گذشتہ نمبر مین ناظرین سے معارف کے کچھ حقوق و فرائض کا مطالبہ کیا تھا ہم شکور ہین کہ ہمارے دوستون نے ادہر توجہ کی، اور قدردانون کی ایک معقول تعداد کا اُنھون نے اضافہ کیا، لیکن ابھی ہمکو اپنے سیکڑون دوسرے احباب کو ان کا فرض یاد دلانا ہے، ہندوستان کے علمی رسائل کی بلندی کے آپ متمنی ہین مگر آپ اگر اُسقدر فرض انجام نہین دیسکتے جسقدر یورپ کے قدردان انجام دیتے ہین، تو کم از کم ہندوستان کو مصر سے کمتر تو نہونا چاہیئے، جہان شاید ہی کسی رسالہ کی قیمت ایک پونڈ (پندرہ روپیہ) سے کم ہے، تاہم ہر ایک کی خریداری کا نمبر ہزارون سے زیادہ ہے اور خود ہندوستان مین انگریزی، گجراتی، مرہٹی، بنگالی اور ہندی کا بھی یہی حال ہے -

---

مقالات

خلافتِ عثمانیہ
اور
دنیای اسلام

(۴)

اسلامی ملکون اور قومون کے لئے دشمن یورپ نے تیسری کمین گاہ بحر اسود (بلیک سی) اور بحر قزوین (کیسپین سی) کے کنارون پر تیار کی تھی، یہ دشمن روس تہا جو یورپ مین قازان، استراخان، اوکرین اور کریمیا کو چیرتا ہوا بحر اسود اور مارمرہ کی راہ سے بحر متوسط (میڈیٹرینین) مین گھسنا چاہتا تہا، جہان سے وہ ارض مقدس تک اپنی فوجون کو پہنچا سکے، اور ایشیاے وسطیٰ مین تاتاری اور ترکمانی ریاستون کو زیروزبر کرکے وہ ایران وافغانستان کے قلب مین چلا آنا چاہتا تہا،

اسوقت دشت قفچاق وتاترستان مین جسکو اب یورپین روس کہتے ہین، بلغار، قازان، سائبیریا، استراخان، یا حاجی طرخان، اوکرین اور کریمیا کی اسلامی ریاستین باقی نہین، اور ترکستان وتوران کی مردم خیز اسلامی سلطنتین کاشغر، بخارا، فرغانہ، خیوا (خوارزم) داغستان، آذربائجان، جرجستان، ارمنستان وغیرہ مین منقسم ہوکر ٹکڑے ہوگئی تہین،

اندلس کے بعد سرزمین یورپ مین دوسری سب سے پہلی اسلامی سلطنت بلغار تھی، اسکو موجودہ بلغاریا (بلگیریا) نہ سمجھئے جو نہر ڈینیوب کے پاس اب بلقان کی ایک ریاست ہے، بلکہ یہ یورپین روس مین کوہ اورال اور نہر وانگا کے درمیان تھی، اور کسی زمانہ مین اسکی وسعت پورے یورپین روس کو محیط تھی،

اسکے مشرق مین کوہستان اورال اور نہر جایق تھی، جسکو اب دریاے اورال کہتے ہین، اور مغرب مین نہر دفا اور دریای والگا کا سنگم تہا، اور جنوب مین سراطا اور نہر اوطاموف کے صوبے تھے، اور شمال مین بحر منجمد (Arctic ocean) تہا جسکے بعد سویڈن اور ارخنجیل واقع ہے، بلغار کے بادشاہ نے خود بخود اپنی فطری ہدایت سے اسلام قبول کیا، اسوقت بغداد کے تخت پر خلیفہ مقتدر باللہ سند آرا تہا، شاہ بلغار نے خلیفہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے، اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور دار الخلافہ سے علما، اور اہل علم وہنر کی ایک جماعت طلب کی، چنانچہ خلیفہ نے ایک علم ولوا، اور چند علما، اور اہل صنعت کو بلغار بھیجا، اس وفد مین احمد بن فضلان ایک اہل قلم تہا، اس نے اپنا پورا سفرنامہ لکھا تہا، جسکے کچھ اجزا، اب بھی ملتے ہین اور نہایت دلچسپ ہین، یہ وفد ۳۱۰ھ مین بغداد سے روانہ ہوا، شاہ بلغار کے مسلمان ہونے سے دربار کے تمام اکابر اور اکثر رعایا بھی مسلمان ہوگئی، اسوقت سے لیکر ۸۳۵ھ تک کسی نہ کسی صورت مین اس سلطنت کا نام ونشان ملتا ہے، اسکے بعد روسیون کا دل بادل جب اٹھا، تو پوری سلطنت کو بہالے گیا، شہر بلغار جو اس مملکت کا پایہ تخت تہا اس سرزمین مین تمدن اسلام کا زیارتگاہ اور مقبرہ ہے[1]،

یہ پہلی تاتاری یا تورانی اسلامی سلطنت تھی جو وحشی روسیون کے ہاتھہ سے ۸۳۹ھ مطابق ۱۴۳۶ء مین برباد ہوئی۔ یہ خلافت عثمانیہ سے ۸۰ برس پیشتر کا واقعہ ہے، اسکے بعد ان اطراف کی دوسری اسلامی ریاستون کی باری آئی، اور آہستہ آہستہ روس نے تمام دشت قفچاق، تتارستان، ترکستان اور توران وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اسوقت مسلمانون کی متعدد اسلامی سلطنتین دنیا مین موجود ہین، مگر کس نے ان حملہ آور روسیون کے سامنے اپنا سینہ سپر کیا، یہ صرف ٹرکی تھی جس نے ۱۵۶۹ء سے لیکر ۱۹۱۷ء تک پونے چار سو صدیان اسطرح بسر کین کہ روس کی طرف سے ایک دن کے لئے اسکی آنکھہ نہ جھپکی، اور اسکے

---

[1] اس اسلامی قوم اور سلطنت کے حالات سے عام مسلمان بہت کم واقف ہین، اور یہ گویا تاریخ اسلام کا ایک کھویا ہوا صفحہ ہے، عنقریب اسکے حالات معارف کے ذریعہ سے آپکے سامنے ہونگے،

سپاہیون نے بحر اسود اور بحیرۂ قزوین کے سواحل پر ایک رات بھی استراحت کی نیند سو کر نہ کاٹی۔

حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "بار آلہا! میری امت کو دشمنون سے نہ ہلاک کرنا"، یہ دعا قبول ہوئی، "اور حکم ہوا کہ اُسکی تباہی خود اُسی کے ہاتھون سے اور باہمی خانہ جنگیون سے ہوگی" ہندوستان ہو کہ اسپین، ایران ہو کہ توران، روم ہو کہ عرب، ہر ملک کی اسلامی تاریخ اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حرف بحرف یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ہو رہی ہے، روس ایک معمولی وحشی قبیلہ تھا جو ایک خاص مقام پر رہتا تھا، مذہبًا عیسائی تھا، دو سو برس تک اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرکشون اور گردن فرازون نے استرا خان کے خانون کے سامنے سجدہ کے لئے سر جھکائے، مگر جب بدبختی کا زمانہ آیا تاتاری خان اور امراء و شاہزادے باہم لڑنے بھڑنے لگے، اور ایک نے دوسرے کے مقابلہ مین روس کی وحشی طاقت کی اعانت حاصل کی، روس جب ایک خان پر حملہ کرتا تو اُسکا رقیب خان اُسکے ساتھ مل کر اپنی تباہی کا آپ سامان کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بادیگرے سب نے اپنی آزادی روسیون کے ہاتھ فروخت کر ڈالی،

اسوقت ان اطراف مین مسلمانون کی تین حکومتین تھین، کریمیا، استراخان، اور نوغائی، کریمیا مین دولت گرامی خان، استراخان مین یمقورچی خان، اور نوغائی پر مرزا یوسف حکمران تھے، مگر ان مین سے ایک کا دوسرے سے میل نہ تھا،

ان مین سے کریمیا سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا، اور اُسکا تعلق بھی ترکون سے پرانا تھا، کریمیا کا ایک مشہور بندرگاہ جسکا نام کافا تھا وہ جنوآ کی جمہوریہ کے ماتحت تھا، معلوم ہو چکا ہے کہ جنوآ اور دولت عثمانیہ سے سلسلۂ جنگ برابر جاری تھا، کریمیا کے براہ راست تعلق کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ ۱۴۷۵ء مین عثمانیون نے کافا پر حملہ کیا اور کریمیا کے ساحل کو اپنے قبضہ مین کر لیا، اسکے بعد کریمیا کے خان سلاطین عثمانیہ کے زیر اقتدار آ گئے گو باقاعدہ اُن کے ماتحت نہ تھے،

شاید روسیون کو ترکون کا یہ احسان یاد نہو کہ کریمیا کے خان ہمیشہ روسی قبیلہ پر حملے کیا کرتے تھے،

اس اقتدار کے بعد روسیون نے سلطان سلیم فاتح مصر (۱۵۱۲ء ـ ۱۵۱۹ء) کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا، اور درخواست کی کہ خوانین کریمیا کو اشارہ ہو کہ وہ آیندہ روس پر حملہ نکرین، چنانچہ سلطان نے انکی اس التجا کو پذیرا کیا، اور محمد کرائی خان والی کریمیا کو ہدایت کی کہ روس سے تعرض نہ کرے، سلطان سلیم کی وفات (۱۵۱۹ء) کے بعد خان نے پھر اپنے حملے روس پر شروع کر دیئے، روس نے سلطان سلیمان کے دربار مین پھر اپنے سفیر بھیجے، اور درخواست کی کہ خان کو منع کر دیا جائے کہ وہ ان کاروائیون سے باز رہے، سلطان نے انکی یہ درخواست پھر قبول کی، خان نے یہ دیکھکر کہ سلطان کو روسیون کے ارادے اور ان اطراف کے اسلامی ممالک مین جو کچھ اس سے خطرے ہین اُن سے واقفیت نہین ہے، اس بنا پر اُس نے ایک سفیر بھیجکر سلطان کو تمام معاملات سے آگاہ کیا، لیکن ایک روسی سلمان مورخ لکھتا ہو کہ روس نے دربار سلطانی کے مشیرون کو بہت سی رشوتین دین جنھون نے خان کی تحریر کی تصدیق نہین کی اور اسلئے یہ سفیر ناکام واپس آیا۔[1]

لیکن سلطان سلیمان سے اصل حقیقت کچھ زیادہ دنون تک مخفی نہین رہی، روس کی اسلامی سلطنتین، سلطان سلیمان کی کسی حیثیت سے ماتحت نہ تھین، جو تعلق تہا وہ صرف ایک تہا کہ وہ اُسکو خادم الحرمین اور حامئی دین مبین جانتی تھین، اسلئے وہ اُنکی معنوی اطاعت اپنا فرض سمجھتی تھین استراخان، کریمیا اور نوغائی کے درمیان مین تہا اسلئے وہ اپنے ان دونون رقیبون سے خوفزدہ رہتا تہا، اس بنا پر اُس نے چاہا کہ ان دونون کے خلاف روس سے سازباز کرے اور روس سے اطاعت کا معاہدہ کر لے، یہ سب ہو رہا تہا کہ سلطان سلیمان اعظم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اس نے خان استراخان کو ایک فرمان بھیجکر اس سے باز رکہا،[2] اور اسی کے ساتھ دولت کرائے خان کریمیا اور مرزا یوسف نوغائی کو باہم

---

[1] بتفصیل بالا تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۸۶ و ۸۷ مین ہے، [2] تلفیق الاخبار تی تاریخ قازان و البلغار جلد ثانی صفحہ ۹ مطبوعۂ اورنبرگ،

الفت و محبت اور اعانت و معاونت کی تاکید کے خطوط لکھے، اسکا یہ اثر ہوا کہ ان تینون نے مل کر روس کے مقابلہ کا ارادہ کیا، اور روسی سفیر کو استراخان مین قید کر دیا، روس کو یہ بہانہ حملہ کے لئے کافی تھا، بدبختی سے اسوقت ایوان روس مین ایک نوغائی سردار مرزا اسمٰعیل موجود تھا، اس نے شاہ روس کو اس حملہ کے لئے اور زیادہ آمادہ کر دیا، اور اسکو یہ بتایا کہ استراخان کا اصلی وارث درویش خان ہے، مشہور یہ ہے کہ مرزا اسماعیل خود روسی فوجون کو لیکر آیا، استراخان کا پایہ تخت سرائے اسوقت بالکل خالی تھا خود خان دوسری جگہ تھا، روسیون نے نہایت بیدردی سے استراخانیون کو تہ تیغ کیا، اور پایہ تخت پر قبضہ کر کے معاہدۂ اطاعت اور ادائے خراج کے وعدہ کے ساتھ درویش خان کو تخت نشین کیا، یمقورچی خان اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ملک سے نکل گیا،

درویش خان نے تخت نشین ہوکر، خان کریمیا سے روابط بڑہا کر اتحاد پیدا کیا، بلکہ اپنے بعد خان کریمیا ہی کے لڑکے کو اپنا ولیعہد بنایا، روسی اس اتحاد کے دشمن تھے، چنانچہ ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء مین درویش خان پر حملہ کر کے استراخان پر قبضہ کر لیا، اور شہر سرائے کو جو ان اطراف مین اسلامی تمدن کا مرکز اور بڑے بڑے علما کا مولد و مدفن تھا، بے نام و نشان کر دیا، مسلمان قتل ہوئے، شہر ویران کئے گئے، عمارتین ڈہائی گئین اور مسجدین کنیسہ بنائی گئین،

سلطان سلیم ثانی جو ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۶ء مین تخت نشین ہوا تھا، اس نے یہ دیکھکر استراخان کی واپسی کا سامان کیا، اُس نے فوج بھیجی، اور اطراف کے مسلمانون کو جمع کیا، جنھون نے اسکا محاصرہ کیا، اور چونکہ محاذ جنگ مرکز سلطنت سے دُور تھا اسلئے خان کریمیا کو لکھا کہ وہ اپنی کمک روانہ کرے، خان نے یا تو اسلئے کہ وہ نہین چاہتا تھا کہ استراخان کا دشمن مردہ ہوکر پھر زندہ ہوجائے، یا وہ اس سے ڈرا کہ سلطان کا اثر یہان نہ بڑھجائے کہ وہ ماتحت ہوکر رہ جائے، بہرحال اُسکی اصلی نیت جو کچھ ہو، اُس نے اپنے مولویون سے یہ فتویٰ دلایا کہ استراخان چونکہ ایسے منطقہ مین ہے جہان گرمی مین رات صرف چار گھنٹون کی ہوتی ہے،

غروب کے دو گھنٹہ بعد آپکو عشا کی نماز پڑھنا ہوگی، اور پھر ابھی سونے بھی نہ پائینگے کہ دو گھنٹے کے بعد پھر صبح کی نماز کی تیاری کرنا پڑیگی، جو نہایت مشکل اور صحت کے لئے مضر ہے، اور اگر آرام و صحت کا خیال کرین تو خدا کے سامنے ترک صلوٰۃ کے مجرم ہونگے، اِسلئے ایسے ملک مین مسلمانون کا رہنا جائز نہین، اس فتوی کا اثر یہ ہوا کہ کریمیا کے مسلمانون کی طرف سے سلطانی فوج کو متوقع مدد نہ مل سکی، علاوہ ازین سردی، برفباری اور رسد کے ختم ہوجانے سے تمام فوج بیدل ہوگئی، اور روسیون نے نہایت آسانی سے اُسکو شکست دیدی،

یہ تاریخ مین ٹرکی و روس کی طویل سلسلہ جنگ کی پہلی کڑی ہے جسکو ٹرکی نے ایک دوسری اسلامی سلطنت کے خاطر اپنے سر لیا،

استراخان کے بعد قازان کی باری آئی، قازان کے مسلمانون نے درحقیقت توقع سے بہت زیادہ مقابلہ کیا، روسیون کو کئی دفعہ کامل شکستین دین، ایک دفعہ تو پایۂ تخت کی دیوارون کے نیچے سے اُنکو واپس کیا، ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۳ء مین قازانیون نے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ وہ سلطان سلیمان کو ان حالات سے اطلاع دین، اُنھون نے مراسلہ بھیجا کہ ہم مسلمان ہین، اور آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین، ہمکو آپ اپنی حمایت مین لے لیجیئے، سلطان سلیمان نے اُنکو اپنی حمایت مین لے لیا اور اپنے سفیر متعین ماسکو کے ذریعہ سے ایوان[۲] کو لکھہ بھیجا کہ قازان کی طرف آنکھہ اُٹھا کر نہ دیکھے، کہتے ہین کہ ایوان نے سفیر مذکور کو رشوت دیکر سلطان کو یہ جواب لکھوا بھیجا کہ قازان ایک مدت سے روس کی حکومت مین داخل ہوچکا ہے، اور اب خوانین قازان کا وہان کوئی اثر نہین[۳]، اور اسی کے ساتھ روس نے فوراً قازان پر حملہ کردیا، قازان کے بہت سے امرا، روس کے ساتھ جا کر مل گئے تھے، اُن مین ایک مشہور امیر شیخ علی قازانی تھا، یہ روسی فوج کا سرعسکر بنا اور اُنکو قازان کے قلعہ کے نیچے لاکر کھڑا کردیا، صاحب کرامی خان جو اسوقت (۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۴ء) قازان مین خان تھا، اس نے ہمت ہار دی اور یہ کہکر

۱؎ ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۲۶، ۲؎ قیصر روس کے بادشاہ کا لقب تھا، ۳؎ تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۹۱،

وہ قازان کے قلعہ سے نکل گیا کہ مین سلطان کے پاس جاتا ہون اور وہان سے فوج لاکر روسیون کی سرکوبی کرتا ہون، قازانیون نے اسکی جگہ پر صفائی کرای خان کو اپنا بادشاہ بنایا اور قلعہ بند ہوکر اس زور وشور سے لڑے کہ دشمنون کے پاؤن اکھڑ گئے ۔

روس نے اسکے بعد دوبارہ اور سہ بارہ حملہ کیا، اور ادہر کفا کے پادشاؤن کو جو سلطان سلیمان کی طرف سے حاکم تھے انکو برابر رشوتین دیتا رہا کہ سلطان کو ان حالات کی اطلاع نہ پہنچنے پائے[1]، اسپر بدقسمتی یہ کہ ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء مین قازان کے بادشاہ صفای کرای خان نے انتقال کیا، اور ایک بیوہ سیون بیگم اور ایک دو برس کا بچہ اودہ میش کرای خان اپنے پیچھے چھوڑا، لوگون نے اسی چھوٹے بچہ کو تخت پر بٹھایا، اور کریمیا کے خان صاحب کرای خان کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکے پولک کرای سلطان کو یہان کی خانی کے لئے بھیجدے، بدقسمتی پر بدقسمتی یہ کہ خان اپنے لڑکے سے خوش نہ تہا اسلئے خط کو سلطان سلیمان کے پاس بہجوادیا، کہ سلطان قسطنطینہ سے دولت کرای سلطان کو قازان بھیجدے، دربار مین صاحب کرای خان کے مخالفین کا بڑا گروہ تہا، اس نے سلطان کے ذہن نشین کیا کہ اسمین صاحب کے ائی کی کوئی چال ہے سلطان نے اسکو باور کیا اور صاحب کرای کو معزول کرکے دولت کرای کو کریمیا کا خان بناکر بھیجا[2]۔

دولت کرای نے کریمیا پہنچکر روس کو دہمکی دی کہ خبردار قازان کی طرف نہ بڑہنا، اور سلطان سلیمان نے امراء اور خانون کو خطوط لکھے، اور خصوصاً مرزا یوسف نوغائی کو جو قازان کے کمسن خان کا نانا تہا لکہا کہ تمام امراء روس کے مقابلہ مین متحد ہوجائین،

یامرھم بالاتفاق والاجتماع تحت رایة الاسلام، وتخلیص قزان من مخلب الروسیة

اور انکو حکم دیا کہ اسلام کے جہنڈے کے نیچے سب جمع ہوجائین اور قازان کو روس کے پنجہ سے چھڑائین،

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ [2] صفحہ ۱۲۶ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۶

اور نسل چنگیز سے کسی کو اتفاق آراء سے منتخب کرکے قازان کا خان بنا لین"۔ لیکن چونکہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ مین اُنکو روسیون سے ہمسائگی تھی اور اُن کے تجارتی تعلقات تھے، اسلئے دین کو وہ دنیا پر ترجیح نہ دے سکے، مرزا یوسف نوغائی نے جو سلطان سلیمان کا دوست تہا اور جسکو غایت خلوص سے سلطان امیر الامراء کے لقب سے یاد کرتا تہا، اُس نے تنہا ماسکو کا سفر کیا، اور چاہا کہ صلح و معاہدہ سے معاملہ طے ہوجائے، مگر اسمین بھی ناکامی ہوئی ایوان روس نے قازانی خیانت کار امراء کو فوجین دیکر قازان کی طرف بھیجا اور خود بھی ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کیا، پھر خوب خوب لڑائیان ہوئین اور قازانیون نے خوب خوب دادِ شجاعت دی، یادگار محمد خان نوغائی کا سردار اپنے پانچسو سوار لیکر قازان کو بچانے آیا، کریمیا اور عثمانی ترکون نے مل کر روس کی توجہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے دوسری سمت مین روس پر حملہ کیا مگر اُنکو شکست ہوئی[۱]، اور بالآخر ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء مین اس عظیم الشان اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،

قوزاق جنکو ہم قزاق اور اہل یورپ "کاسک" کہتے ہین، یہ روس کے جنوبی علاقہ ڈان اور اوکرینیا مین رہتے ہین، یہ پہلے ایک صحرا نشین اور آوارہ گرد قبائل تھے، یہ تمامتر مسلمان ہین، اور اپنا سلسلۂ نسب حضرت مالک بن انس سے ملاتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ مختلف تورانی قبائل کا ایک معجون ہے، ترکی لفظ قوزاق کے معنی فراری اور آوارہ گرد کے ہین، چونکہ یہ متمدن اور با نظام سلطنتون سے گھبراتے تھے اور اسلئے مرکزِ سلطنت سے بھاگ کر دُور نکل جاتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے، اسلئے انکو قوزاق کہتے تھے، اور یہ اب ان کا نام پڑگیا، یہ ہمیشہ سے آزاد رہے اور سلطنتون کے جکڑبند کو اُنھون نے گوارا نہ کیا مگر اب وہ زمانہ آیا جب یورپ کا احیاء ہو رہا تہا تو ایک طرف سے روس نے اور دوسری طرف سے پولینڈ نے اُنکو دبایا، یہ لڑے مگر شکست کھا کر روس اور پولینڈ مین آدھے آدھے بٹ گئے،

---

[۱] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰،

قوزاق نے اپنے نئے مالکون کے ہاتھون سے سخت تکلیفین اُٹھائین، اور بالآخر ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء مین اُنھون نے اُس آستانہ کی طرف رجوع کیا جو صدیون سے مسلمانون کا ملجا اور اسلام کا مرکز ہو گیا تھا، محمد فرید بے تاریخ دولت عثمانیہ مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین،

اس زمانہ مین سلطنت عثمانیہ کی وسعت شمالی اس وجہ سے بہت زیادہ بڑھ گئی کہ وہ تمام قوزاق جو روس کے جنوبی حصہ مین رہتے تھے، انھون نے خلیفۂ اعظم محمد چہارم کی اطاعت خود بخود اختیار کر لی، یہ لڑکر مطیع نہین بنائے گئے بلکہ خود بخود اپنی خواہش اور ارادہ سے حامی اسلام کے سایہ مین رہنا اُنھون نے قبول کیا[1]۔

خانِ قوازق قسطنطنیہ آیا، اسکو سلطان نے علم ولوا عنایت کیا اور اسکو صوبہ اوکرین کا سنجق بے مقرر کیا، اور خان کریمیا کو فرمان بھیجا کہ دشمنون کے مقابلہ مین قوزاق کی مدد کیجائے، یہ دیکھکر پولینڈ نے قسطنطنیہ مین اپنی اعتراضی تحریر بھیجی، احمد کوپرلی جو دولت عثمانیہ کے بہترین وزرا مین گذرا ہی اُس نے اس تحریر کا جواب حسب ذیل الفاظ مین دیا:-

قوزاق جو آزاد لوگ تھے، اُنھون نے اپنے آپکو پولون کی ماتحتی مین دیدیا، لیکن یہ دیکھکر کہ وہ پولون کے ظلم وستم کو زیادہ برداشت نہین کر سکتے، انھون نے اِدھر اُدھر اپنی جاے پناہ تلاش کی، اور اب وہ عثمانی علم کے نیچے ہین اور اُسکے تابع ہین، اگر مظلوم ملک کے لوگ رہائی کی تلاش مین کسی بڑے شہنشاہ کی مدد کے خواستگار ہون تو کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ان کے اس ملجا و ماوی تک اُن کا تعاقب کیا جائے؟ جبکہ تمام سلاطین زمانہ سے بڑھکر طاقتور اور باجاہ وجلال سلطان انکو اُن کے دشمنون سے نجات دلا رہا ہے اور مظلومون کی مدد کر رہا ہے، تو ایسی حالت مین صلح شکنی کا الزام کس فریق پر عاید ہوگا، اگر مخالفت کی آگ کے بجھانے کی خاطر باہمی سمجھوتہ کی

[1] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۵،

خواہش کیجائے تو اسکو جاری رہنے دو، اور اگر اختلافات کا حل اُس تیز، اور فیصلہ کن قاضی کے حوالہ کیا جائے جسکا نام تلوار ہے تو اسکا نتیجہ وہ خدا بتا دیگا جس نے آسمان و زمین کو بے سہارے کھڑا کر رکھا ہے، اور جو اسلام کو ایک ہزار سال سے اُسکے دشمنون پر اپنی نصرت سے فتح دیتا رہا ہے[۱]

پولون نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اُس "تیز، اور فیصلہ کن قاضی" کے فیصلہ پر عمل کیا جائے جسکا نام تلوار ہے، اُنھون نے اوکرین اور کریمیا پر حملہ کی تیاری کی، ٹرکی نے چھ ہزار فوج پہلے ہی بھیجدی تھی، اور اب خود سلطان محمد چہارم بذات خاص پولینڈ کے مقابلہ مین فوج لیکر نکلا "تلوار" نامی قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ پول، اوکرین اور پوڈولیا دو صوبون سے دستبردار ہو جائین اور ۲۲ لاکھ کا سالانہ خراج ادا کرین، لیکن پول بہت جلد اپنے اس معاہدہ سے مکر گئے، اور دوبارہ لڑائی چھڑ گئی، پولینڈ کے ساتھ روس اور ان اطراف کے عیسائی امرا بھی مل گئے، فتح و شکست کا پلہ کبھی ادہر اور کبھی اُدہر جھکتا رہا، اور آخر ۱۶۷۶ء مین وہی فیصلہ بحال رہا جو اس سے پہلے "قاضیِ شمشیر" میدان جنگ کی عدالت مین صادر کر چکا تھا اور اوکرین بدستور سلطان کے ماتحت باقی رہا، اسکے بعد روسیون نے تنہا اس میدان مین قسمت آزمائی کی اور سالہا سال کی جنگ کے بعد ۱۶۸۱ء مین پھر وہی فیصلہ بحال رہا کہ قوزاق بدستور سلطان کے ماتحت رہین،

اسکے بعد روس نے قوزاق کو تلوار کے خوف کے بجاے مال و زر اور جاہ و جائداد کا طمع دلاکر سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کے زمانہ مین اپنا کر لیا، ان کے ساتھ بڑی بڑی مراعاتین کین اور اُنکو فوج مین بھرتی کیا اور جو بعد کو روسیون کے بہترین سپاہی ثابت ہوئے، اور تمام دنیا مین انکے نام کی دہاک بیٹھ گئی، خدا جانے کن اسباب سے خود روسی اور اُنکے ساتھ یورپین اہل قلم بھی جنکا کام راستی اور سچائی کا اظہار ہے یہ مشہور کرتے رہے ہین کہ قوزاق عیسائی ہین، اس زمانہ کے ایک مسلمان روسی مورخ نے اس

[۱] مورخین کی تاریخ عالم، جلد ٹرکی صفحہ ۳۴۸،

واقعہ کی نسبت سخت تعجب کا اظہار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ قوازق مین ایک بھی غیر مسلم نہین، گو روسی مشنری انکے عیسائی مشہور کرنے کے اب تک درپے ہے[1]، یہ شاید اسلئے تاکہ دنیا کو یہ معلوم نہو کہ روسیون کی طاقت مسلمان سپاہیون کے دم خم سے قائم ہے،

اب ان اطراف مین لے دیکر صرف ایک اسلامی سلطنت خان کریمیا کی رہ گئی، اور اس نے اخیر ۱۸۵۳ء تک ساتھ دیا، گو کہ بیچ بیچ مین اُس نے سرکشی بھی کی، ۱۸۵۳ء مین عثمان پاشا نے داغستان پر حملہ کیا، تو گو سخت معرکون کے بعد اُسکو کامیابی ہوئی لیکن کریمیا کے پیشانی پر یہ داغ ہے کہ اُس نے سلطان کے حکم کے باوجود عثمان پاشا کی مدد مین اپنی فوج روانہ نہ کی، لیکن اس بہادر سپہ سالار نے یہ کیا کہ داغستان سے چلکر پورے قفقاز کو عبور کرکے روسیون کے دل بادل کو چیرتا ہوا جو اُسکو راستہ مین ہر جگہ گھیر لینا چاہتے تھے، بحر اسود کے دوسرے کنارہ پر جا کر نکلا، اور کریمیا کے سامنے اپنی فوج لاکر کھڑی کردی، خان کریمیا نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس دینی خیانت کا معاوضہ خود اُسکے بھائی نے اُس سے لیلیا اور وہی پھر سلطان کی طرف سے کریمیا کا خان مقرر ہوا،

روسیون نے کریمیا پر حملہ ۱۷۶۹ء مین کیا، یہ جنگ کئی سال تک قائم رہی، اور بڑھتے بڑھتے یورپ اور ایشیا اور افریقہ مین ہر جگہ پھیل گئی، روسیون کی بحری طاقت بڑھی ہوئی تھی، انھون نے بحر اسود کے بندرگاہ طرابزون اور کریمیا پر حملہ کیا، جزائر یونان پر قبضہ کیا، بحر متوسط مین آکر مصر کے باغی گورنر علی پاشا کو مدد دی، بیروت پر گولہ باری کی اور قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی، لیکن کریمیا کے علاوہ ہر جگہ سے تھوڑے دنون کے بعد اُنکو ہٹ جانا پڑا، ۱۷۷۳ء مین پہلی مجلس صلح مین روسیون نے یہ شرطین پیش کین کہ کریمیا کے تاتاریون سے دولت عثمانیہ قطع تعلق کرلے، حکومت عثمانیہ مین جسقدر یونانی عیسائی ہین وہ روس کی سرپرستی مین دیئے جائین اور روس کے حاکم کو آیندہ سے بادشاہ لکھا جائے، سلطان نے یہ شرطین نامنظور کین، بالآخر ۱۷۷۴ء مین فریقین نے ان شرائط پر دستخط کئے کہ تاتار کریمیا

دبیسربیا ذقوبان سیاسی حیثیت سے خود مختار ہونگے، لیکن مذہبی حیثیت سے وہ سلطان کے تابع رہین گے اور وہ تمام مقامات اور قلعے جن پر روسیون نے قبضہ کرلیا وہ خان کریمیا کے سپرد کردیئے جائین، اور روسی آستانہ محلہ پیرا مین اپنا گرجا بنا سکین گے، اور تمام آرتھوڈکس، روسیون کے مذہبی اثر مین سمجھے جائینگے اور حاکم روس کو بادشاہ لکھا جائیگا، اور روسی جزائر اور گرجستان وغیرہ کے شہرون کو ٹرکی کے حوالہ کردینگے -

کریمیا کی آخری بربادی اور سلطنت روس کے اُسپر قبضہ کی تاریخ شاید ہندوستان کے لوگون کو یاد ہو کیونکہ اس جنگ مین ہماری "اسلام دوست سرکار" نے بھی کریمیا کے سلمانون پر رحم کہاکر انکے بچانے کے لئے اپنی ہندوستانی فوج بھیجی تھی، اور جسکی منت کے "بارِگران" سے اس جنگ عظیم کے بعد بھی سلمان "سبکدوش" نہین، کریمیا کی بربادی کا واقعہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات اور کنیسون کی تولیت کا فخر سلطان سلیمان کے زمانہ سے فرانس کو حاصل تھا، فرانس کیتھولک اور روس آرتھوڈکس ہے، ان دونون فرقون نے بیت المقدس کی تولیت پر اصرار کیا، روس نے اپنے فرقہ کی جنبہ داری کی، ٹرکی نے اس معاملہ کے طے کرنے کے لئے مختلف عیسائی سلطنتون کے نمایندون کا ایک کمیشن مقرر کیا - متعدد نشستون کے بعد اس کمیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کے عیسائی مقدس مقامات کی تولیت بدستور فرانس کے ہاتھ مین رہے، روس نے اعلان کیا کہ اگر بیت المقدس کی تولیت فرانس کے حوالہ کیگئی تو وہ بزور شمشیر اس فیصلہ کو رد کردیگا، ٹرکی نے اس فیصلہ سے انحراف نکیا اور ایک عظیم الشان جنگ جسمین اُسکے لاکھون سپاہی مارے گئے اور کئی صوبے اسکے ہاتھ سے نکل گئے اپنے سرلی، اسی کا نام جنگ کریمیا ہے اور جسمین فرانس اور انگلستان نے روس کے مقابلہ مین ٹرکی کا ساتھ دیا، اور یہی وہ "منّتِ عظیم" ہے جسکا ذکر بار بار اخبارات مین آجکل آیا ہے،

روس نے ایشیا اور یورپ سلطنت کے دونون گوشون پر اپنا پرزور حملہ شروع کردیا ٹرکی کی

فوج کے ہیرو یورپ مین عمر پاشا اور ایشیا مین عبدہ پاشا تھے، دونون نے بہادری سے ردسیون کا سامنا کیا، اور باوجود ہر قسم کے مشکلات کے اپنے کارنامون سے دنیا کو محوِ حیرت کردیا، بہرحال یہ جنگ ۱۸۵۳ء سے شروع ہوکر ۱۸۵۶ء مین ختم ہوگئی، اور اسی کے ساتھ تاتاریون کی آخری اسلامی ریاست کا بھی خاتمہ ہوگیا،

ترکستان اور قفقاز مین جو اسلامی ریاستین تھین دسوین صدی ہجری اور سولہوین صدی عیسوی کے وسط مین وہ چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہوگئی تھین، ترکستان مین بخارا، خوقند اور خیوا کی ریاستین تھین، ہر ریاست مین حصولِ تخت کے لئے خانہ جنگیان برپا تھین، ترکستان کا ایک حصہ جو افغانستان کے متصل تھا وہ تیموریون کے ہاتھ مین تھا، بدخشان مین ہمایون کا بھائی حاکم تھا، ماوراء النہر کی حکومت مین جسکا دار الحکومت سمرقند تھا، عبد اللطیف خان والی توران کے مرنے سے وہان بھی خانہ جنگیان برپا تھین، سمرقند مین خانِ مرحوم کا جانشین براق خان ہوا تھا، بلخ مین پیر محمد خان، قندز اور ترمذ مین اُسکا چھوٹا بھائی اور بخارا مین برہان سعید خان نے اپنی اپنی خود مختاری کے علم کھڑے کئے تھے، ان مین سے ہر ایک سلطان عثمانی کے سایہ مین پناہ ڈھونڈھتا تھا سلطان نے یہ مناسب سمجھا کہ ماوراء النہر و توران کے اصلی جانشین براق خان کی مدد کیجائے، اس زمانہ مین فوجی تنظیم اور توپ اور بندوق کا وجود صرف ترکی فوج مین تھا، سلطان نے ۳۰۰ ینگچری سپاہی نئے آلات سے مسلح کرکے نہایت خفیہ اور حیلہ وبہانہ سے ایرانی صفویون کی نظر بچاکر براق خان کے پاس بھیجے، یہ چند سو سپاہی اپنی فوجی تعلیم اور جدید آلات کے اعجاز کے باعث براق خان کے لئے رحمت ثابت ہوئے اور اُنہین کے ذریعہ ان ملکون مین یہ اسلحہ پہیلے[1]،

شاہجہان نے اپنے زمانہ مین بخارا کو اپنی حدودِ حکومت مین داخل کرنے کا ارادہ کیا اور

---

[1] ترکی امیر البحر سیدی علی نے اپنے سفرنامہ مین یہ تمام واقعات لکھے ہین،

ہندوستان سے بہت بڑی فوج روانہ کی، اس مہم کی پوری تفصیل ہندوستانی تاریخون مین موجود ہے،
والی توران نے سلطان سلیمان کے دربار مین فریاد کی، سلطان نے شاہجہان کو جو خط لکھا ہے اور
شاہجہان نے جو اسکا جواب دیا ہے وہ آج بھی اوراق مین محفوظ ہے، سلطان سلیمان نے ہر طرح
کوشش کی ہے کہ ان دونون سلمان بادشاہون مین صلح و آشتی سے معاملات طے پاجائین[۱]،

خیوا کی ریاست پر سلطان سلیمان کے زمانہ مین دوست محمد خان حاکم تھا، حاجی خان اُسکے
رقیب نے اسکو اور اُسکے بھائی عیش سلطان کو قتل کر کے خود حکمران بنگیا، یہان سلمان باہم دست
و گریبان تھے، اور اسی کے قریب چند سال پہلے روسیون نے استراخان کی اسلامی سلطنت کو برباد
کیا تھا، روسی جب موقع پاتے تھے ادہر بڑہتے چلے آتے تھے، ترکی امیر البحر جب اسی زمانہ مین یعنی
سنہ ۹۶۵ھ مطابق سنہ ۱۵۵۶ء مین ادہر سے گذر رہا تھا تو ہر جگہ اُسکو نظر آرہا تھا کہ لوگ روسیون کی مدسے
خوف زدہ ہین، اور اُسکو راستہ مین لٹے ہوئے اور بچے کچھے سلمان ان اطراف سے بھاگ کر آتے ہوئے
ملے تاہم روسیون نے مدت تک ادہر رُخ نہین کیا، ان اطراف مین بعض غیر سلم تاتاری قبائل اب بھی
موجود تھے، جنکے ہاتھ سے سلمان تکلیف اُٹھاتے تھے، اور وہ بے تکلف روسیون کے ساتھ ہوجاتے تھے،
سلطنت عثمانیہ نے سترہوین صدی کے آخر یا اٹھارہوین صدی کے شروع مین فرخ پاشا کو ان
اطراف مین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے بھیجا[۲]،

بخارا اور خیوا کی ریاستین اُنیسوین صدی کے اواخر مین روسیون کی باجگذار ہوئین، یعنی
اسوقت جب سنہ ۱۸۸۰ء مین انگریزون نے خدیو مصر کو اور سنہ ۱۸۸۲ء فرانس نے بای تونس کو اپنا پایہ تخت بنایا،
سنہ ۱۸۶۶ء مین امیر بخارا اور سنہ ۱۸۷۳ء مین امیر خیوا نے خونریز لڑائیون کے بعد روسی حمایت مین آنا گوارا کیا،
یہ وہ وقت تھا جب خلافت عثمانیہ ہر چہار طرف سے دشمنون کے نرغہ مین پہنسکر بے دست و پا ہوچکی تھی

[۱] یہ مراسلات فیاض القوانین کے قلمی نسخہ مین محفوظ ہین، [۲] مقدمہ پروفیسر ویمبری بر ترجمہ مرآۃ الممالک سیدی علی امیر البحر،

تاہم اسوقت بھی اس سے جو کچھ ہو سکتا تہا وہ اس سے پہلوتہی نہین کرتی تھی، چنانچہ انیسوین صدی کے وسطین سلطان عبدالمجید خان نے امیر بخارا کے پاس بخاریون کو جدید فن جنگ کی تعلیم دینے کے لئے اور وہان جدید طریق پر باقاعدہ فوج قائم کرنے کے لئے ترکی فوجی افسر اور معلمین جنگ بھیجے،[۱]

ترکستان کا وہ علاقہ جسپر چین نے قبضہ کرلیا تہا یعنی **کاشغر** اتالیق غازی یعقوب خوش بیگی نے اسی زمانہ مین چینیون کو وہان سے نکال کر اپنی سلطنت قائم کرلی تھی، سلطان نے اُسکے پاس بھی فوجی مدد بھیجی اور فوج کی تعلیم کے لئے ترکی افسر اور معلم روانہ کئے۔[۲]

روسیون نے ان علاقون پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانون پر جو مظالم کئے اور روسی مشنریون نے اُن کے عیسائی بنانے کے لئے جو جابرانہ کوششین کین اُنکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ ان مظالم کو سنکر باسفورس کے کنارون پر بسنے والے مسلمانون کے علاوہ کسکے سینہ مین دل تڑپا؟ اور کسکی آنکھین اشکبار ہوئین؟ اور کس نے اُنکو ان ورطۂ ستم سے نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤن ہلائے؟ انیسوین صدی عیسوی کے اواخر کے خونریز معرکۂ روم وروس کے بعد ۱۸۷۸ء مین جب برلن مین صلح کی کانفرنس بیٹھی تو ترکی سفیر نے روسی مسلمانون کے مصائب اور اُنکی بیکسی ومظلومیت کی داستان یورپ کی مجلس صلح کے سامنے پیش کی، روسی سفیر نے اسکے جواب مین روسی مسلمانون کی طرف سے اور انکے دستخطون سے ایک محضر پیش کیا جو یا جعلی تہا یا چند منافق مسلمانون کا یہ کام تہا اور یا جبراً مسلمانون سے لکھوایا گیا تہا، جسمین تحریر تہا کہ یہ واقعات سرتاسر غلط ہین، اور ہم شہنشاہ روس کے زیر سایہ نہایت امن واطمینان کے ساتھ ہین، ترکی سفیر اس محضر کو دیکھکر ندامت کے سوا اور کچھ جواب نہ دیسکا،[۳] بالآخر ۱۸۹۱ء مین روسی مسلمانون کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، قازان کے علماء نے عربی مین ایک پُردرد اور دل ہلادینے والا فریادنامہ لکھکر علماے حرمین کی خدمت مین بھیجا، اور لکھا کہ اسکو شیخ الاسلام کے

[۱] مقدمۂ پروفیسر ویمبری بر ترجمہ مرآۃ الممالک سید علی امیر البحر، [۲] ایضاً، [۳] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۱۶،

ذریعہ سے امیرالمومنین اور حامی دین مبین کی پیشگاہ تک پہنچا دیجئے،

• اس فریاد نامہ کے آغاز اور خاتمہ مین عربی کے چند اشعار ہین جنکو سُن کر ایک مسلمان کا دل سینہ سے باہر نکل آتا ہے:۔

اسادتنا لکم شان کبیر	بکم مما نخاف نستجیر
اے ہمارے بزرگو! آپکی شان بڑی ہر	آپکے سایہ مین ہم مصائب سے پناہ ڈھونڈتے ہین
خذوا ثارالدیانة وانصروها	لقد حامت حوالیها النسور
اپنے دین کا انتقام لیجئے اور اسکی مدد کیجئے	اسکے چارون طرف گدھ منڈلا رہے ہین
ونحن بخطة فیها صغار	یشیب لکرہ الطفل الصغیر
ہم ایسے ملک مین ہین جس مین ایسی ذلتین ہین	جنکی تکلیف سے بچے بوڑھے ہوئے جاتے ہین
تحاذبنا الاعادی باصطناع	فینخدع المخوّل والفقیر

دشمن ہمکو فریب سے چارون طرف کھینچ رہا ہے جس سے محکوم اور غریب لوگ دہوکا کہا رہے ہین

ویمضغنا النصاری ای قلب	علی ھذا یقر ولا یطیر
عیسائی ہمکو چبا رہے ہین کون دل ہے	جو اسپر ساکن رہیگا اور تڑپ نہ جائیگا،
مضی الاسلام فابک دما علیہ	وھل یطفی الجوی الدمع الغزیر

اسلام مرگیا اب اسپر خون کے آنسو بہایئے اور کیا دلون کی سوزش کو آنسو بجھا سکتے ہین

فیا اسفاہ یا اسفاہ حزنا	یکرر ما تکررت الدھور
افسوس! افسوس! اس غم سے	جبتک زمانہ قائم ہے یہی آواز دہرائی جاتی رہیگی
نحور اذا دھینا بالرزایا	وھل مصغ الی بقر نخور

یہ مصیبتین ہم پر آئی ہین توہم چیخ اُٹھتے ہین لیکن گر ورجانورون کی فریاد کون سُنتا ہے،

الیس لنا ابیّ النفس شہم یدور مع الدوائر اذ تدور

کیا ہماری مدد کے لئے کوئی خوددار بہادر نہین ؟ جو مصیبتون کے ساتھ ساتھ گھومتا رہے،

فریاد نامہ کے آخر مین اُس دردناک قصیدہ کے چند شعر تھے جو مسلمانان اندلس نے اپنی تباہی کے دنون مین مسلمانان عالم کے نام لکھا تھا،

علماے حرمین نے اس فریاد نامہ پر اپنے دستخط ثبت کرکے اور اُسکو چھپوا کر حکام اور اعیان مین تقسیم کیا اور اسکے کچھ نسخے علماے قسطنطینیہ کے پاس بھیجدیے، علماے قسطنطینیہ کے پاس جب یہ فریاد نامہ پہنچا تو ان مین ایک اضطراب برپا ہوگیا، جامع یلدز مین سلطان جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، ایک پرجوش عالم سید اسعد مدنی نے موذن کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن رسم سلامق کے موقع پر یہ فریاد نامہ شیخ الاسلام کی خدمت مین پیش کیا جائے، اور خود اس فریاد نامہ کا ترکی مین ترجمہ کرکے سلطان کے حضور مین پیش کیا سلطان نے اپنے سفیر روس کے ذریعہ سے ایک تحریر حکومت روس کو بھیجی، روس کا مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ اس تحریر کا بہت اچھا اثر ہوا، اور مسلمانون کی تکالیف مین تخفیف ہوگئی، اگر انکو حکومت روس مین اس سے تعلیم و ترقی کے مواقع ہم پہنچے،[1]

نادر شاہ کے بعد **افغانستان** روس و انگلستان کی سیاسی سازشون کے بیچ مین گرفتار تھا، ترکستان و قازان وغیرہ مین مسلمانون کے ساتھ روس کا جو برتاؤ تھا اُسکو دیکھکر افغانستان کے لئے یہی صلاح مناسب تھی کہ وہ روس کے بجائے انگلستان کا ساتھ دیکر اپنی زندگی کو خطرہ سے بچائے، سلطان نے اپنا ایک سفیر امیر افغانستان کے پاس بھیجا، امیر عبدالرحمن خان تزک مین لکھتے ہین کہ چونکہ افغانستان مین سلطانی سفیر کی آمد کا یہ پہلا موقع تھا، اعلیٰ امیر نے یہ سمجھا کہ یہ بناوٹی سفیر ہے، ۱۸۷۷ء مین امیر شیر علیخان نے غالباً روسیون کے اشارہ سے انگریزون کے برخلاف ایک مہم کی تیاری کی، اور سرحد پر جہاد کی پرزور

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۱۰،

تبلیغ کی، اس موقع پر سلطان نے اپنا ایک سفیر بھیجا، اور امیر کو اس سے باز رکھا، امیر عبدالرحمن خان نے تزک مین لکھا ہے کہ یہ فرمان سلطانی نہایت موثر ہوا، اور امیر شیرعلیخان نے اپنے رویہ کو بدل دیا، روس نے اس اثر کو مٹانے کے لیئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ وہ یہ باور کرائے کہ یہ سفیر سلطان کا فرستادہ نہین بلکہ جعلی ہے۔[1]

اسکے بعد جب امیر عبدالرحمن خان نے خداداد سلطنت افغانستان کے تخت پر جلوس فرمایا، اور سلطنت کے نظم و نسق کو درست کیا اور افغانستان مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو ترک ہی تھے، جنھون نے امیر مرحوم کو اس کارخیر مین مدد دی، ترک افسرون اور معلّمون نے آکر افغانستانی فوج کی ترتیب و تنظیم کی، اسکو جدید آلات و اسلحہ کا استعمال سکھایا، اور کابل مین مدرسۂ حربیہ قائم کیا اور بحمداللہ کہ وہ سلسلہ آج بھی قائم ہے اور سب کے سامنے ہے،

قفقاز کا ذکر بیہودہ ہے کہ اس خطہ کا کون سا اسلامی شہر ہے کہ جسکو ترکون نے اسوقت تک روسیون کے حوالہ نہین کیا جبتک اپنے سپاہیون کی لاشون سے اس شہر کی خندق کو پاٹ نہین دیا ہے اور اس وسیع رقبہ مین زمین کا کونسا چپہ ہے جہان عثمانی سپاہی کا خون نہین بہا ہے،

اس تمام داستان کو ختم کرکے ہمارے ناظرین اب سمجھے ہونگے کہ **خلافت عثمانیہ** نے دنیای اسلام کی خدمتگذاری کا فرض کسطرح ادا کیا، اور صدیون تک اس بارِ عظیم کو اس نے کیونکر اٹھایا؟

روح الاجتماع

جماعتہائے انسانی کا علم النفس، قیمت عہ/

منیجر

طلاق

عیسائی مذہب مین

از مولانا عبد السّلام ندوی

عام طور پر مشہور ہے کہ عیسائی مذہب صرف حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دیتا ہے، یعنی عورت کو صرف اس صورت مین طلاق دیجا سکتی ہے جب وہ اس فعل شنیع کی مرتکب ہو، اسکے سوا اور تمام ناگوار حالتون مین طلاق ممنوع ہے، آج عام طور پر عیسائی دنیا کا اسی پر عمل ہے، اور یورپ اور امریکہ کی عدالتون مین اس قسم کے ہزارون مقدمات دایر ہوتے رہتے ہین جنمین طلاق کی غرض سے عورتون پر ارتکاب فواحش کے الزام لگائے جاتے ہین، لیکن پادری انطون صالحانی نے ایک نہایت مفصل مضمون مین جو پہلے مجلۃ المشرق مین شایع ہوا تہا اور بعد کو ایک رسالہ کی صورت مین شایع ہوا، یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب حالتِ زنا مین بھی طلاق کی اجازت نہین دیتا، صرف دنیوی اغراض نے اس غلط مسئلہ کو عیسائی دنیا مین رواج دیا ہے، ورنہ انجیل نے ہر حالت مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہین کہ ابتداءً یہودی مذہب مین بھی طلاق ناجائز تھی، لیکن جب یہودیون نے قساوت قلب کا اظہار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے انکو طلاق کی اجازت دی تاہم یہودیون کے یہان طلاق کا لفظ دو معنون مین مستعمل تہا، ایک عام معنی تھے جسکے ذریعہ سے عورت سے دائمی علٰحدگی اختیار کیجا سکتی تھی لیکن وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی تھی، اسلئے اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہتا تہا، دوسرے خاص معنی تھے، جسکے ذریعہ سے نکاح فسخ ہوجاتا تہا، اور اس حالت مین عورت کو ایک طلاق نامہ دیا جاتا تہا جو اُسکو دوسرے نکاح کا مجاز کرتا تہا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ تک انہی دونون صورتون پر

یہود کا عمل تہا، لیکن اُنھون نے نکاح کو ایک مقدس فرض قرار دیکر اسکو کلیسا کا ایک مخفی راز قرار دیا، اور اس رشتہ کو اسقدر مستحکم کر دیا جو کبھی ٹوٹ نہین سکتا تہا، چنانچہ اُنھون نے فرمایا:-

"جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا، اور جس عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (مرقس ۱۰: ۱۲ و ۱۳)

دنیا مین جب سے عیسائی مذہب پھیلا ہے، اُسوقت سے لیکر آج انیسوین صدی تک عیسائی مذہب کے ساتھ ساتھ اس مقدس تعلیم کی بھی اشاعت ہوئی ہے، اور کیتھولک، غیر کیتھولک، لیٹن، رومی، سریانی، ارمنی، اور قبطی ہر فرقہ، ہر قوم، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤن، اور ہر خاندان نے جسمین عیسائی مذہب پھیلا ہے، اس تعلیم پر عمل کیا ہے، لیکن با این ہمہ یہ ایک نہایت عجیب بات ہے کہ بعض غیر کیتھولک لوگون نے زنا کی صورت کو اس عموم سے مستثنیٰ کر دیا ہے، اور انجیل کی ان آیتون

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، (متی ۵: ۳۲)

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، (متی ۱۹: ۹)

کے رُو سے حالت زنا مین طلاق کو جائز قرار دیا ہے، لیکن کتاب مقدس کی جن جن آیتون مین نکاح اور طلاق کا ذکر آیا ہے، اُن کے پیش نظر کر لینے کے بعد اُنکی راے کی غلطی واضح ہو جاتی ہے، نکاح اور طلاق کے متعلق کتاب مقدس کی آیتین حسب ذیل ہین:-

اِسلئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑکر بی بی کا ہو رہتا ہے تو وہ دونون یک قالب ہوجاتے ہین،

(تکوین ۲: ۲۴)

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بی بی کو طلاق دی وہ اُسکو ایک طلاقنامہ دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا　　(متی ۵: ۳۱-۳۲)

ذیسیون انکی آزمائش کے لئے یہ کہتے ہوئے اُسکے قریب آئے کہ کیا انسان ہر سبب کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دیسکتا ہے؟ اس نے یہ کہکر انکو جواب دیا کہ کیا تم نے یہ نہین پڑھا کہ جس ذات نے ابتداءً انسان کو پیدا کیا، اس نے انکو مرد اور عورت پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے باپ، ماں کو چھوڑکر اپنی بی بی کا ہو رہتا ہے، اسلئے وہ دونون ایک قالب ہوجاتے ہین، تو وہ اب دو نہین رہجاتے، ایک ہوجاتے ہین، اور جس چیز کو خدا نے جمع کردیا، انسان اسکو جدا نہین کرسکتا، ان لوگون نے کہا توپھر موسیٰ نے کیون طلاق نامہ دینے کی وصیت کی، اس نے کہا، موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی، ابتدا مین اسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی، اور دوسری عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اب اُن کے تلامذہ نے کہا کہ اگر عورت کے ساتھ مرد کی یہی حالت ہو تو اُسکے لئے بہتر یہی ہے کہ نکاح نہ کرے، اس نے کہا بجز ان لوگون کے جنکو یہی قوت عطا ہوئی ہے، ہر شخص اس کلام کا متحمل نہین ہوسکتا۔ (متی ۱۹: ۳-۱۲)

جو عورت کسی مرد کے نکاح مین ہے وہ جبتک مرد زندہ ہے، اسکے ساتھ متعلق ہے، لیکن جب مرد مرگیا تو وہ اس تعلق سے آزاد ہوگئی، اس بنا پر جبتک اسکا شوہر زندہ ہے، اگر اُس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو وہ زانیہ کہی جائیگی، اور اگر اسکا شوہر مرگیا تو وہ مرد کے تعلق سے آزاد ہے، یہانتک کہ اگر اس نے دوسرا نکاح کیا تو وہ زانیہ نہ کہی جائیگی۔ (رومیہ ۷: ۲-۳)

نکاح کرنے والون کو مین نہین بلکہ خدا یہ وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو نہ چھوڑے اور اگر اس نے اسکو چھوڑدیا تو یا غیر منکوحہ رہے یا اپنے شوہر سے پھر مصالحت کرے، اور مرد اپنی بی بی کو نہ چھوڑے۔ (اکورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

ان آیات کے پیش نظر ہوجانے کے بعد اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس لفظ "علاوہ علت زنا" کے

جو انجیل متی مین مذکور ہے، قطع نظر کرلین تو تمام آیتون سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے عموماً تمام حالات مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، اشکال جو کچھ پیدا ہوتا ہے صرف اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے لیکن طلاق کے جو دو معنی عام و خاص ہم نے بیان کئے ہین، اُن کے لحاظ سے یہ اشکال نہایت آسانی کے ساتھ زائل ہوجاتا ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے اپنی عورت کو زنا کی حالت کے علاوہ طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا۔

اور نیز اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے زنا کی حالت کے سوا اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھون نے طلاق کے معنی عام مراد لئے ہین، یعنی زانی اور زانیہ کے پاداش گناہ مین صرف دائمی علٰحدگی کی اجازت دی ہے، فسخ نکاح کو جائز نہین قرار دیا ہے ورنہ وہ اس حکم کے بعد یہ نہ فرماتے کہ

جس نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (متی ۵: ۳۲ و ۱۹: ۹)

کیونکہ اسمین مطلقہ کا لفظ ہر عورت کو خواہ زانیہ ہو یا نہ ہو شامل ہے، اسلئے اگر مطلقہ سے وہ عورت مراد ہوتی جسکا نکاح فسخ ہوچکا ہے تو وہ شخص جس نے اس سے نکاح کیا ہے زانی کیون قرار پاتا؟

دوسری بات یہ ہے کہ زنا کی حالت مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی تو اجازت دی ہے لیکن دوسری عورت سے نکاح کا حکم نہین دیا، جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح مراد نہین ہے بلکہ صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے، کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام کا مقصد طلاق ہو تو اُسکے بعد کا یہ جملہ

جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

بالکل اسکے منافی ہوگا، لیکن اگر طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مراد لی جائے تو یہ جملہ اُسکی تائید کریگا، کیونکہ

طلاق کے بعد نکاح کی ممانعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح نہین ہوسکتا

صرف دائمی علٰحدگی ہوسکتی ہے،

اسکے علاوہ مذہب موسوی مین طلاق کے بعد عورت کو ایک طلاقنامہ لکھکر دیا جاتا تھا جو اسکو

دوسرے نکاح کا مجاز قرار دیتا تھا، لیکن مسیح علیہ السلام کے ارشادات مین طلاقنامہ کا ذکر نہین ہے

بلکہ اسکے برخلاف دوسرے نکاح کی ممانعت کیگئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے

صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے،

مرقس اور لوقا کی انجیلون مین اس بارہ مین جو آیتین مذکور ہین، اُن سے بھی اس خیال کی تائید

ہوتی ہے، چنانچہ مرقس کی انجیل مین آیا ہے کہ ایک بار مسیح علیہ السلام کے تلامذہ نے اُن سے اسکے

متعلق استفسار کیا (مرقس ۱۰: ۱۰) جس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ خود مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے

اسکی واضح تفسیر کرائین، چنانچہ ان کے استفسار کے جواب مین مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

> جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا، اس نے زنا کیا اور اگر
>
> عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا،

مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد مین وہ طلاق مراد ہے جس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور دوسرا

نکاح جائز ہوسکتا ہے، اس بنا پر اُنھون نے کلیّۃً اسکی ممانعت فرمائی، زنا کی حالت کو مستثنیٰ نہین کیا اور

مرد کی طرح عورت کے لئے بھی نکاح ثانی کو حرام قرار دیا، اس بنا پر جب طلاق کے بعد کلیّۃً نکاح ممنوع

قرار پایا تو اس سے علانیہ ثابت ہوا کہ دین عیسوی مین عموماً طلاق حرام ہے،

اہل کورنتس نے پولوس رسول سے نکاح کے متعلق بعض مسائل دریافت کئے تھے، اُنھون نے

ان کا جو جواب دیا اس سے بھی انجیل کی اس تعلیم کی تائید ہوتی ہے، اُنھون نے انکو لکھا

> مین نہین، بلکہ خدا نکاح کرنے والون کو وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے مرد کو نہ چھوڑے

اور اگر چھوڑ دے تو یا بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرلے اور مرد بھی اپنی بی بی کو

• نہ چھوڑے۔ (کورنتھس ۷: ۱۰ و ۱۱)

انجیل متی کے مطابق معترضین نے زنا کو طلاق کی علت قرار دیا ہے، حالانکہ پولوس نے عورت کو بلا نکاح زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حالت مین بھی عورت نکاح کی پابند ہے، اسی فصل کی انتالیسوین آیت مین پولوس رسول کا ارشاد ہے کہ

جب تک عورت کا شوہر زندہ ہے وہ اُسکی نکاح کی پابند ہے، لیکن اگر اس نے آنکھین بند کرلین تو وہ آزاد ہے اور جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

اور اسمین انھون نے زنا یا کسی دوسری علت کو مستثنیٰ نہین قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے حالت زنا مین طلاق کی جو اجازت دی ہے، اس سے پولوس نے دائمی علٰحدگی کے معنی سمجھے ہین اور اس علٰحدگی کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا ہے،

اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا ہے تو وہ بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرے، اور مرد بھی اپنی عورت کو نہ چھوڑے۔

کیونکہ مصالحت صرف علٰحدگی کی صورت مین ہوسکتی ہے، فسخ نکاح کے بعد مصالحت کا امکان نہین ہے اور زنا کی حالت مین طلاق سے بھی علٰحدگی مقصود ہے،

پولوس رسول نے اہل رومیہ (۷: ۲ و ۳) کو جو خط بھیجا ہے، اسمین بھی نہایت وضاحت کے ساتھ اسی تعلیم کا اعادہ کیا ہے، ان دلائل کے ساتھ اگر ہم انجیل متی کی اُن نصوص کا جن سے فریق مخالف نے استدلال کیا ہے غور سے مطالعہ کرین تو ان دلائل کی قوت اور بھی بڑھ جاتی ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام نے اس انجیل کی پانچوین فصل مین شریعت جدیدہ (مذہب عیسوی) اور شریعت قدیمہ (مذہب موسوی) کا ان الفاظ مین مقابلہ کیا ہے،

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بی بی کو طلاق دے وہ اُسکو ایک طلاقنامہ لکھکر دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جو شخص حالت زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ اسکو زانیہ بناتا ہے اور جو شخص مطلقہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ اُسکے ساتھ زنا کرتا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی حالانکہ ابتدا مین اُسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے حالت زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

اور یہ دکھلایا ہے کہ اُنکی جدید شریعت نے موسیٰ کے قدیم مذہب کے اس نقصان کی تلافی کر دی ہے، اور نکاح کو بالکل سنت آلہی کے مطابق کر دیا ہے، لیکن اگر ہم فریق مخالف کی راے کے مطابق یہ تسلیم کرلین کہ حالت زنا مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی اجازت دی ہے تو متعدد وجوہ سے خود مذہب عیسوی، مذہب موسوی کے مقابل مین ناقص اور غیر مکمل قرار پائیگا، مثلاً

(۱) ایک دیانت دار عورت ایک بد اخلاق شخص کے نکاح مین ہے، وہ اگر اسکو ظلماً و عدواناً طلاق دیدے تو وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی، اور اسکو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، لیکن اُسکی راے کے مطابق طلاق کے بعد ایک زانیہ عورت کا پہلا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اور وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب مین زانیہ عورت کی حالت ایک پاکباز عورت کی حالت سے بہتر ہوگی جو بالکل عدل و انصاف کے منافی ہے،

(۲) موسوی مذہب نے زانیہ عورت کی سزا طلاق کے بجاے رجم قرار دی ہے، اور اسطرح اس مذہب نے جو عیسائی مذہب سے ناقص تر ہے زنا کے میلان کو روکا ہے، لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم کرلی جائے تو عیسائی مذہب نے حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیکر زنا کے میلان کو اور ترقی دی ہے اور اخلاقی حیثیت سے اپنا درجہ موسوی مذہب کے مقابل مین بالکل گھٹا دیا ہے۔

(۳) موسوی مذہب مین صرف مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا، لیکن اگر فریق مخالف کی راے تسلیم کر لی جاے تو عیسائی مذہب مین زنا کی وجہ سے عورت بھی اپنے شوہر کو طلاق دیسکتی ہے اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب نے طلاق کو موسوی مذہب سے بھی زیادہ عام اور وسیع کر دیا ہے، اور اسطرح موسوی مذہب عیسائی مذہب سے زیادہ کامل اور ترقی یافتہ قرار پاتا ہے،

(۴) ابتداے آفرینش مین کسی سبب یہانتک کہ زنا کی وجہ سے بھی رشتۂ نکاح کو نہین توڑا جاسکتا تھا چنانچہ خود مسیح علیہ السّلام نے فرمایا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے طلاق کی اجازت دی ورنہ ابتدا مین ایسا نہ تھا،

اس بنا پر اگر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ مسیح علیہ السّلام نے حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ انھون نے نکاح کا اعادہ اسکی اصلی وضع کے مطابق نہین کیا بلکہ اسکا درجہ اسکی قدیم حالت سے کم کر دیا، مسیح علیہ السلام کے ارشاد اور پولوس رسول کی تعلیمات کے علاوہ عیسائی مذہب کے اکثر پادریون اور اکثر عالمون کی تعلیم بھی یہی ہے کہ موت کے سوا کوئی چیز رشتۂ نکاح کو نہین توڑ سکتی، چنانچہ صاحب مضمون نے اکثر یونانی اور لاطینی پادریون کی تصریحات نقل کی ہین، اور اپنی راے کے مطابق انکی شرح کی ہے مثلاً ایک رومانی عورت نے جسکا نام فابیولا تھا زنا کی وجہ سے اپنے شوہر کو طلاق دیکر اس زمانہ کے تمدنی قانون کے مطابق دوسرا نکاح کر لیا تھا، اسکے متعلق پادری ایرونیموس نے فتوی دیا کہ اُس نے غلطی کی کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ حالت زنا کے علاوہ عورت کسی حالت مین طلاق نہین دیسکتی، لیکن اگر اس حالت مین طلاق دیدی تو اسکو غیر منکوحہ رہنا چاہیئے، شریعت مین مرد اور عورت دونون کا حکم ایک ہے، جو شخص کسی زانیہ عورت سے نکاح کر لیتا ہے وہ اسکے ساتھ یک قالب ہوجاتا ہی اسیطرح جو عورت کسی زانی سے نکاح کر لیتی ہے وہ اسکے ساتھ یک قالب ہوجاتی ہے، کیونکہ مسیح کی شریعت قیاصرہ کے قانون سے مختلف ہے، اور پاپیانوس کا حکم بعینہ پولوس کا حکم نہین ہے، ان لوگون نے

مردون کی باگ بالکل ڈھیلی کردی ہے، لیکن ہمارے نزدیک جو چیز عورتون کے لئے جائز نہین وہ مردون کے لئے بھی جائز نہین، اگر لوگ فابیولا کو اس بنا پر ملامت کرتے ہین کہ اس نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلیا تو مین نہایت آسانی کے ساتھ اسکی غلطی کا اعتراف کرتا ہون، کیونکہ فابیولا نے جائز سمجھکر ایسا کیا ہے، اور اسکو یہ معلوم نہ تہا کہ جب تک مرد زندہ ہے انجیل نے عورت کے لئے طلاق کو حرام قرار دیا ہے،

پادری اوغسطینوس نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کردیا ہے، انھون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اُسکے بعض فقرے یہ ہین:-

جس عورت کو شوہر سے علیحدگی کی حالت مین غیر منکوحہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علیحدگی کی آزادی کا سلب کرنا مقصود نہین بلکہ صرف نکاح کی ممانعت مقصود ہے،

رسول کے الفاظ جو بار بار گذر چکے اور بار بار ثابت کئے جاچکے ہین وہ نہایت صحیح اور واضح ہین، کوئی عورت دوسرے شخص کی بی بی نہین ہوسکتی جبتک وہ اپنے پہلے شوہر سے جدا نہوجائے اور پہلے شوہر سے بجز حالتِ زنا کے اسوقت تک جدا نہین ہوسکتی جب تک وہ مر نہ جائے، لیکن اگر عورت مرتکب زنا ہو تو اُسکو شوہر سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہیگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص مطلقہ عورت سے گو اسکی طلاق زنا کی وجہ سے ہو نکاح کرتا ہے وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے،

پادریون اور عالمون کے علاوہ قانون ساز جماعتون نے بھی اس تعلیم کو قانونی حیثیت سے قائم رکھا چنانچہ عیسائیت کے قرون اولی مین بسیرہ کی قانونی مجلس نے جو ۳۰۵ء مین منعقد ہوئی یہ دفعہ پاس کی،

اگر کوئی مومنہ عورت اپنے زانی شوہر سے علیحدگی اختیار کرکے دوسرا نکاح کرے تو اسکو لازمی طور پر روکنا چاہئے،

آرل کی قانونی مجلس نے جو ۳۱۴ء مین منعقد ہوئی یہ قانون پاس کیا،

جو نوجوان لوگ اپنی بی بیون کو لوٹ پائین ان پر دوسرا نکاح حرام ہے، مجلس کی خواہش ہے کہ جبتک انکی عورتین بقید حیات ہین گو وہ نابینہ ہون انکو نکاح نہ کرنے کی ترغیب دیجائے۔

اسی طرح صاحب مضمون نے نہایت کثرت سے قانونی مجلسون کے دفعات نقل کرکے اپنے دعوی کو ثابت کیا ہے، ان تصریحات کے علاوہ اخلاقی اور عقلی حیثیت سے بھی اس دعوی کی تائید ہوتی ہے، فرض کرو کہ ایک مرد اور ایک عورت مین عاشقانہ تعلقات قائم ہین، اور یہ تعلقات اسقدر بڑھ گئے ہین کہ دونون باہم نکاح پر آمادہ ہوگئے ہین، لیکن دقت یہ ہے کہ دونون کا پہلے سے نکاح ہوگیا ہے، اب اگر ہم زنا کو طلاق کی علت تسلیم کرلین تو کیا ان دونون کو اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانے مین کوئی تامل ہوگا؟ لیکن اگر ان دونون کو یہ یقین ہوجائے کہ اس روسیاہی کے بعد بھی انکو پہلے نکاح سے چھٹکارا نہین ہوسکتا تو انکی آتش شوق بجھ جائیگی، اور دونون اپنی عصمت و عفت کا تحفظ کرینگے اور اسطرح طلاق کی عام ممانعت اخلاق اور نکاح دونون کی محافظ ہوگی۔

اسی طرح فرض کرو کہ دو میان بی بیون مین ناچاقی رہتی ہے، اب اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ ایک صورت (زنا) ایسی ہے جو انکو اس عذاب سے نجات دلاسکتی ہے تو انکی باہمی دشمنی اور بھی ترقی کریگی، لیکن اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ موت کے سوا کوئی چیز انکو اس مصیبت سے نجات نہین دلاسکتی، تو وہ تمام تکلیفون پر صبر کی عادت ڈالین گے، ان کا بغض کم ہوجائیگا اور الفت و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرینگے، اسطرح طلاق کی اجازت بغض و عداوت کا سبب ہوگی اور اسکی ممانعت الفت اور محبت پیدا کریگی،

موسیو ژول سیمان نے جو کسی مذہب کا پابند نہ تھا اپنی کتاب حریت مدنیۃ مین کسقدر سچ لکھا ہے۔

تم لوگون نے ایک ایسا طریقہ قائم کیا ہے جو ناجائز محبت کو جائز بلکہ شرعی بناتا ہے، اور یہ طریقہ طلاق کا ہے، کیا تم کو یہ نظر نہین آتا کہ ایک شخص جسکا نکاح ہوچکا ہے، طلاق کی امید پاتے نوزائیدہ

عشق کی آگ کو بجھا نہین سکتا، لیکن اگر نکاح ثانی کی آزادی قائم نر ہے تو اسکی مقصد برآری نہایت دشوار ہوجائیگی۔

ان دلائل کے بعد اگرچہ یہ یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ عیسائی مذہب مین طلاق کی عام ممانعت ہے، تاہم اسی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے یقینی مسئلہ کے متعلق تمام عیسائی دنیا کیونکر ایک عام غلط فہمی مین مبتلا ہوگئی؟ اور غیر کیتھولک لوگون نے کیونکر حالت زنا مین طلاق کو جائز کرلیا؟ لیکن اسی مسئلہ کی تخصیص نہین، اکثر شرعی مسائل کا یہ حال ہے کہ جب وہ جذبات انسانی کے موافق یا مخالف ہوتے ہین تو ان مین اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہین، نکاح اور طلاق کا مسئلہ جذبات انسانی کی سب سے بڑی جولانگاہ تھا، اسلئے دنیوی اغراض نے اس مسئلہ کی اصلی صورت مسخ کردی، اسکے ساتھ خود متی کی انجیل مین اس قسم کی آیتین موجود ہین جنکو اگر دوسری انجیلون کی آیتون سے الگ کرلیا جائے اور علماء نے جو تعلیم دی ہے، اور پادریون نے انکی جو تفسیرین کی ہین انکو پیش نظر نہ رکھا جائے تو وہ اس مقصد کے لئے دلیل کا کام دیسکتی ہین، اس بنا پر اس غلطی نے اور بھی وسعت حاصل کرلی،

تغیر و تحریف کے ان اسباب کے ساتھ جسوقت سلاطین روم نے عیسائی مذہب قبول کیا اُسوقت بت پرست قومین نہایت کثرت سے اُن کے ملک مین موجود تھین، جنکا مذہب اکثر حالات مین طلاق کی اجازت دیتا تھا، چونکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی قوم کے رسم و رواج مین دفعۃً تبدیلی نہین پیدا کی جاسکتی، اِسلئے ان سلاطین نے ان قومون کے ان شرعی معاملات مین جو انجیل کے مخالف تھے، نہایت تدریجی طور پر دست اندازی کی، بالخصوص طلاق و نکاح کے معاملہ مین تو اور بھی احتیاط مدنظر رکھی، اِسلئے طلاق کے متعلق یہ بت پرستانہ رسم قائم رہ گئی، اور تقرب شاہی کی بنا پر بعض پادریون نے بھی سہل انگاری سے کام لیکر اسکو اور مستحکم کردیا، لیکن باین ہمہ اگرچہ یہ رسم عیسائی ممالک مین جاری ہوگئی، تاہم اسکو قانونی درجہ کبھی حاصل نہین ہوا، چنانچہ مانسل جو ایک مشہور پروٹسٹنٹ

قانون دان ہے، لکھتا ہے:۔

کینسہ انگلیکانہ نے میان بی بی کے ایک ساتھ نہ کہانے اور سونے کے سوا دوسرے قسم کے طلاق کو منظور نہین کیا اور دوسرے نکاح کو صراحتہً حرام قرار دیا،

اس مذہبی اور تاریخی سوال کے علاوہ ایک اخلاقی اور معاشرتی سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، فرض کرو کہ زید نے عنفوان شباب مین ایک نوجوان عورت سے شادی کی، اور اس عورت کو نکاح کے بعد دوسرے شخص سے ناجائز محبت ہو گئی، یا ایک شریف عورت نے ایک نوجوان سے نکاح کیا جس نے اس سے منافقانہ محبت کا اظہار کیا، حالانکہ درحقیقت اسکو اس سے محبت نہ تھی، بلکہ اس نے عورت کی مال و دولت کی طمع سے ایسا کیا تہا، چنانچہ جب وہ عورت کے مال و متاع پر قابض ہو چکا تو اس نے اس سے عملاً علحدگی اختیار کر لی، تو کیا عدل و انصاف کا یہ اقتضار ہے کہ اس ناگوار حالت مین یہ دونون مرد اور عورت ہمیشہ کے لئے ناگوار زندگی بسر کرلینے کا فیصلہ کرلین؟ کیا اس حالت مین دونون کے دل مین ناجائز خواہشین نہ پیدا ہونگی؟ اور اگر ہونگی تو کیا یہ مناسب نہین ہے کہ شریعت انکو طلاق کا اختیار دیدے تاکہ وہ دوسرا نکاح کر کے جائز طور پر اپنی خواہشین پوری کر سکین؟

یہ سوال بے شبہہ نہایت واضح اور قوی ہے، لیکن اسکے جواب سے پہلے ہمکو یہ بتادینا چاہیئے کہ نکاح کا معاملہ نہایت اہم ہے، اسلئے انسان کو اس معاملہ مین سب سے زیادہ غور و فکر، بحث و تحقیق اور جانچ پڑتال کرلینی چاہیئے اگر اس قسم کے ناگوار واقعات میان بی بی کی سہل انگاری، بے پروائی اور بدتدبیری سے پیش آئے ہین، تو اسمین شریعت کا کیا قصور ہے؟ یہ خود انسان کی غلطی ہے اور اسکو اپنی غلطی کا خمیازہ اُٹھانا چاہیئے، البتہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جو کافی غور و فکر اور حزم و احتیاط کے بعد نکاح کرتے ہین، اور باین ہمہ انکو بعض اوقات اس قسم کے ناگوار واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے

اس سوال کا اصلی تعلق انہی لوگون کے ساتھ ہے، اور درحقیقت انکی یہ مصیبت ہمدردی کی مستحق ہے، لیکن بااین ہمہ یہ ایک خاص مصیبت ہے، اور عام نقصان کے مقابل مین خاص خاص اشخاص کے نقصانات قابل لحاظ نہین ہوتے، صرف شریعت ہی کی تخصیص نہین بلکہ عام تمدنی قانون مین بھی اس اصول کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مثلاً حکومت عام فائدہ کے لئے جب کوئی قانون نافذ کرتی ہے اور اس سے خاص خاص اشخاص کو نقصان پہنچتا ہے تو نفع عام کے لئے وہ لوگ مجبوراً اس نقصان کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہین، مسئلہ طلاق کا بھی یہی حال ہے، اگر حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیدی جائے تو سیکڑون مرد و عورت ناجائز عاشقانہ تعلقات کی بناپر اس سے فایدہ اُٹھائینگے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاقی اور معاشرتی نظام کا شیرازہ دفعتہً برہم ہوجائیگا آج ولایات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کو طلاق کی کثرت نے سخت پریشان کر رکھا ہے، اور اسکے اثر سے نسل انسانی مین کمی ہورہی ہے، وہ اسکے روکنے کی تدبیرین کر رہے ہین، لیکن انجیل مقدس نے جو حکم دیدیا ہے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین ہے، اس بناپر اگر اس قسم کے ناگوار واقعات پیش آئین تو ان مین اس دائمی علٰحدگی کے سوا جسکا انجیل نے حکم دیا ہے اور کوئی علاج نہین، خود تمدنی قانون کے رُو سے سپاہیون کو نکاح سے روکا جاتا ہے، یا ان کو بی بیون سے جدا کرکے لڑائی مین بھیجدیا جاتا ہے، ایک مجرم بھی حالت قید مین اپنی بی بی سے علٰحدہ رہتا ہے، اور ان حالتون مین قانون پر کوئی اعتراض نہین کیا جاتا، اسی طرح اگر شریعت نے نفع عام کے لئے ایک حکم دیا ہے، اور بعض لوگون کو اس سے نقصانات پہنچتے ہین تو شریعت پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا،

پادری موصوف نے اس مسئلہ پر جو مضمون لکھا ہے، یہ اُسکا خلاصہ ہے، لیکن درحقیقت یہ جو کچھ ہوا، اور جو کچھ ہورہا ہے وہ خود عیسائی مذہب کی غیر معتدل تعلیم کا نتیجہ ہے، نکاح کلیسا کا ایک مقدس راز سہی، لیکن بااین ہمہ زن و شو کی اجتماعی زندگی مین بہت سے تلخ و ناگوار واقعات ایسے پیش آتے ہین جنین

طلاق ایک ناگزیر چیز ہوجاتی ہے، لیکن عیسائی مذہب مین طلاق کلیتہً ناجائز تھی، اِسلئے بعض فرقون نے انجیل کی مبہم آیتون کا سہارا ڈھونڈھ کران ناگوار حالات مین صرف زنا کی حالت مین طلاق کی اجازت دی، لیکن جب یہ دروازہ کھل گیا تو جدید تمدن نے اُسکو اور وسیع کردیا، اور چونکہ ہرقسم کے ناگوار معاشرتی واقعات کی صورت مین صرف یہی ایک الزام عیسائیون مین جواز طلاق کی قانونی اور شرعی صورت تھی، اس لئے عدالتون مین اس کثرت سے اس شرمناک طلاق کے متعلق مقدمات دائر ہوئے کہ تمام عیسائی دنیا کی گردنین جھک گیئن، اور مدبرانِ ملک تک اس حالت سے گھبرا گئے، پادری موصوف نے اس مضمون کے ذریعہ سے انہی شرمناک مقدمات کا سدباب کرنا چاہا ہے، لیکن واقعات ثابت کر رہے ہین کہ اُنکی یہ کوشش ناکامیاب رہی ہے، اور درحقیقت جو تعلیم تمدن و معاشرت کے خلاف ہے وہ کبھی کامیاب نہین ہوسکتی،

حقیقت یہ ہے کہ طلاق اس فساد معاشرت کا علاج ہے جسکے روک تھام کے لئے انسان کے ہاتھ مین کوئی دوسری تدبیر نہین، سوال یہ ہے کہ اگر عیسائی طلاق کا صرف یہی مفہوم ہے کہ بیوی کی بے وفائی کی حالت مین زن وشوہ مین دائمی تفریق کردیجائے۔ اور بطور سزا کے ان مین سے کسی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیجائے تو ایسی حالت مین پہلے تو یہ بتانا چاہیئے کہ مرد کو کس جرم کی پاداش مین یہ سزا ملتی ہے، اور دوسرے یہ کہ عورت کی جس اخلاقی بے وفائی کو روکنے کے لئے آئندہ نکاح کی ممانعت کے ساتھ زن وشو کی دائمی مفارقت کی تدبیر اختیار کیگئی ہے کیا اس سے اس بداخلاقی کا انسداد ہوگا، یا اس سے بھی زیادہ انسانی سوسائٹی کی بداخلاقیون کے اعداد وشمار مین ترقی ہوجائیگی۔

اورینٹیل کانفرنس

کا

گذشتہ جلسۂ کلکتہ

از جناب مولوی محفوظ الحق صاحب بی اے

گذشتہ جنوری ۲۲ء کی آخری تاریخون مین "مجلس مستشرقین ہند" کا جو اجلاس کلکتہ مین منعقد ہوا، رسائل کو چھوڑکر اخبارات تک مین بھی اسکا تذکرہ برائے نام ہی آیا، حالانکہ اسکی اہمیت ہماری خاص توجہ کی محتاج تھی، ہم نے اس اجلاس کی مجمل کاروائی اخبار علمیہ کے تحت مین لکھی ہے، گر بہرحال وہ نقل ہے، اس بنا پر ہم مولوی محمد محفوظ الحق صاحب کے شکر گذار ہین کہ اُنھون نے کانفرنس کے چشمدید حالات لکھکر ہمین عنایت کئے ہین، ولیس الخبر کالعیان،

ہندوستان کی مشہور اورینٹیل کانفرنس جسکا پہلا جلسہ پونا مین سر آر، جی بھنڈارکر کے زیر صدارت منعقد ہوا تہا، امسال جنوری کے آخری ہفتہ مین کلکتہ مین منعقد ہوئی، کلکتہ یونیورسٹی کے فاضل وائس چانسلر سر آسوتوش مکرجی نے اس کانفرنس کو مدعو کیا تہا، اور وہ نہین سکے ایما پر اسکا جلسہ یونیورسٹی کی عمارت مین منعقد ہوا، ہندوستان کے اکثر مستشرق اسمین موجود تھے، اور مختلف صوبون، ریاستون اور علمی انجمنون نے اپنے نمایندے بھیجے تھے، جہانتک معلوم ہوا دو ہائی سو ڈیلیگیٹ کے قریب شریک ہوئے، اور اُن مین مسلمانون کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔

پہلا اجلاس ۲۸-جنوری ۲۲ء کو ۱۱ بجے دن کے شروع ہوا، لارڈ رونلڈشے گورنر بنگال نے بحیثیت سرپرست کے اپنی طویل تقریر سے اس کانفرنس کا افتتاح کیا جسمین کانفرنس کے کارنامون کو

سر آ ہا اور پھر امید دلائی کہ آگے چل کر یہ کانفرنس مشرق و مغرب کا سنگم ہوگی، اسکے بعد سر آسوتوش کرجی مسند تقریر پر آئے اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ ایک طویل لیکن پر مغز تقریر کی اُنہون نے مختلف مشرقی علوم و فنون کو لیا، اور ان شعبون مین جن مستشرقون نے کارہاے نمایان انجام دیئے ہین، اُنکی تعریف کی، اور آخر مین اس امر پر زور دیا کہ ابھی تحقیق کی بہت ضرورت ہے، اور جبتک کہ ہندوستانی مستشرق جدید علمی تحقیقات سے کام نہ لین گے اسوقت تک وہ خاطر خواہ کامیابی نہین حاصل کرسکتے، اس تقریر کے بعد صدر کا انتخاب ہوا اور حسب امید مشہور فرانسیسی مستشرق اور ماہر علوم ہند ڈاکٹر سلوین لیوی کرسی صدارت پر بیٹھے، اور اپنا مختصر خطبۂ صدارت پڑھا، انکی تقریر کے بعد افتتاحی کاروائی ایک بجے دن کو ختم ہوئی،

دن کے ڈھائی بجے کلکتہ کے مشہور رئیس راے بہادر رسنی لال ناہر نے ڈیلیگیٹون کو اپنے گھر پر مدعو کیا تہا، وہان سامان دعوت کے علاوہ علمی ضیافت کا بھی نہایت عمدہ سامان تہا، راے بہادر موصوف نے اپنے علمی ذخائر کو نمائش کے لئے پیش کیا تہا جنمین عہد مغلیہ کی قلمی تصویرین بہت نمایان تہین، اور بعض تاریخی نقطۂ نظر سے خاص طور پر دلچسپ تہین، ان تصاویر کے علاوہ غیاث الدین تغلق، فیروز تغلق اور دیگر سلاطین ہند کے طلائی اور نقرئی سکون کا بھی کافی ذخیرہ تہا، اسکے علاوہ جین مت کی بہت سی قلمی کتابین تہین، پرانے سکے تھے، اسوکا کے عہد کی مورتین تہین اور نقاشی و صناعی کے بعض جدید نمونے تھے،

شام کے وقت بنگلہ زبان کی علمی سوسائٹی نے مہمانون کو اپنے ہان مدعو کیا، اور قلمی بنگلہ کتابون کو نمائش کے لئے پیش کیا۔

دوسرے دن کی کاروائی اسطرح شروع ہوئی کہ کانفرنس کو مختلف شعبون مین تقسیم کر دیا گیا اور ہر شعبہ کا جلسہ ایک جدا صدارت کے ماتحت مختلف کمرون مین علحدہ علحدہ ہوا، اور اس دن علم الاقوام،

سنسکرت و پراکرت، ویدک و ایرانین اور آرکیلاجیکل سکشن کے جلسے ہوئے، آخرالذکر شعبہ کا جلسہ بہت کامیاب رہا، لیکن افسوس ہے کہ ان ۲۴ مضامین مین جو اس جلسہ مین پڑہے گئے، ایک مضمون بھی کسی مسلمان کے قلم سے نہ تہا اور نہ کسی مسلمان نے اس شعبہ کی کارروائیون مین کوئی حصہ لیا، حالانکہ بعض مسلمان ماہر آثار قدیمہ اس جلسہ مین موجود تھے، اور وہ یقیناً بول سکتے تھے، لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ برابر خاموش رہے، اور گو اس امر پر بحث بھی ہی کہ مسلمانون سے پہلے ہندوستان مین گنبد کا رواج تہا یا نہین، لیکن اسپر بھی ان حضرات کا سکوت برابر قائم رہا، اور وہ گویا ہوئے، اس بحث کی ابتدا مسٹر جیسوال (بیرسٹر پٹنہ) کے ایک مضمون سے ہوئی جسمین اُنھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ گنبد کا رواج قدیم ہندوستان مین تہا، اور یہ خیال کہ یہ اسلامی یادگار ہے غلط ہے، اپنے دعوی کے ثبوت مین مسٹر جیسوال نے اپنے ایک جدید انکشاف کا حال بتایا جو بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، لیکن کشمیر و پنجاب کے بعض ہندو ماہرین آثار قدیمہ نے اعتراضات کئے، اور ان کے نظریہ کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کی لیکن مسٹر جیسوال کی تیز زبانی کے آگے انکی بات نہ بنی اور جلسہ پر مسٹر جیسوال کی کامیابی کا اثر چھایا رہا ۔

ویدک اور ایرانین زبانین اور علوم چونکہ ایک حد تک متحد ہین، اسلئے اُنکے جلسے بیک وقت ایک ہی گروہ مین ہوئے اول الذکر کے صدر ڈاکٹر بلوار کر تھے، اور آخرالذکر شعبہ کی صدارت بمبئی کے فاضل مستشرق شمس العلما ڈاکٹر جیون جی جمشید جی پی ایچ ڈی سی ائی ای نے فرمائی، آخرالذکر سکشن مین چھ مضامین آئے تھے لیکن ان مین سے دو نہین پڑہے جا سکے، بقیہ مضامین زیادہ تر قدیم پارسی لٹریچر اور فیلالوجی سے متعلق تھے، اسلئے عام دلچسپی کے نہ تھے، البتہ ذیل کے مضامین خاص توجہ سے سُنے گئے :-

(۱) کرنا اور اسکے متعلق ایرانی خیال ۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۲) اسکندر اعظم کے ہاتھوں قدیم ایرانی لٹریچر کی تباہی۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۳) پارسی روایتین فارسی مین "

افسوس ہے کہ ہر مضمون کے پڑہنے کے لئے صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا تہا، اور پانچ منٹ بحث و مباحثہ کے لئے، اسلئے اس کم وقت مین ان طویل مضامین کا اقتباس بھی نہین پیش کیا جاسکتا تہا، بہرکیف! یہ مضامین جب کانفرنس کی رپورٹ مین شایع ہونگے تو یقین ہے کہ خاص دلچسپی سے پڑہے جائینگے۔ حق تو یہ ہے کہ اس شعبہ کے روح و روان صرف دو شخص تھے، ایک تو ڈاکٹر مودی اور دوسرے ڈاکٹر ملٹ ناراپوروالا، شکر ہے کہ اس شعبہ مین سلمانون کی تعداد کافی تھی اور اُنھون نے اس سے واقعی اپنی دلچسپی کا اظہار کیا،

اسکے ساتھ ساتھ دوسرے کمرون مین علم الاقوام اور سنسکرت و پراکرت لٹریچر کے جلسے ہوئے، اول الذکر شعبہ مین چودہ اور آخرالذکر مین سترہ مضامین پڑہے گئے، اور حسب امید دونون شعبون مین سلمانون کا نام ندارد تہا۔

تیسرے دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی، اور آرکیلاجیکل سکشن (شعبۂ آثار قدیمہ) کا جلسہ آج بھی کامیاب رہا، آج جو مضامین پڑہے گئے وہ ہمارے نقطۂ نظر سے کسی خاص دلچسپی کے نہ تھے، صرف ایک مضمون جو مسٹر ساہا نے پڑہا اور جسمین اُنھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ دیوناگری حروف عربی سے ماخوذ ہین بڑی دلچسپی سے سُنا گیا، اور اُسپر بحثین بھی خوب رہین، مسٹر ساہا نے ایک نقشہ بھی پیش کیا جسمین اُنھون نے یہ دکہایا تہا کہ کسطرح عربی خطوط مسخ کرکے دیوناگری بنائے گئے ہین واقعہ یہ ہے کہ اس نقشہ کو دیکھکر اور ان کے دلائل کو سُن کر اکثر لوگون کو مسٹر ساہا کے دعوی کا یقین ہوگیا، اور اگرچہ بعض قدامت پرست ہندو حضرات نے ان پر نہایت سخت اعتراضات بھی کئے، لیکن مسٹر ساہا نے جو بین دلائل پیش کئے، انکے مقابلہ مین وہ اعتراضات بہت پست تھے، افسوس ہے کہ

مین مجلت مین مسٹر ساہا کے نقشہ کی نقل نہ لے سکا، لیکن اگر موقع ملا تو انشاء اللہ اسکی ایک نقل ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کرونگا۔

آج سیاسی تاریخ، اجتماعی و تاریخی شعبہ اور فلسفہ و مذہب سکشن کے جلسے بھی ہوئے اور بہت کامیاب رہے، لیکن مسلمانون کا فقدان ہر جگہ تہا، یہ چیزین ایسی ہین جنکے متعلق ہمارے مسلمان اہل قلم، قلم اُٹھا سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی اور یہ جلسے انکی عدم توجہی کے شاہد رہے،

شام کے وقت ڈیلیگیٹون کو انڈین سوسائٹی آف اورینٹیل آرٹ کی نمائش مین مدعو کیا گیا تہا، یہان زمانۂ حال کے تمام نقاشون کے ہاتہہ کی تصویرین موجود تہین، لیکن بنگالی عنصر غالب تہا، واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر رابندر ناتہہ ٹگور اور گگندر ناتہہ ٹگور نے نقاشی کا جو "قومی اسکول" قائم کیا ہے اُسکا پایہ اب بہت بلند ہوگیا ہے، اور یورپین ماہرون کی نظرین بھی اسپر پڑنے لگی ہین، اس نمائش مین ڈاکٹر ٹگور کے ہاتہہ کی بہت سی تصویرین تہین، منجملہ اُنکے اورنگ زیب کی ایک تصویر بھی تھی جو مسٹر جسٹس پی آر داس (پٹنہ) کے ہاتہہ ڈہائی ہزار روپیہ کو بک چکی تھی، اسکے علاوہ زیب النساء، شیخ سعدی، اور زیب النساء کی تصویرین جو اسی نقاش کے دماغ و قلم کا نتیجہ ہین نہایت اعلی تہین، انکے علاوہ عمر خیام کی بعض رباعیون کو بہت سے نقاشون نے تصویر کا جامہ پہنایا تہا، اور گو ان مین یورپین نقاشی کا اثر ایک حد تک موجود تہا، لیکن مشرقی رنگ بھی کچھ کم شوخ نہ تہا، اس سال کی نمائش مین اکثر نقاشون نے اپنے ہاتھ کی تصویرین نہ بھیجی تہین، اور ان مین دس بنگالی خواتین بھی تہین، لیکن اس طویل فہرست مین ہمین صرف دو مسلمان نظر آئے، ایک تو لاہور کے مشہور آرٹسٹ عبدالرحمن چغتائی اور دوسرے لکھنؤ کے سمیع الزمان، اول الذکر نے اپنی بہت سی تصویرین بھیجی تہین، اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ٹگور کے ہمرنگ تھین، ایک تصویر جسمین شاہجہان کی آخری گھڑیون کا منظر پیش

کیا گیا تہا، اور جسکی قیمت پندرہ سو روپیہ تھی، واقعہ یہ ہے کہ نقاشی کا اعلیٰ نمونہ تھی، لیکن اور تصویرین بھی جنمین حسن وعشق کے مناظر، یا جذبات وحسیات کی کیفیات پیش کی گئی ہین، اپنے رنگ مین نرالی اور قابل تعریف ہین، لیکن اسکے برخلاف سمیع الزمان کی تصویرین معمولی تہین صرف "شکارگاہ" کا ایک منظر البتہ دلچسپ تہا، لیکن وہ بھی کسی مغل تصویر کا چربہ معلوم ہوتا تہا۔

یہان کی سیر کے بعد کلکتہ کے مشہور عجائب خانہ کی سیر ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ عجائبات کا جو ذخیرہ یہان فراہم ہے، وہ ہر طرح قابل تعریف ہے، صرف عہد مغلیہ کی قلمی تصویرون کو اگر دیکھا جائے، اور ان کے متعلق کچھ لکھا جائے تو وہ ایک دفتر ہو جائے، یہان مختلف عہدون کے جو سکے فراہم کیے گئے ہین وہ ہندوستان کے کسی اور عجائب خانہ مین آپکو نہ ملین گے، ان سکون کی فہرست چھپکر شایع ہو چکی ہے، اور اسلامی سلاطین ہند کے سکون کی فہرست تیس روپیہ کو مل سکتی ہے، جو لوگ مسلمان سلاطین ہند کے سکون کے متعلق تحقیق کر رہے ہین وہ اس فہرست سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہین اور بعض مشتبہ باتون کے متعلق اس شعبہ سے خط وکتابت بھی کر سکتے ہین،

شب کے وقت ہز اکسلنسی گورنر بنگال کے یہان کانفرنس کے مہمانون کی دعوت تھی یہان ٹگور کے مشہور کھیل "پوسٹ آفس" کا تماشہ دکھایا گیا جو خاص دلچسپی سے دیکھا گیا۔

چوتھے دن کی کاروائی بھی دس بجے شروع ہوئی، کل کے بعض ناتمام جلسے آج ہوئے اسکے علاوہ بدھ، سائنس، قدیم جغرافیہ اور علم اللسان کے شعبون کے جلسے بھی ہوئے، اول الذکر تین شعبون مین مسلمانون کا نام صفر تہا، صرف آخر الذکر سکشن مین ایک مسلمان سنسکرت دان مولوی محمد شہید اللہ ایم، اے، بی ال نے سنسکرت فیلالوجی کے متعلق دو مضمون پڑہے۔

آج ہی عربی وفارسی شعبہ کا بھی جلسہ تہا، لیکن ہماری بدبختی دیکھیے کہ اسکی صدارت کے لئے ارباب حل وعقد نے چنا بھی تو ایک انگریز کو، یعنی لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر رنیکنگ اکیا کانفرنس والون کی

نظر مشہور فضلا و ڈاکٹر عبد اللہ المامون سہروردی، ڈاکٹر اقبال یا ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (صدر جامعہ عثمانیہ) پر نہ پڑی یا اُنھون نے عمداً ایسا نہین کیا، اسوقت ہمین ڈاکٹر رینکنگ کی قابلیت سے بحث نہین، بلکہ اختلاف اس اصول سے ہے جسکی بنا پر اُن کا انتخاب عمل مین آیا، آپ مختلف شعبون کے صدرون کی فہرست اُٹھا کر دیکھہ جایئے ہر جگہ آپکو ہندوستانی نام نظر آئیگا، لیکن عربی و فارسی کے ساتھ یہ خصوصیت اس امر کا ثبوت ہے کہ کانفرنس ہملوگون کو اس لائق بھی نہین سمجھتی کہ ایک مسلمان کرسی صدارت پر بیٹھے یا اپنے علوم و فنون کے متعلق تو کم از کم اپنی راے کا اظہار کرے، بہر کیف یہ نظارہ عبرت تہا، اور واقعی ہر دیکھنے والے کو حیرت تھی کہ دروازہ پر تو لکھا ہے "عربی و فارسی سکشن" اور اسکی صدارت کر رہا ہے ایک انگریز، اور یقیناً دیکھنے والے یہی سمجھتے ہونگے کہ اسلامی علوم و فنون کی نوبت اب یہانتک پہنچگئی ہے کہ کوئی مسلمان اس شعبہ کی بھی صدارت کا اہل نہین سمجھا جاتا، افسوس!

بہرحال عربی و فارسی شعبہ مین کل آٹھہ مضامین آئے تھے جنمین سے دو ہندوؤن کے قلم سے تھے ایک پارسی نے لکھا تہا اور ایک انگریز نے، بقیہ چار مسلمانون کے قلم سے تھے، چونکہ یہ مضامین خاص دلچسپی کے ہین اسلئے ہین اُنکے متعلق ذرا وضاحت سے لکھتا ہون:-

پہلا مضمون مسٹر صلاح الدین خدا بخش بیرسٹر ایٹ لا ابن مولوی خدا بخش خان مرحوم (بانکی پور) کا تہا جسمین اُنھون نے "اسلام کے عالمِ نو" پر ایک دلچسپ بحث کی تھی، اور اسلام کے لئے ایک شاندار مستقبل کی اُمید دلائی تھی، مسٹر صلاح الدین اُن چند لوگون مین ہین جنکی انگریزی تحریر قابل رشک ہے اور حق یہ ہے کہ جس انداز سے اُنھون نے اپنا مضمون پڑہا وہ قابل تعریف تہا، یہ مضمون یورپ کے ایک رسالہ مین چھپ کر عنقریب شایع ہوگا اور اُمید ہے کہ عالم اسلام مین خاص دلچسپی سے پڑہا جائیگا۔

دوسرا مضمون میسور یونیورسٹی کے ایرانی پروفیسر مسٹر عباس شوستری نے "تصوف کی تاریخ" پر پڑہا، گو اسمین بعض نئی باتین نہین لیکن چند امور قابل اعتراض بھی تھے، مثلاً اُن کا یہ خیال کہ تصوف کی تاریخ ولادت مسیح کے قبل سے ڈھونڈھنی ہوگی وغیرہ،

تیسرا مضمون بمبئی کے فاضل مستشرق، شمس العلماء ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے پڑہا جسکا موضوع تہا "فارسی شاعر حافظ کا اثر جرمن شاعر گیٹے پر" یہ مضمون نہایت دلچسپی سے سُنا گیا، فاضل مضمون نگار نے گیٹے اور حافظ کے کلام کا انتخاب پیش کرکے دکہایا کہ اول الذکر نے آخرالذکر کے خیالات اور مضامین کسطرح اخذ کرکے اپنے کرلئے ہین، اسکے علاوہ اُنہون نے بتایا کہ گیٹے کے مجموعۂ کلام کا نام "دیوان" ہے اس نے حافظ کو اچھی طرح پڑہا اور اسکو خوب سمجھا تہا اسلئے وہ بھی اسی رنگ مین رنگ گیا، اور شراب، ساقی، بزم، معشوق، وصل، ہجر وغیرہ کے متعلق نظمین لکھنے لگا، پھر اُنہون نے کہا حق تو ہے کہ حافظ کی رُوح گیٹے کے کلام مین موجود ہے، یہ مضمون نہایت فاضلانہ ہے، اور اس لائق ہو کہ جلد سے جلد چھاپ کر شائع کیا جائے۔

چوتہا مضمون مسٹر ساہا کا تہا، ان کا موضوع تہا "امریکہ کے انکشاف کی شہادت قرآن شریف سے"۔ اس مضمون کے متعلق شروع ہی سے چہ میگوئیان ہورہی تہین، اور لوگون کو اسکے سُننے کا بیحد اشتیاق بھی تہا، چنانچہ جب ڈاکٹر ساہا آئے تو تالیون سے اُن کا استقبال کیا گیا، اُنہون نے اپنا مضمون شروع کیا اور قرآن شریف کی مختلف آیتون سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا لیکن افسوس ہے کہ وہ اُسکو ختم نہ کرسکے، اور وہ آخری ٹکڑا جو مضمون کی جان تہا اور جسمین اُنہون نے تمام شہادتون کو اکہٹا کرکے اس سے نتائج مستنبط کئے تھے ناتمام رہگیا، اور اسطرح لوگون کا اشتیاق پورا ہو سکا، مین اس مضمون کے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہون اگر مل گیا تو انشاء اللہ اُسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے پیش کرونگا۔

پانچوان مضمون جناب حافظ نذیر احمد صاحب (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) کا "عبد الرحیم خانخانان کے کتب خانہ" پر تہا، چونکہ حافظ صاحب موصوف ہندوستان کے اکثر کتبخانون کی سیر کر چکے ہین، اسلئے اُنھون نے ان کتابون کی بھی فہرست پیش کی ہے جو پہلے خانخانان کے کتبخانہ مین تہین، لیکن اب ہندوستان کے متفرق کتبخانون مین منتشر ہین، اور جو حافظ صاحب موصوف کی نظر سے گذر چکی ہین، اگر حافظ صاحب اس مضمون کو اُردو مین شایع کردین تو خاص دلچسپی سے پڑہا جائے ۔

چہٹا مضمون مولوی عبد اللطیف صاحب (راونشا کالج کٹک) کا تہا جسمین اُنھون نے ہندوستانی یونیورسٹیون کی عربی و فارسی تعلیم پر تنقید کی تھی، یہ مضمون ایسا ہے جس سے ہماری یونیورسٹیان بہت کچھ مستفید ہو سکتی ہین،

ساتوان مضمون علی گدہ مسلم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر (جنکا نام غالباً ڈاکٹر ہتورٹن ہے) کا تہا، جسمین انھون نے یمن کے چشمدید حالات بیان کئے تھے، اور اہل یمن کے حالات اور رسوم ورواج کے علاوہ اُنکے بعض عقاید پر روشنی ڈالی تھی جو واقعی حیرت انگیز تھے،

آٹھوان مضمون (جدید شایع شدہ "حیات شیرشاہ" (انگریزی) کے نوجوان مصنف پروفیسر قانونگو کا "عہد ہمایون کے جاگیر" پر تہا، لیکن انکی عدم موجودگی کے سبب پڑہا نہ جاسکا، گو ہمین حیرت ہے کہ تاریخی شعبہ کو چہوڑ کر اس مضمون کو عربی و فارسی شعبہ مین کسطرح داخل کردیا گیا ۔

آج کا جلسہ ایک بجے ختم ہوا، اور عصر کے وقت کلکتہ کی مشہور عمارت وکٹوریہ میموریل کی سیر ہوئی، ور وہان کی دلچسپ چیزون کے دیکھنے کا موقع ملا، یہان عربی و فارسی کی نایاب قلمی کتابون کا بھی ذخیرہ ہے، اور انشاء اللہ اُن کا تفصیلی حال کسی اور موقع پر بیان کرونگا، شام کے وقت ہندوستانی موسیقی سے مہمانون کو مسرور کیا گیا اور شب کے وقت سنسکرت ڈراما دکہایا گیا،

پانچوین دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی اور مختلف شعبون مین جو مضامین

باقی رہ گئے تھے وہ تمام کئے گئے، تین بجے ایک عام جلسہ ہوا اور منجملہ اور امور کے یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ سنسکرت و عربی کی طرح گورنمنٹ فارسی کے لئے بھی اسٹیٹ اسکالرشپ یورپ جانے کے لئے دے، اس تجویز کی تحریک ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (حیدرآباد) نے، اور تائید ڈاکٹر تاراپوروالا نے کی جو بالاتفاق منظور ہوئی،

شام کے وقت مولوی عبدالحق صاحب بی، اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو حیدرآباد دکن کی تقریر "زبان اُردو" پر کلکتہ کے مشہور مسلم انسٹیٹیوٹ مین ہوئی، اس جلسہ کی صدارت نواب نصیر حسین خان خیال نے فرمائی،

شب کے وقت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا سالانہ جلسہ ہوا، ڈلیگیٹ یہان بھی مدعو تھے، منجملہ اور دلچسپیون کے عربی و فارسی قلمی کتابون کی نمائش بھی تھی، جو کتابین آج نمائش کے لئے پیش کی گئین وہ زیادہ تر مطلا اور مذہب تھین، بعض باتصویر بھی تھین، اور اکثر خطِ نسخ و نستعلیق کا بہترین نمونہ تھین، وہان قرآن شریف کا ایک قلمی نسخہ بھی تھا، جسپر سونے کا نہایت خولصورت کام تھا، اور بیل بوٹون کے علاوہ آیتین بھی سونے سے لکھی گئی تھین، نقاشی اور صناعی کے نمونہ کے علاوہ بعض کتابین قدامت مین بے جواب تھین رکھتی تھین، اور بعض پر مشہور سلاطین مغلیہ یا اس عہد کے علماء و امراء کے دستخط بھی ثبت تھے غرض یہ ہے کہ یہ نمائش نہایت اعلیٰ تھی، اور اسکے لئے ہمین سوسائٹی کے فیلالوجیکل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی کا (جو اس عہدہ پر پہلے ہندوستانی ہین) ممنون ہونا چاہیئے،

ایشیاٹک سوسائٹی کا جلسہ کانفرنس کا آخری پروگرام تھا، اور اسکے بعد یہ کانفرنس ختم ہوئی اور واقعہ یہ ہے کہ نہایت کامیاب رہی، اور خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ سیاسی مطلع اسقدر گرد آلود ہو رہا ہے، ایسی کسی کانفرنس کا منعقد ہونا اور اتنے مستشرقون کا اکٹھا ہونا ہر طرح لائقِ تحسین ہے، یہ کانفرنس نہ صرف ہندوستان کے لئے بہترین دماغون کی علمی تحقیقات و انکشافات کے اظہار کا ذریعہ ہوئی بلکہ مختلف صوبون کے عالمون اور محققون کے درمیان تبادلۂ خیالات کا بھی آلہ ہوئی، اور یہ ایک نہایت اہم کام تھا جو اس کانفرنس نے انجام دیا۔

منتخبات

یونیورسٹیون کی کانگرس

یونیورسٹیون کی کانگرس جو سال گذشتہ آکسفرڈ مین منعقد ہوئی تھی، اور جسکا مختصر تذکرہ اس سے پیشتر بھی ان صفحات مین آچکا ہے، اس نمبر مین اسکے حالات کسیقدر زیادہ تفصیل سے درج کئے جاتے ہین، یاد ہوگا کہ اس کانگرس مین ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندہ بھی بڑی تعداد مین شریک تھے ان مین ایک صاحب، ڈاکٹر اُرکہارٹ ایم، اے، ڈی، لٹ، پروفیسر اسکاٹش چرچ کالج کلکتہ، یونیورسٹی کے نمایندون مین شامل تھے، انھون نے کلکتہ ریویو کے صفحات مین اس کانگرس کی مفصل و دلچسپ روداد شایع کی ہے، ذیل مین اسکے اہم مطالب کی تلخیص درج کیجاتی ہے:-

انجمن اقوام (لیگ آف نیشنز) تو ہنوز برسون سے پرواز کے لئے اپنے بازو ہی تول رہی ہے لیکن برطانوی یونیورسٹیان اس اثناء مین میدان عمل مین اُتر آئین، دنیا کے شیرازۂ اتحاد کے مرتب کرنے مین وہ جو کچھ کرسکتی ہین ظاہر ہے، اور یہ احساس اُنکی کانگرس کے اجلاس منعقدۂ آکسفرڈ مین ہر موقع پر موجود رہا۔

کانگرس پوری طرح یونیورسٹیون کی نیابت کررہی تھی، مملکت برطانیہ کے ہر گوشہ سے نمایندے آئے تھے، جنکی مجموعی تعداد تقریباً ۱۲۰ تھی، مختلف یونیورسٹیون کے چانسلر، وائس چانسلر، پروچانسلر، پرنسپل، پریسیڈنٹ حضرات کے علاوہ عام ارکان بھی کافی تعداد مین شریک تھے، جیسا کہ ہر ایسے موقع پر قدرتاً ہوتا ہے دور دراز مقامات سے آنے والے بمقابلہ گھر والون کے کام مین زیادہ سنجیدگی کے ساتھ منہمک نظر

آئے تھے، آکسفرڈ والون نے میزبانی کے انتظامات اعلےٰ پیمانہ پر کئے تھے جو ہر طرح مکمل تھے، اور جلسہ کے کامیاب بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تھا، باہر والون مین گلاسگو کے سر ڈانلڈ میک السٹر کی سرگرمی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کے ہندوستانی نمایندہ بہ لحاظ تعداد وینز باعتبار علم وفن ایک خاص امتیاز رکھتے تھے، کانگریس کے مباحثون مین ان حضرات نے بالخصوص، اور ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندون نے بالعموم ایک نمایان حصہ لیا، اور اُنکی تقریرین کامیاب خیال کی گئین،

کانگرس کے ارکان ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی نہ تھے، ۱۹۱۲ء مین جو کانگرس ہوئی تھی اُسمین یہ طے پایا تھا کہ ایک مستقل محکمہ اس غرض کے لئے قائم کردیا جائے، چنانچہ یہ محکمہ قائم ہوگیا تھا، اسکی باضابطہ رجسٹری ہوچکی تھی، اور یہ اُن چند برسون کی مدت مین برابر اپنا کام کرتا رہا، اور یونیورسٹیون مین باہم رشتۂ واقفیت ومعلومات، اتحاد وارتباط پیدا کراتا رہا۔

پروگرام (نقشۂ عمل) مین علاوہ آکسفرڈ کے برطانیہ وآیرلینڈ کی دوسری یونیورسٹیون کا معائنہ بھی شامل تھا، چنانچہ انعقاد جلسہ سے پیشتر ہی بہت سے ارکان، ویلز، آیرلینڈ، اور خاص لندن یونیورسٹی کا معاینہ کرچکے تھے، ہندوستانی ارکان نے سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ سائنس اور طب کے عظیم الشان کالجون کو دیکھا، اور دارالفنون شرقی اور دارالعلوم اقتصادیات مین اپنے بہت سے شناسا حضرات سے ملے، سیواے ہوٹل مین سرکار کی جانب سے ارکان کا خیر مقدم کیا گیا، اِس موقع پر سائنس، علوم، وسیاسیات کے بہترین افراد جمع تھے، اور صدر جلسہ مسٹر بالفر تھے، خبر یہ بھی سُننے مین آئی کہ خود ملک معظم ارکان کو شرف باریابی بخشنے والے تھے، لیکن وقت نہ نکل سکا،

۵-جولائی ۲۱ء سے کانگرس کا آغاز تھا، صبح سویرے ہم لوگ اسپشل ٹرین سے لندن سے آکسفرڈ روانہ ہوئے، اور بکمال عجلت کرتے پڑتے جلسہ گاہ تک پہنچے، اجلاس اول کی صدارت

لارڈ کرزن نے دکھائی، اپنے خطبہ افتتاحیہ مین اُنھون نے معذرت کی کہ سیاسی مصروفیتین اُنہین تعلیمی مسائل کی جانب متوجہ ہونے کی مہلت نہین دیتین، بر اینہم وہ دلچسپی کے ساتھ یونیورسٹیون کی تعداد مین اضافہ اور اندرونی ترقیون کا مشاہدہ کرتے رہے ہین، خطبۂ افتتاحیہ کے بعد کانگرس کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ یہ پیش ہوا کہ جدید نظام تعلیم مین سائنس اور ادبیات قدیم کے کیا کیا حدود رہنا چاہیئے ڈاکٹر فارنل، وائس چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی نے ادبیات قدیم (جن سے انکی مراد سنسکرت وغیرہ نہین، بلکہ یونانی ولاطینی تھی) کی پرجوش وکالت کی، اور ان چیزون کی تحصیل کو ادبیات موجودہ کی تکمیل کیلئے ناگزیر بتایا، پروفیسر ڈینش نے ایک مقالہ "اہل سائنس کی تعلیم مین ادبیات کا مرتبہ" کے عنوان سے پڑھکر سنایا جبمین اُنھون نے ایک سائینٹسٹ کے نقطۂ نظر سے بتایا کہ تنہا سائنس کی تعلیم پاتے رہنے سے انسان مین ایک طرح کی کوتہ نظری و تنگ خیالی پیدا ہوجاتی ہے، اسکو دُور کرنے اور خیالات مین وسعت پیدا کرنے کے لئے قدیم و جدید تاریخ وادب کی تحصیل ازبس ضروری ہے،

دوسرا اجلاس سہ پہر کو شروع ہوا، اسکے صدر مسٹر بالفر تھے، اسوقت مضمون زیر بحث یہ تھا، "دینیات، سیاسیات، و اقتصادیات معاشری کی تعلیم"۔ اسکے ضمن مین یہ سوال چھڑا کہ یونیورسٹیون کو سیاسیات سے کہانتک الگ اور کہانتک شامل رکھا جاسکتا ہے، مسٹر بالفر نے اپنا ذاتی عقیدہ یہ بیان کیا کہ قومون کو اعلیٰ و پست مین تقسیم کرنے کے کوئی معنی نہین، مونٹریل (کناڈا) یونیورسٹی کے پروفیسر سونٹ پیٹیٹ نے کہا کہ بیشک یونیورسٹیون کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنا دینا چاہیئے، تاہم پبلک مین شہریت و وطنیت کا صحیح احساس پیدا کرانا انکے فرائض مین داخل ہونا چاہیئے تاکہ قوم مضر سیاسی اثرات سے محفوظ رہے، اسں گریر، اور سر ولیم ہیورج نے بھی اس مباحثہ مین حصہ لیا، ان دونون نے بھی اسپر زور دیا کہ کوئی مکمل نظام تعلیم ماحول ملکی وسیاسی سے بے نیاز رہ ہی نہین سکتا، قوانین طبعی و مادّی سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ قوانین فطرت بشری کو سمجھا جائے، پروفیسر ہیرنٹ (سینٹ اینڈریو نا سکاٹلینڈ)

کی تقریر کا ماحصل یہ تہا کہ ثانوی مدارس کو یونیورسٹیون کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیئے، (اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی طرح برطانیہ کے بھی مدارس ثانوی یونیورسٹیون کے استبداد سے نالان ہین) مسز ہیرل تارڈ نے بھی یونیورسٹیون اور مدارس ثانوی کے تعلقات کی خوشگواری پر زور دیا۔

شام کو آکسفرڈ یونیورسٹی کی جانب سے ایک تقریب مین جملہ ارکان مدعو کئے گئے جہان باہمی تعارف تفریح وتبادلۂ خیالات کا موقع ملا/

دوسرے روز کی کاروائی کا آغاز لارڈ ہالڈین کی زیر صدارت ہوا، اور بحث کیلئے "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم" کا مسئلہ پیش ہوا، پہلے خود صدر نے تقریر کی اور مزدورون اور سرمایہ دارون کے درمیان نصاب تعلیم کی تفریق مٹا دینے پر زور دیا، مسٹر سیسل کیملی، مسٹر بونارڈ (برسٹل یونیورسٹی) مسٹر گریگوری ماسٹر، اور سر مائیکل سڈلر (صدر کلکتہ یونیورسٹی کمیشن) نے اس مباحثہ مین حصہ لیا۔

سہ پہر کے اجلاس مین بھی اسی قسم کے مسائل پر بحث رہی کہ یونیورسٹی اور جماعت کے باہمی تعلقات کی کیا نوعیت رہنی چاہیئے، لیڈس یونیورسٹی کے پروفیسر سویٹ ہلر نے اسپر زور دیا کہ موجودہ زمانہ مین جبکہ ایجاد واختراع کی گرم بازاری ہے، کوشش ایسی ہونی چاہیئے کہ صنعت وحرفت کا مرکز بھی مشہور تعلیمی مرکزون کو بنایا جائے۔

تیسری صبح کو کانگرس کی کاروائی کے آغاز سے قبل آکسفرڈ یونیورسٹی کی مجلس خاص کی نشست ہوئی، اور کناڈا و نیوزیلینڈ کے ایک ایک نمایندہ کے ساتھ کلکتہ یونیورسٹی کے رکن رکین سر نیل رتن سرکار کو ڈی، سی، ایل کی آنریری ڈگری کا اعزاز عظیم عطا ہوا۔

اسکے بعد باضابطہ جلسہ شروع ہوا، آج موضوع بحث یہ تہا کہ یونیورسٹی کو اساتذہ کے تیار کرنے، اور تجارت صنعت وحرفت وانتظامات ملکی کی تعلیم دینے مین کہانتک حصہ لینا چاہیئے، سر ولیم ایشلی نے تعلیم کو تجارتی اغراض کے قالب مین ڈہالنے کی پرزور وکالت کی، اور لندن یونیورسٹی کے

پروفیسر آدمس نے فرمایا کہ اساتذہ کا تیار کرنا یونیورسٹی کے مقاصد اولین مین داخل ہے، اس ضمن مین اسپر بھی دلچسپ مباحثہ رہا کہ آیا ٹریننگ کالجون (مدارس معلمین) کو یونیورسٹی کا جزو ہونا چاہیئے یا بجاے خود ایک مستقل شے ہونا چاہیئے،

سہ پہر کے اجلاس مین مالیات کا افسوسناک قصہ چھڑا، ہر یونیورسٹی نے اپنی اپنی داستان غم سُنائی، اسکی سب کو شکایت تھی کہ مصارف کے متناسب آمدنی نہین ہوتی، اتنے جزو پر سب متفق تھے لیکن اسمین اختلاف تہا کہ اس آمدنی مین کافی اضافہ کیونکر کیا جائے، ایک گروہ سرکاری امداد کا حامی تہا، کناڈا والے اپنا تجربہ سرکاری امداد کے متعلق نہایت خوشگوار بیان کرتے تھے، دوسرا گروہ اسکے بالکل مخالف تہا، اور سرکاری امداد پر عام پبلک کے عطایا کو ترجیح دیتا تہا، سر الفرڈ ایونگ نے، جو اس گروہ کے سردار تھے، ان خطرات کو بیان کیا جو سرکاری امداد کی بنا پر سرکاری مداخلت سے پیدا ہونگے -

آخری روز کی کاروائی کا آغاز یونیورسٹی کے فرائض تحقیقات عالیہ (ریسرچ) سے ہوا، صدرنشین لارڈ رابرٹ سیسل تھے، اُنھون نے تفصیل کے ساتھ ریسرچ کے فوائد بیان کئے اور اس کے فقدان کے نقصانات کی توضیح کی، اُنہون نے کہا کہ مختلف اقوام کے اختلافات کو رفع کرنے والی اور اُن مین باہمی اخوت پیدا کرنے والی شے یہی ریسرچ ہے، اس سے صرف یہی نہین کہ طالبانِ علم کی تربیت دماغی ہوتی ہے، بلکہ دنیا کے ذخیرۂ معلومات مین بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، دنیا مین امن و صلح اسی سے قائم رہ سکتی ہے، سر فریڈرک کینون نے تائید مین تقریر کی، ڈبلن (آیرلینڈ) کے پروفیسر جولی نے کہا کہ مردہ زبانون کی تحصیل مین زیادہ وقت صرف کرنا وقت ضائع کرنا اور ریسرچ کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرنا ہے،

سہ پہر کے اجلاس مین جو افتتاحی اجلاس تہا، گفتگو اسپر ہوئی کہ اساتذہ کو رخصت موقت

دیتے رہنے چاہیئے، اور یونیورسٹیون مین باہم اساتذہ و طلبہ کا تبادلہ ہوتے رہنا چاہیئے، اس آخری تجویز کے متعلق عملی دقت یہ محسوس ہوئی کہ ایک پروفیسر کے لئے دوسری یونیورسٹی مین جاکر فوراً اپنے کام کو سنبھال لینا ممکن نہ ہوگا، طلبہ کی بابت یہ طے پایا کہ عام مبتدی و متوسط طلبہ کے تبادلہ کی ضرورت نہین، تبادلہ صرف ان منتہی طلبہ کا ہوتے رہنا چاہیئے جو خاص طور پر ہونہار و ممتاز ہون

خاتمہ پر مہمانون کی جانب سے میزبان (آکسفرڈ یونیورسٹی) کا گرمجوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا، ارکان ہند کی جانب سے یہ خدمت پرنسپل ہرامبیدر چندر مترا نے ادا کی، ارکانِ کانگرس برطانیہ جس جس مقام پر سیاحت کے لئے گئے ہر جگہ اُن کا استقبال بڑے تپاک سے ہوا، اور ہر طرح خاطرداری کی جاتی رہی -

---

اُسوۂ صحابہ

از مولانا عبدالسلام ندوی

سیرالصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور طرز معاشرت کے واقعات وحالات ہین، چھپکر تیار ہو گئی ہے، یہ کتاب اسلام کی علمی زندگی کا مرقع ہے، اور ہر مسلمان کے لئے اُسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، صفحات ۳۵۰، قیمت سے (۳)

منیجر دارالمصنفین

تلخیص و تبصرہ

سلطنت مغلیہ اور ایک ہندو مورخ

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کی جانب سے جرنل آف انڈین ہسٹری کے نام سے جو سہ ماہی رسالہ حال مین نکلنا شروع ہوا ہے، اُسکے نمبر اول مین پروفیسر بینی پرشاد ایم، اے، (اسسٹنٹ پروفیسر فن تاریخ الہ آباد یونیورسٹی) نے حکومت مغلیہ پر ایک بسوط مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ

"لفظ حکومت مغلیہ یا خاندان مغلیہ سے خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مخصوص مغل خاندان ہوگا جسکی یہ حکومت ہوگی، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، بجاے مغل کے چغتائی ترک کہنا بیشک صحیح ہوگا، لیکن اس سے بھی ایک مخصوص خاندان کا تخیل پیدا ہوتا ہے، اور اسلئے اس لفظ کو بھی استعمال کرنا واقعہ کے خلاف ہوگا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سترھوین صدی عیسوی تک ہندوستان کے حکمرانون کا کوئی مخصوص خاندان تہا ہی نہین، اور بادشاہ کے لئے، نیز خاص اعیان سلطنت کے لئے کسی مخصوص نسل یا خاندان سے ہونا مطلق ضروری نہ تہا، معاصر مصنفین لفظ "مغل" کی وسعت سے خود حیران ہوگئے تھے، اور دل سے گڑھ گڑھ کر اُسکے معنی لینے لگے تھے، سالبانک، جو سالہا سال جہانگیر کے عہد مین ہندوستان مین رہا تہا، کہتا ہے کہ یہ لفظ ایرانیون، ترکون اور تاتاریون سب پر حاوی تہا، یہانتک کہ اکثر مسیحیون پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا تہا، اسکا اور سرٹامس رو، دونون کا بیان ہے کہ اس لفظ کے معنی مختون تک کے تھے، اور ہر مسلمان پر اسکا اطلاق ہو سکتا تہا، برنیر کا بیان ہے کہ مسلمان اور سفید فام ہو اُسکے مفہوم مین داخل تہا، گوز اور فرایر کہتے ہین کہ اس لفظ کے معنی

محض سفید فام کے تھے، اصل یہ ہے کہ تیرھوین اور چودھوین صدی مین جو بیہ فام مغول سرحد شمال و مغرب پر ہر وقت جمع رہتے تھے، انکے باعث لوگ اس لفظ سے مانوس ہوچکے تھے، مابعد کی صدیون مین اسکا اطلاق بالعموم ان تمام لوگون پر ہونے لگا جو ۱۵۲۶ء مین بابر کے ہمراہ شمال و مغرب سے ہندوستان مین داخل ہوئے، بابر بذات خود نیم چغتائی اور نیم مغل تھا، ہمایون کی والدہ چغتائی تھی، اکبر نیم ایرانی تھا، جہانگیر نیم راجپوت تھا، اور شاہجہان ترک سے زیادہ راجپوت تھا، حکام سلطنت ہر قوم کے افراد ہوتے تھے، کسی قوم یا نسل کی تخصیص نہ تھی، ترک تاتاری ایرانی، افغانی، ہندوستانی، مسلمان، ہندو سب برابر کے شریک تھے، درباری اعزاز اور عہدے موروثی نہین ہوتے تھے، ہر منصب وعہدہ کا تعلق ذات سے ہوتا تھا"

آگے چل کر پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ یہ قطعاً ناممکن تھا کہ اتنی عظیم الشان آبادی کو جو اسقدر وسیع رقبہ مین پھیلی ہوئی تہی، کچھ عرصہ کے لئے بھی بزور شمشیر محکوم و منقاد رکھا جا سکے، ایسا ہونا آج بھی جبکہ قواعددان وباضابطہ فوج کے چند سپاہی، بہت بڑی آبادی پر غالب آسکتے ہین نہایت دشوار ہے لیکن اسوقت تو کہ جب ہر فرد رعایا مسلح ہوتا تھا، اور جنگجوئی و نبرد آزمائی کے اعتبار سے باضابطہ سپاہ اور عام رعایا مین برائے نام ہی فرق ہوتا تہا قطعاً ناممکن تہا، مغلیہ حکومت کی بنیاد نہ زور شمشیر پر قائم تھی نہ مذہب پر، نہ کسی ذات پات پر بلکہ

"محض عام رعایا کی رضامندی وخوشنودی پر قائم تھی"

عامۃ الناس کی خوشنودی کا سب سے بڑا راز مذہبی آزادی ورواداری تھی، اکبر، جہانگیر، شاہجہان ودارا کا ذکر نہین خود اورنگ زیب تک نے

"کبھی اسے بالکلیہ پامال نہین کیا"

دوسرا بڑا سبب رعایا کی خوشی کا معاشری آزادی تھی"

" تیسرا سبب رعایا کی وفاداری کا یہ تہا کہ مغل حکومت نے دیہات کی اس خود مختاری کو کبھی

ہاتہ نہین لگایا جو قرنہا قرن سے اٹہارہوین صدی تک ہندی نظام معاشرت کا جزولاینفک رہی"۔

مغلون نے فلاحِ ملک کے لئے کیا کیا کیا؟ اسکے جواب مین فاضل مقالہ نگار کہتے ہین کہ

" اُنہون نے سڑکین بنوائین، شفاخانے تعمیر کرائے، اور علوم وفنون کی نہایت فیاضانہ قدردانی کی"

اسکے آگے ان مراعات کی تفصیل کی ہے جو جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے وقت اور اسکے بعد رعایا کے ساتھ کی تہین، مثلاً شراب و تمباکو کی فروخت کی ممانعت کی، مشرقی بنگال مین خواجہ سراؤن کے بنانے کا جو بیدردانہ دستور جاری تہا اُسے ممنوع قرار دیا، بہ کثرت مہمان سرائین، مسجدین، مدرسے اور شفاخانے تعمیر کرائے، ہر بڑے شہر مین ایک سرکاری طبیب مقرر کیا، اور لاوارثون کی جائداد کو بجای خزانۂ سرکار مین داخل کرنے کے تالاب وچاہ، پل ومہمانسراے وغیرہ کی تعمیر مین صرف کرانے کے احکام جاری کئے، جاگیردارون نے اپنے نفع کے لئے جو طرح طرح کے محاصل جاری کررکہے تھے اُنہین موقوف کیا، وقس علیٰ ہذا۔

" سلطنت مغلیہ کی سب سے بڑی برکت کا ظہور اُسکی سرپرستی علوم وفنون مین ہوتا ہے، فارسی تاریخون مین اُن ارباب فن وکمال کی طویل فہرستین محفوظ ہین جنہین مغلون کی قدردانی نے خاک احتیاج سے اٹہاکر اوج خوشحالی تک پہنچادیا تہا، معاصر فارسی اور ہندی شاعرون کے حالات پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ انکی کتنی بڑی تعداد سرپرستی دربار کی رہین منت تہی، اس زمانہ مین دنیا کی کسی سلطنت مین سررشتۂ تعلیم نہ تہا، مغلون نے اسکی تلافی اپنی وسیع علمی قدردانیون سے کردی، جہانگیر کی کوششون اور قدردانیون نے ہندوستان کی مصوری کو منتہاے کمال پر پہنچادیا ... خوشنویسی کا شمار فنون لطیفہ مین ہونے لگا، موسیقی کی خاص ترقی ہوئی"۔

کتبات پیکولی کی تاریخی و لسانی اہمیت

آثارِ قدیمہ کی مختلف چیزیں تاریخ کے لئے بہت کچھ مفید ہیں، پرانے سکّے، قدیم عمارات، شکستہ کھنڈر، مرسوم کتبے، بوسیدہ کتابیں، اور عہدِ ماضی کی باقی ماندہ اشیاء، ایک طالب علم تاریخ کے لئے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہیں اُن سے اُس عہد کی زبان، فنِ تعمیرات، طرزِ معاشرت، تاریخِ سلاطین، اور حالاتِ عامہ پر کافی روشنی پڑتی ہے، اور یہی سبب ہے کہ مورخین نے جس دن سے کہ اسکی اہمیت محسوس کی ہے اُسکو ایک مستقل فن بنا کر دنیا کے ایک ایک چپّہ کو چھان ڈالا ہے، اور ہمارے سامنے بیشمار تاریخی خزانوں کا انبار لگا دیا ہے، اسی سلسلہ میں ایرانی سرحد کے ایک مقام پیکولی کے حالات بھی یقیناً دلچسپ ہونگے۔

یہ مقام ترکی، ایرانی سرحد پر کردستان میں واقع ہے، سب سے پہلے ایچ، سی، رالنسن نے جو مشرق قریب کے مشہور سیاح ہیں، ۱۸۴۳ء میں اُسکا پتہ لگایا، یہاں ایک بلند مینار تھا جو اب بہت کچھ زمانہ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکا ہے، اسپر دو مختلف زبانوں میں دو طویل کتبے ہیں، ایک پارتھین عہد کا پہلوی میں، اور دوسرا ساسانی دور کا، جب سے اس مینار کا پتہ چلا ہے، ماہران آثار نے اسکی طرف کامل توجہ مبذول کردی ہے، چنانچہ سر ہنری نے وہاں جاکر کتبوں کے مختلف ۳۲ اجزاء کے فوٹو لئے، اور ۱۸۶۸ء میں اڈورڈ ٹامسن نے اُکو زند اور عبرانی دونوں خطوں میں شائع کیا تاکہ اُن کے ترجمے ہو سکیں، لیکن اُنہیں ایک دو مستند عالموں، ایم، ہاگ اور نولدکی نے اسکے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر رالنسن کی دریافت کردہ ہشتونِ داراے اعظم کی طرح یہ بھی ایک ناقابلِ حل شئے ہے۔

۱۹۱۱ء اور ۱۳ء میں ان ارنسٹ ہرزفیلڈ نے ہمت کر کے پھر ایک مرتبہ تمام مواد کو جمع کرنے کی

کوشش کی اور اس مینار کے مختلف مقامات کی سو تصویرین لین، اور اس سے زاید کوئی اور چیز وہان موجود بھی نہین ہے۔

یہ عجیب و غریب اور اہم کتبہ جو ابتداے عہد ساسانی کا ایک بیش بہا ورق ہے، اس خاندان کے ساتوین بادشاہ نرسیہ (۲۹۳-۳۰۲ء) کے عہد مین مرسوم ہوا تھا اور اسمین پارتھین زبان مین ذیل کے الفاظ ہین:-

"اسطرح دیوتاؤن نے ساسانی خاندان کو حکومت اور سلطنت اور ...... دی"۔ ان الفاظ سے بناے حکومت کا پتہ چلتا ہے، مختلف بادشاہون اور والیون کے نام ہماری دلچسپی مین اضافہ کرتے ہین، ایک طرف اسمین ممالک خوارزم، سجستان، مکران، اور بعض حصص ہند کا تذکرہ ہے، اور دوسری طرف قیصر روم، شاہ آرمینیا، اور دوسرے مغربی فرمانرواؤن کے نام ہین، چونکہ اسوقت تک ایران کی قدیم تاریخ کا سرمایہ دنیای علم کے ہاتھون مین بہت کم ہے اسلئے پیکولی کی دریافت ایران کی تاریخ کیلئے ایک اہم ترین اضافہ ہے۔ علم السنہ کے اعتبار سے بھی یہ کتبے کچھ کم اہمیت نہین رکھتے، اسوقت تک ہمارے پاس بعض ساسانی حکمرانون کے نام، چند غیر مربوط واقعے اور اصطخر کے قریب حاجی آباد کے نامکمل کتبون کے سوا پارتھین پہلوی کا کچھ بھی موجود نہین ہے، پیکولی کے کتبے مین متعلقہ عہد کی پارتھین زبان کے تقریباً (۸۰۰) الفاظ ہین، اسی طرح ساسانی پہلوی کے بھی اس سے زیادہ کچھ الفاظ ہمارے پاس ہین، اور یہ چونکہ علی حالہ قائم ہین اسلئے نقل در نقل کی تبدیلی و تغیر سے محفوظ و مامون ہین اور درحقیقت ان کتبون کی اشاعت جہان ایک طرف جغرافی و اثری توجہ کو اپنی جانب منعطف کریگی تو دوسری طرف لسانی و ادبی دنیا مین بھی بہت کچھ شوق اور دلچسپی پیدا کریگی۔

"پروفیسر ہرزفیلڈ صاحب اپنی تمام کوششون کو علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہین چنانچہ انکی تحقیقات مع سو کتبات اور مختلف تصاویر کے جرمنی مین زیر طبع ہے، ۲۰ پونڈ یعنی ۳۰۰ روپئے انکی قیمت ہوگی۔

اخبار علمیة

گذشتہ دس سال کے عرصہ مین انگلستان مین جسقدر کتابین شایع ہوئین اُنکی سنہ وار تعداد حسب ذیل ہے؛

سنہ	کتب جدید	مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن	میزان
سنہ ۱۹۱۲ء	۹۱۹۷	۲۸۷۰	۱۲۰۶۷
سنہ ۱۹۱۳ء	۹۵۴۱	۲۸۳۸	۱۲۳۷۹
سنہ ۱۹۱۴ء	۸۸۶۳	۲۶۷۴	۱۱۵۳۷
سنہ ۱۹۱۵	۸۴۹۹	۲۱۶۶	۱۰۶۶۵
سنہ ۱۹۱۶	۷۵۳۷	۱۶۱۲	۹۱۴۹
سنہ ۱۹۱۷	۶۶۰۶	۱۵۲۵	۸۱۳۱
سنہ ۱۹۱۸	۶۷۵۰	۹۶۶	۷۷۱۶
سنہ ۱۹۱۹	۷۳۲۷	۱۲۹۵	۸۶۲۲
سنہ ۱۹۲۰	۸۷۳۸	۲۲۶۶	۱۱۰۰۴
سنہ ۱۹۲۱	۸۷۵۷	۲۲۶۹	۱۱۰۲۶

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

سنہ ۱۹۲۱ء کی مطبوعات انگلستان کی فن وار تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی :-

نام فن	کتب مستقل	تراجم	رسالہ اور پمفلٹ
فلسفہ	۲۰۵	۱۸	۱۰
مذہب	۵۶۳	۳۶	۶۹
اجتماعیات	۵۳۶	۱۵	۲۲۰
قانون	۱۳۱	۳	۵۹
تعلیم	۱۷۳	۱	۶۶
فن حرب ومتعلقات	۲۲۹	۲	۵۵
لسانیات	۱۲۷	۱	۶
سائنس	۴۴۷	۱۲	۶۳
صنائع	۴۵۰	۷	۱۷۱
طبیات	۲۶۹	۷	۵۶
زراعت وباغبانی	۱۲۷	۱	۵۸
تدبیرِ منزل	۴۷	—	۲
کاروبار وتجارت	۱۲۵	—	۳۰
فنون لطیفہ	۲۱۹	۲	۱۷
موسیقی	۵۳	۷	۵
سیر وشکار، کھیل کود	۱۱۲	۱	۱۰
ادب	۲۹۲	۱۲	۱۹
ڈراما اور نظم	۳۸۵	۲۵	۸۱

افسانہ	۹۶۷	۵۰۱	۴
کتب برائے اطفال	۴۸۳	۷	۵۰
تاریخ	۳۸۸	۱۶	۳۶
سیاحت نامہ	۳۹۲	۱۱	۶۴
جغرافیہ	۱۰۶	۰	۷
سوانح عمری	۳۰۳	۲۶	۱۵
کتب جوامع (حوالہ جات وغیرہ)	۱۹۰	—	—
میزان	۷۳۱۹	۳۶۵	۱۱۷۳

میزان کل بابت ۱۹۲۱ء ۸۷۵۷

۱۹۲۰ء ۸۷۳۸

(ایضاً)

موسیو بیلن، ایک فرینچ سائینٹسٹ نے حال مین ایک ایسی ایجاد کی ہے، جسکی بنا پر ہزارون میل کے فاصلہ سے انسان کا دستخط کردینا ممکن ہوگا، یہ ایک قسم کی تحریری لاسلکی (بے تار کی تار برقی) ہے، جسکے ذریعہ سے یہ بالکل ممکن ہوگا کہ ایک شخص بمبئی مین بیٹھا ہوا لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر دستخط کردے، موسیو بیلن نے اس لاسلکی تحریر کے ابتدائی تجربات چندسو کیلومیٹر کے درمیانی فاصلہ تک محدود رکھے، اسکے بعد انہون بورڈو و پیرس کے درمیانی فاصلہ تک وسعت دینا چاہی، امریکہ کا محکمۂ لاسلکی اس تجربہ کی کامیابی کا منکر تہا، اسلئے اسکی اجازت دینے مین بہت روزتک لیت ولعل کرتا رہا، لیکن بالآخر اس نے اجازت دی، اور پیرس و نیویارک کے درمیان تحریری لاسلکی کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔ (انڈین ریویو)

ایک دیوہیکل دُوربین، جو اپنی جسامت وضخامت کے لحاظ سے اپنا نظیر نہین رکھتی، حال مین کالیفورنیا (امریکہ) کی رصدگاہ مونٹ وِلسن مین نصب کیگئی ہے، یہ رصدگاہ زمین سے ۵۷۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے، دُوربین کا قطر ۱۰۰ فٹ کا ہے، اُسکے آئینہ کی دبازت ۱۳ انچ کی، اور وزن ۴½ ٹن (۱۲۲من) کا ہے! اسکے رخ کو گردش دینے کے لئے ۵۳ برقی موٹرون کی ضرورت ہوتی ہے، اسکے بعض پرزون کا وزن ۱۰۰ ٹن (۲۷۰۰من) کا ہے، ابتک دنیا مین سب سے بڑی دُوربین ۶۰ انچ کے قطر کی تھی، یہ ۱۰۰ انچ کے قطر کی ہے، توقع ہے کہ اسکی مدد سے ان دُور دراز سیارون اور ستارون کی تصویرین لی جاسکینگی جو ابتک دوسری دُوربینون کی رسائی سے باہر تھے۔ (س)

ڈاکٹر چارلس ہیبسٹ نے اپنا مشاہدہ یہ شائع کیا ہے کہ گنج ہونے کا مرض بمقابلہ گوشت خورون کے نباتات خورون مین کم ہوتا ہے، اسکا خارجی علاج یہ ہے کہ سر کو ہر تیسرے ہفتہ صابون اور پانی سے دھویا جائے اور سر کی چمپی روزانہ ہلکے ہلکے ہاتھون سے کیجائے۔ (س)

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ فکر و پریشانی کی حالت مین انسان جو آہ سرد بھرتا ہی اسکا سبب یہ ہے کہ انسان کو جب کوئی فکر و تشویش طاری ہوتی ہے تو چند سکنڈ کے لئے پھیپھڑے کی حرکت معطل ہوجاتی ہے اسکے بعد آکسیجن کی خواہش معًا بہت زور سے ہونے لگتی ہے اور انسان گہری سانس لینے لگتا ہے۔

(س)

سہ ماہی مختتمہ ۳۱ - دسمبر ۱۹۲۱ء مین ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن (لندن) کے حسب معمول تین ماہانہ جلسے ہوئے، پہلا جلسہ ۲۴ - اکتوبر کو ہوا، اس روز عنوان یہ تھا "ہندوستان مین مریضانِ جذام کا مسئلہ اور اُسکا علاج"، ڈاکٹر اولڈریو نے جو سالہاسال سے ہندوستان مین جذامی مشن کا کام کر رہے ہین

اور اس باب مین ایک ماہر فن کی حیثیت رکھتے ہین، ایک مبسوط و محققانہ مضمون اس عنوان پر پڑہا اور متعدد حاضرین جلسہ نے مباحثہ مین شرکت کی، دوسرا جلسہ ۲۱- نومبر کو "ہندوستان مین انگریزی سچہ" کے عنوان پر بحث کرنے کے لئے ہوا، ریورنڈ ٹینگ اسٹنڈ نے مضمون پڑہا جو تمامتر اینگلو انڈین مذاق کا تہا چند اینگلو انڈین اصحاب نے بہی تقریرین کین، تیسرا جلسہ ۱۳- دسمبر کو منعقد ہوا "ہندوستان مین مسلہ مسکرات" پر ڈاکٹر جان پولن نے مضمون پڑہا، اور بعد کو حسب معمول بحث و مباحثہ رہا۔

(ایشیاٹک ریویو)

سندھ کے مشہور صوفی شاہ عبد اللطیف کے حالات و کرامات پر انڈیا سوسائٹی عنقریب ایک کتاب انگریزی مین شایع کیا چاہتی ہے، جسکے مصنف مسٹر ایم، ایم گدوانی ایم- اے پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی ہین،

سنہ ۲۱ کی آخری سہ ماہی مین سر جان کمنگ کے، سی، آئی، ای نے اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز (دار الفنون شرقی) کے سامنے ہندوستان و مسائل ہند کے متعلق دس لکچر دیئے، جسکے عنوانات حسب ذیل ہین:

(۱) عام جغرافی و سیاسی خاکہ،

(۲) نسلی و معاشری تفریقات،

(۳) زرعی و اقتصادی ترقیان،

(۴) صنائع و تجارت،

(۵) تعلیمی پالیسی،

(۶) قانون و امن،

(۷) دیہاتی خانگی زندگی،

(۸) مذاہب اور فرقہ،

(۹) ہندوستان مغربی سیاحون اور مصنفون کی نظر مین،

(۱۰) نظم ونسق، ماضی، موجودہ، اور مستقبل، (۱۱)

ہندوستان کی اورینٹیل کانفرنس، جسکا پہلا اجلاس ۱۹۱۹ء مین بمقام پونہ منعقد ہوا تھا اور جسکی مختصر روداد اسی زمانہ مین معارف مین شایع ہوئی تھی، اسکا دوسرا اجلاس ۲۸-جنوری ۲۲ء کو کلکتہ مین یونیورسٹی کی جانب سے سینیٹ ہاؤس مین منعقد ہوا، صدر مجلس مشہور فرنچ مستشرق پروفیسر سلون لیوی تھے، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بہ لحاظ سنسکرت دانی دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جو کچھ عرصہ سے ہندوستان مین ڈاکٹر ٹیگور کے مہمان ہین، آغازِ کار کانفرنس کے سرپرست لارڈ رونالڈشے گورنر بنگال کی تقریر سے ہوا، پھر سر آشوتوش مکرجی، وایس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے استقبالی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے تقریر کی، اسکے بعد فاضل صدر نے اپنا محققانہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو قدرتاً زیادہ تر سنسکرت ادب کے مسائل سے متعلق تھا (اور اِسلئے اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے دلچسپ نہین ہوسکتا۔) (کلکتہ ریویو)

اسکے بعد کانفرنس مختلف شعبون پر منقسم ہوگئی، اور ہر شعبہ کا علحدہ صدر منتخب ہوا، ان شعبون اور ان کے صدر نشین حضرات کے نام حسب ذیل ہین:-

نام شعبہ	صدر نشین
(۱) وید ومتعلقات وید	واکر مابوالکرایم، اے، پی، ایچ ڈی،

(۲) ایرانیات	شمس العلما ڈاکٹر جیونجی جمشید جی مودی
(۳) بودھ مذہب	ریورنڈ اناگاریکا دھاپال،
(۴) لسانیات	ڈاکٹر تاراپوروالا بی، اے، پی، ایچ، ڈی،
(۵) سنسکرت و پراکرت	مہامہوپادھیا ہر پرشاد شاستری
(۶) فارسی وعربی	لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رینکین ایم، اے، ایم، ڈی،
(۷) فلسفہ و الٰہیات	شاستری کپوسوامی،
(۸) تاریخ ملکی و علم السنین	راؤ بہادر ٹراسبہاچار، ایم، اے،
(۹) تاریخ مذہبی و معاشری	ڈاکٹر شاما شاستری، بی، اے، پی، ایچ ڈی،
(۱۰) جغرافیۂ قدیم	کے، پی، جیسوال، ایم، اے،
(۱۱) اثریات	راؤ بہادر کرشن شاستری،
(۱۲) سائنس (علوم حکمیہ)	راؤ بہادر جوگیش چندر رائے،
(۱۳) علم الاقوام	راؤ بہادر اننت کرشن آیر،

(ایضاً)

لندن کے دار الفنون شرقی (اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز) نے پچھلی جنوری مین اپنی زندگی کے پانچ سال پورے کئے، جن مقاصد و توقعات کے ساتھ اسکا افتتاح ہوا تھا، ماہرین فن کے نزدیک وہ ایک ایک کرکے پورے ہو رہے ہین، اسوقت مشرق کی چالیس زبانون کا درس اس مدرسہ مین دیا جاتا ہے اسکے اعلیٰ افسر سر ڈینس راس ہین، جو فارسی زبان کے پروفیسر بھی ہین، عربی کے پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ (مصنف "دعوت اسلام") ہین، ڈاکٹر بارنیٹ قدیم ہندو تاریخ کے لکچرر ہین، ایک جدید پروفیسر شپ

اس نام سے کھلی ہے "انگریزی مقبوضات ایشیا خصوصاً ہندوستان کی تاریخ و تمدن" اس جگہ پر مسٹر ڈاڈویل کا تقرر ہوا ہے جو معاملات ہند کے محقق تسلیم کئے جاتے ہین،

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

طلبہ کی سال بسال تعداد حسب ذیل رہی :-

سنہ ۱۷ (سال آغاز)	۱۲۵
سنہ ۱۷-۱۸	۲۱۴
سنہ ۱۸-۱۹	۳۸۲
سنہ ۱۹-۲۰	۵۳۹
سنہ ۲۰-۲۱	۴۱۲

موجودہ طلبہ مین، شعبۂ السنۂ مشرقیہ مین سب سے بڑی تعداد عربی زبان لینے والون کی ہے، اور اُسکے بعد اُردو والون کی، مختلف زبانون کے لینے والے طلبہ تعداد ذیل مین ہین :-

عربی	۶۴
اردو	۵۵
چینی	۴۲
فارسی	۳۰

آیندہ سال سے سنسکرت زبان کے لئے بھی ایک پروفیسر مقرر ہوگا۔

(ایضاً)

آثار علمية أدبية

خطاب التّهنئة و الشّكر
من
الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج
إلى جناب الأستاذ الأجلّ ادوارد برون
أستاذ اللّغة العربيّة بجامعة كمبرج بمناسبة بلوغه السّتّين من عمره

أيّها الأستاذ الأجلّ!

إنّ خدماتكم الجليلة في نشر آداب الأمم الإسلاميّة و البحث في غامض علومها و ما قدّمتموه من الجدّ المتواصل لإحياء اللّغة العربيّة في هذه الجامعة ترك أثرًا باقيًا و ذكرًا خالدًا في أنحاء بلاد المسلمين و نفوس أفرادها لدرجة يعجز البيان عن وصفها، فلذلك تنتهز الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج فرصة عيد ميلادكم السّعيد لتقدم لكم تهانيها القلبيّة و شكرها الزّائد مبتهلة إلى المولى العليّ القدير أن يعيد من أمثال هذا العيد عليكم بالعزّ و الرّفاهية و الهناء و السّلام

من أصدقائكم المخلصين
اعضاء الجمعيّة الإسلاميّة
بكمبرج

٩ جمادى الأخرى سنة ١٣٤٠
الموافق ٧ فبراير سنة ١٩٢٢ء

خطابهٔ اعیان ایران

حضور محترم جناب ادیب شهیر و دانشمند معظم آقای پروفسور ادوارد براون دام افاضاته

در این موقع که شصتمین سال عمر عزیز آن یگانه استاد معظم بپایان میرسد امضاکنندگان ذیل نه فقط از جانب خود بلکه از طرف ایرانیان قدردان تبریکات صمیمانه و تهنیتهای خالصانه خود را تقدیم وجود مبارک داشته از خداوند متعال طول عمر و سلامتی آن دوست حقیقی ایران را مسئلت مینمایند . خدمات جنابعالی بمعارف و ادبیات ایران علی الخصوص بتاریخ و زبان فارسی بحدیست که نه لسان را یارای تقریر و نه قلم را قدرت تحریر میباشد . اکنون فرصت را غنیمت شمرده برای اظهار سپاسگزاری از زحماتی که برای مملکت ما متحمل شده اید ملت ایران رهین منت است بدین جهت [illegible] یک تخته قالی کاشانی بطور هدیه بحضور مبارک ارسال میداریم امیدواریم بواسطه قبول آن بر مراتب تشکر و امتنان ما خواهید افزود طهران ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۹

[illegible]

ادبیات

محسوساتِ جوش

کین اختیار کیسی اب سالکون نے راہین | دل پر نظر نہین ہی، جبینون پہ ہین نگاہین
تعلیم دی جنون نے رندون کو بانکپن کی | رستہ ملا جو سیدھا، کج ہوگئین کلاہین

عشق سے مست ہون، مجھے ساغرِ ہوش سی غرض | مردُمکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
آپکو حسِ خیر و شر، آپ مین حبِّ مال و زر | آپ جنون سے بےخبر، آپکو جوش سے غرض!

عقل و خرد سے ارتباط، روح کو وجہِ ننگ ہی | پائے جنون اُدھر نہ جا دشتِ شعور تنگ ہی
فرق ہی حسن و عشق کا، عکس ہے ہمپر ایک ہی | میری جبین کی خستگی، اُنکی جبین کا رنگ ہی

تیرے ہر ایک عہد پر جشن منائے شاد ہو | تجھسے بہانہ ساز کو، مجھسا خوش اعتقاد ہو
ہم سے وفا پرست اگر کارِ جنون کو چھوڑ دین | اہلِ خرد کے درمیان جوش! بڑا فساد ہو

دل، کہ قریبِ مرگ ہے، مخبرِ سوز و ساز ہو | زلف بدوش ادہر بھی آ، عمر تری دراز ہو
کتنی کرشمہ ساز ہین حُسن کی بے نیازیان | تابشِ تاجِ خسروی، خاکِ درِ ایاز ہو

دل مین نہ کیون خلیل کے ذکر سے ارتعاش ہو
مطلع مہر دلبری خانۂ بت تراش ہو

کون سنائے جا کے آہ، حال یہ بزم یار مین
کب سے پڑا ہوا ہے جوش دوزخِ انتظار مین

دل سے گداز کھینچکر میری نظرمین لائے کیون
جسکو خیال راز ہو، ناز سے مسکرائے کیون

نور رگون مین دوڑ جائے، پردۂ دل جلا تو دو
دیکھنا رقص پھر مرا، پہلے نقاب اٹھا تو دو

میرے مکان مین تم کہین، مین ہون مکان سے بیخبر
ڈھونڈھ ہی لو نگا مین نہین، مجھکو مرا پتا تو دو

تم کو غرور ناز ہے، تم ہو تغافل آشنا،
اچھا اگر یہ بات ہے، دل سے مجھی بھلا تو دو

قندِ پارسی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

ذرۂ عشقی جہانے عقل را غارتگر است
پنبۂ گر صد تودہ باشد آفتش یک اخگر است

جز سیہ کاری نباشد عشق با تر دامنی
کاتش انگیز د سراسر دُود، گر ہیزم تر است

ہر دلی کا باد شد بے داغ عشقی کے بود
خانہ کا یادان بود ہر شب چراغے در خور است

عقل و دانش عاشقان را خوش کشد در دامِ عشق
کہ کمندِ گردنِ پروانہ خود بال و پر است

مطبوعاتِ جدیدہ

آثار السنن، مولانا محمد بن علی شوق نیموی عظیم آبادی مرحوم ہمارے ان علماے متاخرین مین تھے جنمین علماے متقدمین کے کارنامون کی جھلک پائی جاتی تھی، مولانا مرحوم غالی حنفی تھے، ان کا خیال تھا کہ چونکہ علماے احناف نے فقہ کے باعتبار حدیث کی طرف کم توجہ کی، اسلئے عام حدیث خوانون کو حنفی مسائل زیادہ تر حدیث کے مخالف معلوم ہوتے ہین، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر وہ آثار السنن کے نام سے کئی جلدون مین ایک مجموعۂ حدیث مرتب کرنا چاہتے تھے جس سے حنفی مسائل کی صحت اور آثار و سنن سے ان کا ماخذ معلوم ہو، مرحوم اس مجموعہ کے صرف دو حصے مرتب کرسکے تھے کہ وفات پائی، یہ مجموعہ متعدد حیثیات سے قابل قدر ہے، فقہی ابواب پر اسکی ترتیب ہے، اور حنفی مسائل کی مؤید حدیثین ان مین درج ہین، جابجا احادیث پر نقد بھی ہے، اور فقہا و محدثین کے مذاہب بھی بتلائے ہین، قیمت لکھی نہین، غالباً ڈیڑھ دو روپیہ ہوگی پتہ: رحمانیہ پریس مونگیر،

ضمان الفردوس، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم جو ۱۸۵۷ء کے ان علما مین تھے جنھون نے حق و صداقت کی خاطر حبس دوام کی سزا برداشت کی، اور اس عالم مین بھی ان کا قلم علم کی خدمت کے لئے آزاد اور بیباک رہا، اردو مین تاریخ حبیب الٰہ انکی مشہور کتاب ہے، یہ رسالہ بھی انہی کی تصنیف ہے، جسمین حفظِ لسان، اور پاکدامنی کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہین مفتی صاحب کا نام رسالہ کی جامعیت اور استناد کے لئے کافی ہے، قیمت ۵/

احکامِ موتیٰ: مولوی سید شاہ غنیمت حسین صاحب نے اس رسالہ مین مردون کی تجہیز و تکفین کے متعلق ہر قسم کے معلومات کتب فقہ سے فراہم کردیئے ہین، قیمت ۴/ دونون رسالے رحمانیہ پریس مونگیر سے طلب کیجئے

مختصر تاریخ اسلامی: شیخ محی الدین خیاط مصری نے اسکولون مین تعلیم کے لئے تاریخ اسلام کا ایک سلسلہ لکھا تھا جو بچون کے لئے نہایت مفید ہے، ہم مدت سے اسکے ترجمہ کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، خوشی کی بات ہے کہ مولوی خلیل الرحمان صاحب لاہوری نے اس کام کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور ان کتابون کا سہل سلیس، اور عام فہم ترجمہ کسیقدر حذف و اضافہ کے ساتھ کردیا ہے، یہ سلسلہ چار حصون مین منقسم ہے جو بہ ترتیب ذیل ہین:-

حصۂ اول عہد نبوت ۸ر، دوم خلافت راشدہ ۹ر، حصہ سوم بنو امیہ ۱۰ر، حصہ چہارم عباسیہ ۱۲ر،

ہمکو اُمید ہے کہ قومی اسکولون مین یہ سلسلہ رواج پائیگا، پتہ: عبدالرشید اینڈ برادرس دارالکتب لاہور،

نئی زبان: انجمن ترقی اُردو نے وضع اصطلاحات کا جو اہم کام اپنے ذمہ لیا تھا اسکا ایک نمونہ رسالہ اُردو کے ذریعہ سے نگاہون کے سامنے آچکا ہے، یعنی اُسکے دو نمبرون مین فزکس وغیرہ کے اصطلاحات شایع ہو چکے ہین، جناب محمد سراج الدین صاحب طالب نے اس مختصر رسالہ مین اُن پر نکتہ چینی کی ہے، پتہ: پرانی حویلی حیدرآباد دکن، نمبر مکان ۴۴۴۴،

ہمایون: آنریبل جسٹس میان محمد شاہدین مرحوم کی یادگار ہین اُن کے لائق صاحبزادہ میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا نے یہ ادبی رسالہ لاہور سے جاری کیا ہے، مولوی تاجور صاحب فاضل دیوبند بھی شریک تحریر ہین، اسوقت تک اُسکے دو نمبر نکل چکے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ رسالہ مذاق اعلیٰ کو تسلی دیسکے، پنجاب کے بعض قدیم اہل قلم جو مخزن کے بعد کچھ افسردہ سے ہوگئے تھے، اسکے صفحات مین کروٹین بدلتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ ہے، مضامین بھی خاصے ہوتے ہین، لیکن فرائض ادارت کی مجبوریان بعض اوقات معیار سے کمتر مضامین کی اشاعت کا باعث بھی ہوجاتی ہین، ملک ہند کے وزیر تعلیم میان محمد شفیع صاحب کے قلم سے دو صفحہ کا ایک مضمون تعلیم پر نکلا ہے، ہمکو ہندوستان کے

ایک اعلیٰ ترین ماہرِ تعلیم سے جس بلندی پایہ کی توقع ہوسکتی تھی اُسکو چھوڑکر ایک معمولی مضمون نگار کی حیثیت سے بھی افسوس ہے کہ ہم اس دو صفحہ مضمون کی کوئی داد نہین دیسکتے،

ہمایون کے سلئے ایک فال ہمایون یہ ہے کہ اس نے بعض امراء اور اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو بھی اپنی طرف ملتفت کیاہے جو ملک کے علمی کامون کی طرف شاید ہی کبھی متوجہ ہوتے ہین، قیمت ۵؎، منرنگ روڈ، لاہور۔

نگار: اس نام کا ایک علمی اور ادبی رسالہ صوری اور معنوی خوبیون کے ساتھ جناب مولوی نیاز فتحپوری کی ایڈیٹری مین آگرہ سے نکلنا شروع ہوا ہے، جناب نیاز ایک کہنہ مشق انشاپرداز ہین اسلئے اُنکی ادارت مین ایسے رسالہ کا شایع ہونا اسکی خوبی کی ضمانت ہے، نیاز صاحب کے معاون جناب مخمور (بی، اے) اکبرآبادی ہین، مضامین نظم ونثر لطیف اور دلچسپ ہین، یہ کوشش کی ہے کہ سائنس، ادب، اور لطائف ونکات سب یکجا کردیئے جائین، جناب نیاز کی خدمت مین کیا یہ پیشگی گذارش مناسب ہوگی کہ وہ اُسکو نقاد بنانے کی کوشش نہ کرینگے، ضخامت ۸۰ صفحات، تقطیع بڑی، قیمت صہ ر، پتہ: نگار، آگرہ،

جہان آرا بیگم: تیموری خواتین مین جہان آرا بیگم خوش قسمت ہے کہ اُردو مین اسکی دو مستند اور سنجیدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین، اس سے پہلے مولوی محبوب الرحمن صاحب کلیم بی، اے اسکی ایک سوانح عمری لکھ چکے ہین، اب جناب ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی، اے نے اُسکی دوسری سوانح عمری لکھی ہے، پہلے مین زیادہ تر اہل قلم کی تنقید ہی اور اسمین علمی پہلو زیادہ نمایان ہی، فارسی کی اصل تاریخون کی عبارتین نقل کیگئی ہین، جہان آرا کی تصنیف مونس الارواح کی ایک مطلا صفحہ (موجودہ دارالمصنفین) اور بیگم کی مہر کے فوٹو بھی اسمین دیئے گئے ہین، اب مہاراشٹر کے ایک ہندو رئیس کے قبضہ مین ہی آخرمین بیگم کے فرامین اور بعض نادر سیاسی مراسلات بھی درج کئے گئے ہین، کتاب مستند، پرمعلومات اور سنجیدہ ہی، امید ہی کہ اہل ملک اُسکی قدر کرینگے، قیمت ۸ر، پتہ عبدالقدیر دالاخوان تاجران کتب، دہلی۔

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲؍

خمود نامہ منظوم خلاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸؍

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱۲؍

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولی کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت عہ؍

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۱۰؍

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲؍

" دوسری ریڈر طبع دوم ۴؍

رسالہ اہل سنت والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸؍

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ ۱۰؍

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت، ۸؍

بہادر خواتین اسلام، ۲؍

مولنا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارنامون اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت عہ؍

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرامؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت ۸؍

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱۲؍ غیر مجلد عہ؍

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۱۲؍

مذہب و عقلیات، اسمین پر زور دلائل و مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے، کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶؍

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ؍

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، ۱۲؍

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے، جلد دوم ۱۲؍

مکالمات برکلے۔ برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین

مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا

ہے قیمت باختلاف کاغذ عہر و عہر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین۔ یہ علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف ہے

فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہر

تاریخ صحف سماوی۔ توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی

جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام

اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب حصہ اول ہے دوم ۸

شمع سخن۔ پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع۔ موسیو لیبان کی کتاب جماعت انسانی کے اصول نفسیہ کا

اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲ عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام۔ اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان۔ علم جراحی الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین ۸ر

رموز فطرت۔ طبعیات نباتات ارض ہیئت و جغرافیہ طبعی کے

ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عہر

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال۔ مصور و مجلد ے ر

گیارہ قصے۔ اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸ر

نعت پیمبر۔ عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال۔ یعنی علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیسا

سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحہ ۱۰۰ ے

الانسان۔ یعنی انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات

طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳ قیمت عہ

تسہیل البلاغت۔ اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت ۸ر

اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ے ر

متفرق کتابین

یاد ایام۔ مولانا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات

کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا وزرا علما اور مشائخ

کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین عمر

سیاحت قسطنطنیہ۔ مولانا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ

سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ

قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے قیمت عہ

بدیہہ گوئی۔ جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے

شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات جمع کیے ہین قیمت عمر

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ﷲ ہے اور قیمت فی پرچہ ۸ر (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ر مین وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہو جاتا ہے

جس مین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو

انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی اخیر تاریخ تک مطلع کرین (۴) خریداران معارف دفتری خط

و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین، ورنہ تعمیل مین دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے (۵) قومی انجمنون اور کتبخانون سے اکثر مفت کی یا

تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین،

منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

كتبخانه دار المصنفين اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم سے ، للعہ ر

ایضاً حصہ دوم طبع اول عہ، للعہ ر

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے ر

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ ر

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے

اجتہادات و مسائل قیمت عہ ر

شعر العجم حصہ اوّل، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا

آغاز و قدما کا دور سے ر

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ ر

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری

پر تبصرہ عہ ر

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی مین ریویو ۸ ر

سفرنامہ مصر و شام، مولانا کا سفرنامہ عہ ر

موازنہ انیس و دبیر میرانیس کی شاعری پر ریویو ہے

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے

حالات عہ ر

ایضاً مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات

اور اونکے جوابات، عہ ر عہ ر ۱۲ ر

مکاتیب شبلی، مولانائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو

علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا

خزانہ ہے جلد اول ۱۲ عہ ر

ایضاً، جلد دوم ۱۲ عہ ر

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا

مجموعہ قیمت عہ ر

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

طبع رنگین واعلٰے مطبع نامی کانپور ۲ ر

مجموعۂ کلام شبلی، اُردو ۱۲ ر

مثنوی صبح اُمید، اردو ۴ ر

دیوان شبلی، فارسی عہ ر

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ ر

تفسیر سورۂ قیامہ 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والشمس 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والکٰفرون 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والعصر 〃 〃 ۴ ر

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل

کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل

اور پُر زور رسالہ ۱۰ ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵ ر

مجلد نہم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۲ء | عدد پنجم

مضامین

مطبوعات جدیدہ

عربی تفسیر ابومسلم اصفہانی خوبصورت ٹائپ میں چھپکر تیار ہے۔ قیمت عمہ /

شذرات

دار المصنفین کی خوش قسمتیون اور سعادتون مین سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے وجود کی ضرورت اور اُسکے کامون کی اہمیت ملک کے سب سے بڑے فرمانروا کے ذہن نشین کردی ہے، ہز اگزالٹڈ ہائنس حضور نظام خلد اللہ تعالیٰ ملکہ کو دار المصنفین کی طرف ایک خاص توجہ ہے وہ دار المصنفین کی اکثر تصنیفات ملاحظہ فرمایا کرتے ہین، وہ جانتے ہین کہ ملک و ملت کی حقیقی زندگی کے لئے اس قسم کی درسگاہون اور کارگاہون کی کتنی ضرورت ہے، دار المصنفین کے آغاز وجود سے اُسکو تین سو ماہوار کا وظیفہ سرکار نظام سے ملتا ہے، درمیان مین مزید قدر دانی سے اسکو دو برس کے لئے پانچ سو ماہوار تک پہنچا دیا گیا انقضاے مدت کے بعد مزید رقم بند ہو گئی، اب حضور نے ہماری تحریک کے بغیر از خود دو سو کی یہ مزید رقم دو برس کے لئے اور منظور فرمائی ہے۔

ہماری بزم دوشین کی آخری شمع حیدرآباد دکن مین نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے قالب مین روشن ہے، نواب صاحب ممدوح کو با این ہمہ کبر سنی، ضعف البصارت اور امراض پیری علم و فن کی خدمتگذاری کا جو شوق و ذوق ہے وہ ابتک جوان سال و رتازہ ہے، آپ نے دار المصنفین کی ضرورت کو اسوقت محسوس کیا جبکہ دار المصنفین کی بنیاد کی ایک اینٹ بھی

زمین پر نہین رکھی گئی تھی اور اسوقت سے ابتک برابر مالی اور علمی ہر قسم کی اعانت سے وہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہین، اپنے ایک آخری والانامہ مورخہ ۳۔ رمضان المبارک سنہ۴۰ھ مین ارقام فرماتے ہین،

آپ کے دار المصنفین کو کسی سند کی ضرورت نہین.... دار المصنفین ایسا کام انجام دے رہاہے جو آج تک ہندوستان مین کبھی شروع تک نہین ہوا، خود معارف اس کا بین ثبوت ہے،

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق   تحسین کنند او خجل از پاے زشت خویش

اس سلسلہ مین ہمکو ایک بات اور یاد آگئی، نومبر ۲۱ء کے معارف مین رسایل عماد الملک پر ایک تبصرہ شایع ہوا تھا، اسکے ضمن مین نواب صاحب کے متعلق تمہیداً چند واقعات بھی لکھے گئے تھے، موصوف نے اپنے شرفنامہ مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۲۱ء مین انکی تصحیح فرمائی تھی جو افسوس کہ بروقت شایع نہ ہوسکی، آپکا "مضمون وضع مصطلحات اردو" ۱۸۷۰ء کے لکھنؤ ٹائمس مین بدفعات شایع ہوا تھا اور مکمل ہونے کے بعد اسکو علٰحدہ رسالہ کی صورت مین چھپوایا گیا، معارف مین تھا کہ "یہ مضمون آج سے ۱۷،۱۶ برس پہلے لکھا گیا تھا" حالانکہ یہ آج سے پچاس برس پہلے لکھا گیا تھا، اسیطرح معارف مین تھا کہ "اٹھارہ بیس سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تعلیم حاصل کی" نواب صاحب لکھتے ہین کہ "عربی کے بعد مین نے انگریزی تعلیم چودہوین برس شروع کرکے کل آٹھ سال مین بی، اے تک ختم کردی تھی اور اسیطرح ۲۲ سال مین اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کر چکا تھا" اب آج ممدوح کی عمر "اسّی" برس ہے، تاہم ذوق علم کا وہی عالم ہے، ۳ رمضان ۴۰ھ کے والانامہ مین کتاب العمدہ فی الجراحات کی ہم سے فرمائش کرتے ہوے بحسرت ارقام فرماتے ہین،

"میری حالت بہت زار ہے، آنکھون مین بصارت ضعیف ہے، اور پاؤن کے درد کے مارے چل پھر نہین سکتا کتاب بینی برائے نام رہ گئی ہے، سن کا مقتضا بھی یہی ہے، میرا سن اب اسی برس کا ہے، ع دانم کہ چند رفت و ندانم کہ چند ماند"

وہ لوگ جو اتبک ہر چیز کے جواب مین "آیات محکمات" کی طرح "سرسید کی پالیسی" سرسید کی پالیسی بھجاتے رہتے ہین وہ یا تو سرسید کو غلط سمجھتے ہین یا خود اپنے آپکو دھوکا دیتے ہین، یا قوم و ملک کو، ہماری جماعت مین بفضل خدا اب بھی ایک بزرگ ایسا موجود ہے جو سرسید کی تمام جد وجہد مین اسکا دست و بازو تھا اور جس سے سرسید کے آراء و افکار کا کوئی راز پوشیدہ نہ تھا، یعنی نواب عماد الملک! معارف نے اپنے تبصرہ مین نواب صاحب کے اس طویل خط کا ذکر کیا تھا جو ممدوح نے سرسید کے نام انکی سیاسی روش کی تائید مین لکھا تھا، اس تبصرہ مین موجودہ حیرت انگیز انقلاب کیطرف بھی اشارہ کیا گیا تھا، نواب صاحب اسکے متعلق فرماتے ہین،

"خط موسومہ سرسید مرحوم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسکے متعلق مین صرف یہ کہونگا کہ اگر آج سرسید مرحوم زندہ ہوتے تو آپ خود انکے خیالات مین بھی عبرت انگیز انقلاب پاتے"۔

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ،

دار المصنفین نے امام ابو مسلم اصفہانی کی گمشدہ تفسیر کے جو اقتباسات امام رازی کی تفسیر سے یکجا کرائے تھے، اور ایک مدت سے وہ ٹائپ مین زیر طبع تھے، وہ اب چھپکر شائع ہوگئے، ۱۸۰ صفحات مین یہ اقتباسات ختم ہوئے ہین، سورون کی ترتیب پر انکی ترتیب ہے، اہل علم عربی دان اصحاب اور علما سے امید ہے کہ اسکی قدر فرمائینگے، اگر یہ کام یورپ مین

ہوا ہوتا تو اسکی قدرشناسی کا اندازہ ہو سکتا تھا، قیمت ۶ر

افسوس ہے کہ قوم کے کارکن طبقہ نے موالات کی یادداشت مین مسلم یونیورسٹی کی طرف سے قطع نظر کرلی ہے، اور اسکو کالعدم تصور کرلیا ہے، لیکن ہمارے تصور سے وہ کالعدم تو ہو نہین سکتی، ہان یہ البتہ ہوا ہے کہ مسلمانون کے چہل سالہ جد و جہد کا حاصل چند قوم و مذہب سے بے نیاز ہاتھون مین ہے، وہ اس سرمایہ کو جسطرح چاہتے ہین تلف کر رہے ہین، ہمکو تو یہ نظر آتا ہی کہ تعلیمی حیثیت سے وہ اعلیٰ مسلمان سرکاری عہدہ دارون کے لڑکون کا ایک تفرجگاہ اور انتظامی و مالی حیثیت سے چند مستند ہستیون کی ذاتی جائداد بنجائیگی، اس نظارہ پر تارکین موالات کے ساتھ موالاتیون کو بھی اشک حسرت بہانا چاہیئے، اس جماعت مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان سے ہم بجا توقع رکھتے ہین کہ وہ سرسید و محسن الملک و وقار الملک کی اس متروکہ جائداد کی نہین تو کم ازکم وہ اپنی ہی زندگی کے اس بہترین کارنامہ کی بقا و حفاظت کا فرض انجام دین، ہماری مخلصانہ صلاح ہے کہ صاحبزادہ صاحب قوم سے بہت روٹھ چکے، دیس چھوڑکر سالہا سال کے لئے بدیس نکل گئے، اور بن باس رہے، اب انکو واپس آنا چاہیئے، اور اجودھیا کی اس گدی کو سنبھالنا چاہیئے، آخر یہ راون شاہی کب تک قائم رہیگی؟

ایک صاحب نے شکایت کی کہ تارکین موالات کا یہ گناہ کبھی نہین بخشا جا سکتا کہ انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑ ڈالا، مین نے کہا کہ مین آپکو وہ جواب دینا چاہتا ہون جو کسی اور نے نہین دیا ہوگا، انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑنا تو چاہا مگر وہ ٹوٹ کیون گئی؟ انھون نے تو ہندو یونیورسٹی کو بھی توڑنا چاہا مگر وہ ٹوٹ نہ سکی، کیونکہ وہان ایک مالوی موجود تھا، اگر کوئی مالوی آپکے

ہان بھی ہوتا تو وہ نہ ٹوٹتی، افسوس ہے کہ جہان ہم سچے "مومن" نہین، وہان "صحیح مشرک" بھی نہین،
ع یک کمر شایستۂ زنار نیست، کیا اسوقت ایک بھی ایسا کوئی عہدہ دار اعلیٰ یونیورسٹی مین موجود ہے
جس نے قوم کو اپنی گرانبہا خدمات سے زیر بار کیا ہو اور قوم کے اعتبار کو حاصل کیا ہو، طلبہ کے اندر
اس نے علمی، اخلاقی، یا کسی اور حیثیت سے اپنا اعتماد اور اثر پیدا کیا ہو، اور جب یہ حال نہین ہے
تو موالات ہو یا ترک موالات قوم اور طلبہ کو انکی کسی راے اور تجویز پر اعتبار اور اعتماد کیونکر آے،

گر گلہ ہے "ایک" کا تو نوحہ ساری قوم کا

امریکہ سے چند دلچسپ خبرین موصول ہوئی ہین، مثلاً یہ کہ ۲۱ء مین وہان چھ ناول نویس
ایسے موجود تھے، جنکے ہر ناول کی اشاعت ایک ایک لاکھ سے زاید ہوئی! مس ڈل کا ایک
ناول اس سے بھی زاید تعداد مین شایع ہوا، مس ہال کا ایک ناول "دی شیخ" اسقدر مقبول
ہوا کہ ایک سال کے اندر ستر بار طبع ہوا، اور ہر مرتبہ ہاتھون ہاتھ نکل گیا، مسٹر ہچنسن کا ایک ناول
تین لاکھ سے زاید تعداد مین فروخت ہوا!

ہندوستان، خصوصاً ہندوستانی زبان (اردو) کے مصنفین وصاحبان مطابع ان
"ہوش ربا" داستانون کی صحت وعدم صحت کی بابت کیا راے رکھتے ہین؟

ماہ گذشتہ کے سنجیدہ ولایتی اخبارات ایک سبق آموز مقدمہ کی روداد سے لبریز ہین جسکا
خلاصہ یہ ہے "مسٹر جونس، لندن یونیورسٹی کالج مین کیمسٹری کے لکچرر تھے، مارچ ۲۰ء مین کالج
مین جلسۂ رقص ہوا، (اور یہ معلوم ہے کہ انگریزی رقص مین مرد وعورت شریک ہوکر تقریباً نیم برہنگی
کی حالت مین ناچتے ہین) جلسہ کے بعد پروفیسر موصوف ایک نوجوان طالبۂ علم مس براؤن کو جنکا سن

اٹھارہ سال کا تھا، لیکر ایک تاریک کمرہ مین گئے، اور وہان ان صاحبزادی صاحبہ کا بوسہ لیلیا، حکام یونیورسٹی کو اسکی اطلاع ہوئی، اُنھون نے اس جرم مین پروفیسر صاحب کو ملازمت سے برطرف کردیا، اسقدر خفیف جرم پر اتنی سنگین سزا کا خیال بھی اس ماہر کیمیائیات کو نہ تھا، انھون نے عدالت مین لندن یونیورسٹی پر ہرجہ کا دعویٰ دایر کردیا کہ انہین بلا وجہ ملازمت سے ہٹا دیا گیا، دو برس کے بعد عدالت نے فیصلہ صادر فرمایا، مدعی کا دعوی خارج کردیا، تاہم تجویز مقدمہ مین یہ الفاظ تحریر فرما دیئے ہین، کہ

"یہ امر بہت ہی افسوسناک ہوگا، اگر آیندہ اتنی سی بات پر یونیورسٹی کے نوجوان اساتذہ کو برطرف کیا جانے لگیگا کہ اُنھون نے اوقات تعلیم سے خارج کسی نوجوان لڑکی کا جو ان کے مدرسہ کی طالبعلم یا خود انہین کی شاگرد ہو، بوسہ لے لیا ہے"۔

گویا عدالت کے نزدیک اصلاً یہ فعل مطلق قابل اعتراض نہین، جونس صاحب کی برطرفی جو جائز قرار پائی، وہ یونیورسٹی کے مصالح انتظامی کی بنا پر نہ کہ نفس واقعہ کے مذموم ہونے کی بنا پر، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ نے اس مقدمہ پر ایک مقالۂ افتتاحی تحریر کیا ہے، اس نے بھی بعینہ یہی پہلو اختیار کیا ہے، لکھتا ہے کہ "نفس جرم تو کچھ بھی نہ تھا۔ مدعی کی نیت بالکل بُری نہ تھی، البتہ اس نے اپنی افسرانہ حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا جس سے عوام مین یونیورسٹی کی جانب سے بدگمانی پھیلنے کا اندیشہ تھا، اور اسلئے اسکی برطرفی بجا ہوئی"۔ مغرب کی ترقی یافتہ رائے عامہ کا صحیح عکس دیکھنے کے لئے جج صاحب کے فیصلہ اور ٹائمز کے آرٹیکل سے بہتر آئینہ اور کون ہوسکتا ہے،

جسم تمدن کا رئیس الاعضا لندن ہے، جسکے حسن اخلاق کا نظارہ ابھی ناظرین نے دیکھا، اسی

جسم کا ایک دوسرا عضو رئیس، واشنگٹن (دار السلطنت امریکہ) ہے، بہتر ہوگا اسی سلسلہ مین اسکی نبض پر ہاتھ رکھتے چلین، جسم کی صحت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے عموماً اطبا قلب و جگر دونون کا امتحان کرتے ہین، گھر کا معتبر نائی، واشنگٹن کا اخبار سنٹرل نیوز خبر دیتا ہے کہ کچھ روز ہوئے مسز اسمایتھ نامی ایک معزز خاتون نے ایک رکن حکومت مسٹر پن روز سے ملنے کے لئے فنانس کمیٹی کے ایوان مین قدم رکھا، پہلے انکے سکریٹری مسٹر ٹیلر کے ہان طلبی ہوئی، یہان داخل ہوتے ہی جو کچھ گذری وہ خود مسز اسمایتھ کے الفاظ مین یہ ہے کہ

"مسٹر ٹیلر نے زبردستی اور بہت قوت کے ساتھ مجھے لپٹا لیا، گستاخانہ میرے جسم کو بھینچ بھینچ کر دبایا، اور میری مرضی کے خلاف اور میری مزاحمت کے باوجود میرے بوسے لئے،

خاتون موصوفہ کی عزت نفس ان گستاخیون کی تاب نہ لا سکی، انھون نے عدالت سے چارہ جوئی کی ہے، اور ٹیلر صاحب پر بیس ہزار پونڈ (۳۰ لاکھ روپیہ) کے ہرجانہ کا دعوی دایر کردیا ہے، اور بڑے بڑے معززین ارکان حکومت شہادت مین طلب ہوئے ہین،

یہان یہ سوالات پیش کرنا کہ ان بیحیائی کے واقعات کو اخبارات اور عدالتی کاروائیون کے ذریعہ سے منظر عام پر لانا کس حد تک تحفظ اخلاق مین ہے، یا یہ کہ رقوم کثیر گم شدہ عزت کا کفارہ کس طریق پر ہوسکتی ہین، اس قسم کے سوالات پیش کرنا، مشرقی تنگ خیالی، کوتہ نظری و وہم پرستی کا ایک قطعاً ناقابل التفات نمونہ ہوگا - البتہ یاد کچھ ایسا پڑتا ہے کہ ایک ایسی کتاب مین جسکے ساتھ خود اہل مغرب صفت مقدس کا اضافہ کرتے ہین، الفاظ ذیل درج فرمائے گئے ہین،

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کر، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس کسی نے کسی بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی تو وہ اپنے دل مین اسکے ساتھ زنا کرچکا، پس اگر تیری

وہی آنکھہ تجھے ٹھوکر کھلائے، تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پہینکدے، کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا مین سے ایک جاتا رہے، اور نہ تیرا سارا بدن جہنم مین ڈالا جائے" (متی ۵۔۲)

خدا معلوم، اس صحیفۂ مقدس کے جو نسخے لندن یونیورسٹی اور واشنگٹن سینٹ ہاوس کے کتبخانون کو زینت دے رہے ہین، ان مین بھی عبارتِ خط کشیدہ موجود ہے یا نہین -

---

ریاستہائے متحدہ امریکہ مین ۱۹۲۱ء مین موٹرون کے حوادث سے مرنے والون کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے! خیال رہے کہ زخمیون کی تعداد اسمین شامل نہین، جو یقیناً مقتولین سے بدرجہا زاید ہوگی، یہ صرف مرنے والون کی تعداد ہے، اور وہ بھی صرف ایک موٹر کے حوادث سے، اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ریل، جہاز، معدنیات، تار برقی، دخانی کارخانون، گیس اور مٹی کے تیل کے تالابون، اور اسی قبیل کے بیسیون دیگر اسباب سے کشتگان و مجروحین برکات تمدن کی تعداد کسقدر ہوگی، اور پھر ان حوادث سے مالی نقصان جو ملک کو ہوا ہوگا، اسکی میزان کہانتک پہنچی ہوگی، تمدن جدید کی سب سے بڑی برکت یہی بیان کیجاتی ہے کہ وہ موت وہلاکت کے مقابلہ مین ایک بڑی حدتک سپر کا کام دیتا ہے، اور حیات مادی کے طول تحفظ و ترقی کا سب سے بڑا ضامن ہے، لیکن اس دعوی کی حقیقت بھی جیسا کہ ان صفحات پر بار بار ظاہر کیا جاچکا ہے، اس سے زاید کچھ نہین کہ شمشیر بے پناہ کا نام سپر، زہر قاتل کا نام آب حیات، اور افعی کا نام تریاق پڑگیا ہے! ہندوستان کے دل مین اگر اسکا ارمان ہے کہ اپنا اخلاق اپنا مذہب، اپنی معاشرت، اپنا تقوی، اپنی روحانیت، اپنی تعلیم، یہ سب کچھ قیمت مین دیکر نشاط حیات، طویل العمری، اور حوادث دہر سے تحفظ، خرید کرے، تو بہتر ہے اسکا بھی تجربہ کر دیکھئے، نتیجہ وہی نکلیگا جو ابتک ہر ملک مین، ہر زمانہ مین، ہر حالت مین نکلتا رہتا ہے،

غلط سہی اثرِ آہ و نالہ پر ناظم | رہے نہ دل مین ہوس آؤ یہ بھی کر دیکھین

مقالات

علمائے روس

دعوی تو ہمارا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب مین اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی زنجیر سے تمام مسلمانون کو باہم وابستہ کردیا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ تمام ممالک
اسلامیہ کے علما، مین باہم کوئی سلسلۂ تعارف نہین، ٹرکی کی ایک ایک خبر پر ہم جان دیتے ہین،
اور وہان کے صدہا سپہ سالارون اور وزیرون کے نام ہکو یاد ہین، مگر پوچھا جائے کہ وہان کے علمائے
کبار مین سے کسی ایک کا نام لیجئے تو سوا سکوت کے کوئی جواب نہوگا، روس وہ ملک ہے جہان
تین کرور سے زیادہ مسلمان آباد ہین، مگر وہان کے کسی ایک عالم و مصلح کے نام سے ہم واقف ہین؟
علمائے بخارا، علمائے ہند سے ناآشنا ہین، اور علمائے ہند علمائے روم سے ناواقف، اور
علمائے روم کو مراکش و تونس کے عالمون سے آگاہی نہین،

اس بے تعلقی اور ناآشنائی کا یہ اثر ہے کہ ان ملکون کے عام مسلمانون مین کوئی تعلق اور رشتہ
باقی نہین، عیسائیون کو دیکھیے کہ جہان انکی سلطنتین مجلس اقوام کی بنیاد ڈالتی ہین، ان کے علما اور
رہبان عالمگیر عیسائی کانفرنس قائم کرتے ہین، انکی مجلس اقوام مین اگر اسلامی ملکون کی سیاسی تقسیم
و تجزیہ پر گفتگو ہوتی ہے، تو انکی عالمگیر مذہبی کانفرنس مین ایک ایک اسلامی ملک کو عیسائی بنانے کے
لئے مختلف دائرون اور حلقون مین اسکی تقسیم ہوتی ہے،

یورپ کی یہ جنگ عظیم صرف دنیا کی ایک لڑائی نہ تھی بلکہ درحقیقت یہ دنیا کے انقلاب کی

تمہید تھی، یہ مشرق و مغرب کی پستی و بلندی کی حد اخیر تھی، جو لوگ کہ آثار کو دیکھکر موسم کے انقلاب کا پتہ لگا لیتے ہین، وہ اس مشرقی و مغربی انقلاب موسم کا پتہ بھی یقیناً لگالین گے، اس انقلاب کا ایک عظیم الشان نتیجہ یہ ہے کہ چند سال سے ممالک اسلامی ایک دوسرے سے قریب ہو رہے ہین، ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے جا رہے ہین، تعارف اور تعلق کے وسایل پیدا ہو رہے ہین، ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کا خیال ترقی کر رہا ہے، ہر ملک کے جدید تعلیم یافتہ اور مصلحین زمانہ ایک دوسرے سے واقف ہو رہے ہین، اگر کسیقدر تغافل ہے تو وہ علمار کے طبقہ مین ہے، اور اسکا سبب یہ ہے کہ عربی اخبارات کے مطالعہ کا انکو شوق نہین، اور سیر و سیاحت کی اُن مین استطاعت نہین، تاہم ہمین مایوسی نہین، اور ہماری نگاہون کے سامنے وہ زمانہ ہے جب دنیای اسلام کے علمار ایک جمعیت متحدہ مین نشست کرینگے، اور امت مرحومہ کی صلاح و فلاح کے مسائل مین غور و فکر کرینگے۔

آج اسی تقریب سے ہم علمای روس کی روحانی مجلس جما کر بیٹھے ہین کہ ہندوستان کے علما اور عام مسلمان اُنکے نامون سے اور حالات سے روشناس ہون،

ملک روس کا کوئی اسلامی شہر ایسا نہین ہے، جہان علما، ائمہ، مدرسین نہون اور اُنکے زیر سایہ مدارس اور مکاتب نہون، ذیل مین ہم روس کے خاص اسلامی ملکون کی آبادیون اور انکے علما، اور ساجد و مدارس کا نقشہ درج کرتے ہین، جس سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوگی،

صوبون کے نام	ائمہ اور مدرسین کی تعداد	ساجد کی تعداد	عام مسلمانون کی تعداد
قزان	۲۳۶۰	۱۰۶۹	۶۲۱۲۴۶
واتکا	۱۹۱	۱۵۸	۱۲۸۵۴۶
اورنبرگ	۹۷۶	۵۲۹	۳۶۴۳۷۳۱

اوفا	۲۲۸۰	۱۵۲۱	۱۰۸۱۷۵۵
سمارہ	۴۲۰	۳۰۱	۲۳۳۵۸۵
سمبر	۲۴۳	۱۷۷	۱۲۰۱۳۰
سراطاؤ	۱۷۵	۱۵۲	۸۱۸۱۸
پینزا	۱۱۹	۱۰۵	۵۳۳۸۹
طمبوف	۳۸	۲۸	۱۴۹۳۹۱
اورالسکی	۱۸	۱۴	۱۸۲۹۳
حاجی طرخان	۱۴۶	۱۳۸	۱۰۴۳۷۲
بیرمی	۳۰۳	۲۰۸	۱۳۸۷۷۷
طوبل	۱۳۶	۷۲	۵۸۴۹۵
سیمی پولاط	۱۵	۱۴	۵۱۹۹۹۳
نیژنی نوا گراد	۸۵	۶۴	۵۵۹۱۴
طومسکی	۲۹	۲۸	۳۰۲۰۸
رزان	۱۴	۱۰	۶۷۶۶
موسکو	۲	۱	۳۳۲۵
پطربرگ	۴	۳	۲۲۰۰
ایرکوتسکی	۳	۲	۲۴۶۷
آقمولا	۱۴	۱۱	۸۲۷۴
بنسی	۲	۱	۲۷۵۷

کاستراما	۱	۱	۳۶۵
یکاتزینسلاف	۱	۱	۳۵۱
راضوف	۲	۱	۳۱۰
اوڈیسہ	۱	۱	معلوم نہین
کرونشتاد	۱	۱	//
وارسا	۱	۱	//
خارکوف	۱	۱	//
میزان	۷۵۸۲	۶۱۱۴	۳۸۸۶۶۲۵

اس نقشہ سے یہ معلوم ہوگا کہ تقریباً چالیس لاکھ مسلمانون کے درمیان ۷۵۸۲ علماء و مدرسین، ۶۱۱۴ مساجد اور تقریباً ۱۸۶۹ مدرسے کم نہین ہین، یہ نقشہ کیقدر پرانا ہے، اور امید ہے کہ اس تعداد مین سال بسال اضافہ ہی ہوا ہوگا،

علماے روس کی سب سے بڑی تعریف جسکے لئے وہ تمام دنیاے اسلام کی طرف سے فخر و شکریہ کے مستحق ہین یہ ہے کہ انھون نے روسی مشنریون کے مظالم کو صدہا سال تک نہایت تحمل، استقلال اور ثبات قدمی سے برداشت کیا، اور روسی حکومت کی بربریت اور روسی پادریون کے جوش اشاعت دین کے صدمون سے اسلام کو ہر طرح باقی اور قائم اور محفوظ رکھا، یہانتک کہ ستمگرون اور جفاکارون کو اپنے ناشایستہ افعال سے توبہ کرنا پڑی، ایسی حالت مین جبکہ اس مظلوم ملک مین مسجدون کی تعمیر تک کی اجازت نہ تھی، غیر روسی زبان مین تعلیم نہین ہو سکتی تھی، علماء کے لئے وعظ و پند کی رخصت نہ تھی، جس گاؤن اور آبادی مین مشنریون کا حملہ ہوتا اُسکو بچانے کی اجازت نہ تھی، اس ملک مین اسلام کا قائم رہنا اور اُسکا سرسبز و شاداب ہونا اور ترقی کرنا انہین بزرگون کے فیوض و برکات ہین،

روسی صوبون مین ہر عالم کو افتا کا حق نہ تہا بلکہ اُسکے لئے حکومت کی طرف سے انکو اجازت کی سند حاصل کرنا پڑتی تھی، اور وہی مذہبی مقدمات کو فیصل کرتے تھے، اسکے بعد اوفا مین ایک اسلامی محکمہ شرعیہ قائم ہوا جسکے ماتحت تمام روسی صوبون کے اسلامی صیغے، اوقاف، مدارس مساجد، اور علما وغیرہ کر دیئے گئے، زار کے زمانہ مین بھی انتظام تہا، معلوم نہین اب کیا نظام ہے اس محکمہ مین ایک رئیس القضاۃ اور متعدد قاضی مقرر ہوتے تھے، مفتی محمد جان سب سے پہلے رئیس القضاۃ ہین، اُسکے دوسرے ممبر قاضی آغا شیخ محمد داغستانی ہین،

روسی مسلمانون کا کعبۂ تعلیم اور قبلہ مراد بخارا ہے، روس کے بڑے بڑے علما وہی لوگ ہوتے ہین جو بخارا سے تعلیم حاصل کر کے آتے ہین، گویا بخارا کے مدارس، مصر کے جامع ازہر یا افریقہ کے جامع زیتون کی حیثیت رکھتے ہین، بخارا کے بعد انکی قدیم تعلیم کا مرکز کابل ہے، جہان اکثر روس کے علاقہ سے مسلمان طلبہ آتے رہتے ہین، اُسکے بعد اگر وہ کسی طرف کا رخ کرتے ہین تو وہ داغستان، مصر اور حرمین ہین، روس کے خال خال طالبعلم ہندوستان بھی آجاتے ہین، لیکن انکی جدید تعلیم کا مرکز قسطنطنیہ ہے، جہان بکثرت روسی مسلمان طالبعلم ہر سال جایا کرتے ہین، خود روسی یونیورسٹیون مین بھی انکی خاصی تعداد شامل رہتی ہے،

تصوف کے سلسلون مین سے مجددیہ سلسلہ بھی علماے روس مین بیحد مقبول ہوا ہے، یہ سلسلہ جیسا کہ اہل ہند کو معلوم ہے، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے یہ جہانگیر و شاہجہان کے زمانہ مین ہندوستان مین تھے، انھون نے اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے، یہ سلسلہ علماے روس مین مختلف ذریعون سے پہنچا ہے، زیادہ تر شیخ نیاز علی ترکمانی بخاری کے ذریعہ سے، دوسرے شیخ فیض خان کابلی کے ذریعہ سے، شیخ فیض خان کے والد کا نام خضر خان تہا، ۱۲۱۷ھ مین اُنھون نے وفات پائی، خواجہ حسن

کابلی سے فیض پایا تھا، اور وہ خواجہ صبغۃ اللہ کابلی کے مرید تھے، اور خواجہ صبغۃ اللہ خواجہ محمد معصوم خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ تھے، تیسرا سلسلہ وہان شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی کے ذریعہ سے پھیلا ہے، بعض روسی علمار نے حرمین مین ان سے یہ فیض حاصل کیا، اور واپس جاکر اپنے ملک مین اسکی اشاعت کی، ایک اور سلسلہ یہ ہے کہ خواجہ معصوم کے ایک اور مرید شیخ حبیب اللہ بخاری تھے، جو ایشان واملا کے نام سے زیادہ مشہور ہین، بخارا مین اُنکے ذریعہ سے یہ فیض پھیلا،

عقیدۂ سلف اور طریقۂ اہل حدیث کا شیوع بھی روسی مسلمانون مین ہوا، سب سے پہلے عالم جنھون نے اس تبلیغ کا فرض انجام دیا، وہ شیخ ابوالنصر عبدالنصیر بن ابراہیم قوصاری ہین، قوصار، ولایت قازان مین ایک گاؤن کا نام ہے، یہین وہ ۱۱۹۰ھ مین پیدا ہوے تھے، بخارا جاکر علم کی تحصیل کی، اور یہین شیخ نیاز علی ترکمانی سے سلسلۂ مجددیہ مین بعیت ہوے، تکمیل کے بعد جب اپنے وطن واپس آے تو لوگون نے انکی بڑی عزت و تعظیم کی، اور وہان انکو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن باوجود اس عام مقبولیت کے اظہار حق مین کوئی شے اُنکو مانع نہ آئی، اور اُنھون نے تقلید جامد کے خلاف اپنا جہاد شروع کردیا، بدعات کی بیخ کنی اور طریقۂ سلف کی تبلیغ مین بڑی کوششین کین، جسطرح دنیا مین دوسری تحریکون کا حال ہوتا ہے وہی یہان بھی ہوا، کچھ لوگون نے انکی دعوت کو قبول کیا، دوسرون نے اُنکو بدعقیدہ اور بدمذہب قرار دیا، شیخ نے ان الزامات کی تردید مین "الارشاد للعباد" تصنیف کی، اسکے علاوہ طریقۂ سلف پر عقاید نسفیہ کی شرح لکھی، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح عقاید کی تشریح اور ثبوت مین کتاب اللوائح نام ایک کتاب لکھی، ۱۲۲۳ھ مین اُنھون نے بخارا کا دوسرا سفر کیا تو دشمنون نے بخارا مین اُنکے خلاف ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا، امیر بخارا کے دربار مین الحاد کے جرم مین انکے

قتل کی سازشین ہوئین، بالآخر معاملہ بخارا سے اُنکے اخراج پر ختم ہوگیا، وہ بخارا سے نکل کر خوارزم
اور حاجی طرخان ہوتے ہوئے اور ہر جگہ نشر سنت کا فرض انجام دیتے ہوئے وطن واپس آئے،
اور یہان آکر چند ادبی کتابین مثلاً شرح مختصر المنار، کتاب النصائح، رسالۃ الصفات وغیرہ لکھین،
۱۲۴۷ھ مین حج کے ارادہ سے قسطنطنیہ آئے تھے، یہین وفات پائی، انکی کتاب ارشاد
۱۳۲۱ھ مین قازان مین طبع ہوئی ہے،

اس عہد کے ایک دوسرے عالم شیخ ابراہیم آفندی بن خوجاش قازانی ہین، ابتدائی
تعلیم وطن مین حاصل کرکے علوم کی تکمیل کے لئے داغستان کا سفر کیا، وہان شیخ علی آفندی قیروانی
کی مجلس درس مین شریک ہوئے، دس برس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی، شیخ موصوف
کو اصول فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ سب کا درس دیا کرتے تھے، مگر فن تفسیر مین اُنکو خاص ذوق
حاصل تہا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر مین نہایت سخت تھے، شیرین بیان اور فصیح اللسان تھے
ان ملکون مین شیخ کے پند و نصیحت اور تبلیغ وارشاد کا بڑا اثر ہوا، بہت سی بدعتون کا قلع و
قمع ہوا، طریقہ معاشرت، اور اکل و شرب ولباس مین اسلام کے خلاف جو باتین رائج تہین،
ان مین اصلاح ہوئی، ۱۲۷۱ھ مین قازان مین وفات پائی،

ملا دولت باقی یہ اورنبرگ کے ایک گاؤن کے رہنے والے تھے، پہلے روسی فوج
مین سپاہی تھے، پھر خدا جانے کیا توفیق شامل حال ہوئی کہ بخارا چلے گئے، اور وہان جاکر تعلیم حاصل کی
علم ہیئت اور فلکیات کے بڑے ماہر تھے، اور اس فن سے اُنکو کامل ذوق تہا، بہت سے
آلات فلکی خود انکی ملکیت تھے، سائبیریا کے طوبل نامی ایک ولایت مین امام و مدرس تھے،
۱۲۵۶ھ کے بعد وفات پائی، انکی وفات کے بعد اُنکے تمام آلات فلکیہ طوبل کے عجائب خانہ مین
رکھے ہین، ملا مستقل ایک اور بزرگ تھے جو بوغصلان کے رہنے والے تھے، اُنکو قلمی

کتابون کا بہت شوق تھا،

شیخ نعمت اللہ الیسترلی باشی، نقشبندی مجددی، یہ صوبہ اوفا کے گاؤن الیسترلی باشی کے رہنے والے تھے، ظاہری و باطنی دونون علوم مین کامل تھے، بخارا آکر دونون تعلیمین حاصل کی تھین، عقاید مین سلف صالحین کے پیرو تھے، متکلمین اور فلاسفہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے تھے، فراغت اور تکمیل کے بعد اپنے گاؤن لیسترلی باشی واپس آئے، بڑی مقبولیت ہوئی، طلبہ، مستفیدین اور مریدین کا بڑا ہجوم ہوا، بڑے بڑے مدرسے بنوائے اور بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیئے، ۱۲۶۰ھ مین وفات پائی،

شیخ سید بن نور محمد، یہ قصبہ اورسکی کے ایک گاؤن مین امامت اور درس و تدریس کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ ملا عبداللہ اخوند شاہ مظہر صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے، شاہ صاحب ترک وطن کرکے مدینہ مین مقیم ہوگئے تھے،

ہر ملک کے علماء مین کوئی نہ کوئی مسئلہ ما بہ النزاع بنجاتا ہی روس کے اسلامی صوبون مین ایک زمانہ مین رات صرف تین چار گھنٹون کی رہ جاتی ہے یعنی ادہر شفق غائب ہوئی اور ادھر سپیدۂ صبح کا ظہور ہوا، ایسی حالت مین ان مقامات مین عشا کی نماز کی فرضیت قائم رہیگی یا ساقط ہوجائیگی، یہ مسئلہ یہان کے علماء کے درمیان بڑا معرکۃ الآرا سمجھا جاتا ہے، اور سیکڑون رسائل دونون طرف سے نفی و اثبات مین لکھے گئے ہین،

اب اُن چند علماے روس کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنھون نے موجودہ ضروریات کو سمجھکر ملک وملت اور علم وفن مین اصلاح کی کوششین کین اور خدا نے انکی کوششون کو بار آور کیا، ان مین سب سے پہلا نام اخوند ضیر اللہ بن عثمان کا لینا ہے، یہ اوفا کے رہنے والے تھے تعلیم روس ہی کے مدارس مین حاصل کی، استرلی طمن اوفا مین ایک مقام ہے، یہین کے مدرسہ مین

ابتدائی تعلیم انھون نے حاصل کی تھی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ مین درس و تدریس کا سلسلا جاری کیا، دس برس تک انھون نے اس فرض کو انجام دیا، مدرسہ کا اہتمام و انتظام اس خوبی سے کیا کہ وہ جدید طرز کے مطابق بہترین مدرسہ ہوگیا، جب اُن کے جوہر کھلے تو حکومت اور عام مسلمان دونون نے انکی قدر کی وہ اوفا کے اخوند[1] (رئیس العلما) مقرر ہوئے، اُسکے بعد اُن کے کارنامون نے مزید وسعت حاصل کرنے کا موقع پایا، اوفا کے جدید طرز پر بہت سے مدارس کھلوائے، نصاب تعلیم کی اصلاح کی، جدید ضروریات اور حالات کے مطابق بہت سی کتابین خود لکھکر داخل درس کین، اور اس باب مین بہت سی کوششین اُنسے معرض ظہور مین آئین، اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے روشنخیال اور کارآمد علما پیدا ہوئے، جن سے علوم عربی و دینی کی تعلیم مین ایک انقلاب ہوگیا، اخوند موصوف ۱۹۰۷ء مین اوفا کی جمعیت اسلامیہ کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۰۸ء مین وفات پائی۔

روسی علما مین سے جوان عمر لیکن پیر دانش موسیٰ جار اللہ ہین، یہ راستوف مین پیدا ہوئے اور تعلیم قازان، بخارا، مصر اور حرمین جاکر حاصل کی، ۱۹۱۵ء مین انکی عمر ۳۵ سال کی تھی اس ملک کے مسلمانون مین مصلحانہ خیالات و تعلیمات کی اشاعت مین اُنھون نے بڑی کوشش کی، ایک مصری مسلمان سیاح رشاد بک نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ روسی مسلمانون مین اُن کا وہی پایہ ہے جو مصر مین مفتی عبدہ کا ہے، یہ روسی مسلمانون مین مصلح اعظم خیال کئے جاتے ہین، اُنکی متعدد گرانقدر تصنیفات ہین،

سب سے آخر مین ہمکو مفتی عالم جان بارودی کا تذکرہ کرنا ہے، مرحوم نے اسی

[1] روسی مسلمانون کے محاورہ مین مثلاً (ملّا) اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے، جہان ہندوستان مین "مولوی" کا لفظ بولا جاتا ہے، اور آخر الذکر "مولانا" کا قائم مقام سمجھیے، یعنی اخوند کا لفظ ملّا سے بڑا ہے۔

سال وفات پائی ہے، ۱۸۵۶ء میں یہ پیدا ہوئے تھے، بخارا میں تعلیم حاصل کی تھی، فراغت کے بعد قازان واپس آکر وہاں اُنھون نے جدید طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ کا تمام نقشہ، نصاب اور طریق کار خود بنایا تھا، اس مدرسہ نے بہت جلد ترقی کی، یہانتک کہ ۱۸۸۰ء مین وہ قازان کی اسلامی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچگیا، اور قازان کا صوبہ روسی صوبون مین اسلامی علوم، اخلاق و معاشرت اور اصلاحات و ترقیات کا مرکز بنگیا، مرحوم کی اس جدید طرز کی مذہبی درسگاہ نے روسی مسلمانون کے انقلاب و ترقی مین نمایان اثر پیدا کیا، تھوڑے دنون کے بعد اس مذہبی یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کالج کا اضافہ کیا، جسمین اُنھون نے تمام ان جدید تعلیم یافتہ روسی مسلمانون کو دعوت دی، جنھون نے ماسکو، سینٹ پیٹرسبرگ، اور یورپ کی دوسری یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کی تھی، اس جوانمردانہ اور فیاضانہ طرز عمل نے بخارا کے قدیم درسگاہ مدرسۂ کلیۂ عالیہ کے طرفدارون مین ایک ہیجان و اضطراب برپا کردیا، لیکن مرحوم کے خلوص اور حسن نیت نے بہت جلد ان مشکلات کا خاتمہ کردیا، روس، آذربائیجان، ترکستان، قازان کے دولتمند سوداگرون نے اُنکی خاطرخواہ مالی اعانت کی، الغرض مفتی مرحوم کی کوششون اور روسی مسلمانون کی مالی اعانتون نے قازان مین مدارس، زنانہ مکاتب، مطابع اور دیگر علمی و عملی ترقیون کا مرکز بنادیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک یورپین مدبر نے یہ شہادت دی کہ پادری پرست روسی عیسائیون سے روسی مسلمان زیادہ یورپین ہین،

مفتی مرحوم کی سرکردگی مین قازان کے مسلمانون کے اس علمی و عملی جد وجہد و سرگرمی نے زار کی حکومت کو چونکا دیا، اور اُس نے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے مفتی صاحب کو قید کرکے شمالی روس کے ایک شہر مین بھیجدیا، حکومت کی اس ظالمانہ کاروائی نے روس کے مسلمانون مین غم وغصہ کی لہر پیدا کردی، حکومت روس نے اسکی سخت اور غیر معمولی احتیاط کی کہ اس

واقعہ کی خبر دوسرے اسلامی ملکون مین نہ پہنچنے پائے، مفتی صاحب کے قید سے قازان کی یونیورسٹی اور دوسری تحریکات کو کوئی صدمہ نہین پہنچا، وہ برابر ترقی کرتی رہین، مفتی صاحب کی قید کی خبر جب سلطان عبدالحمید خان کو پہنچی تو انھون نے اس بارہ مین فوری کاروائیان کین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ زار نے انکو ٹرکی مین منتقل کردیا جہان وہ ۱۹۱۱ء تک مقیم رہے، اور یہین سے بیٹھے بیٹھے انھون نے روسی مسلمانون مین اتحاد و اتفاق کی تحریکین جاری کین، اور انکے اختلافات باہمی کو دور کیا، تاکہ دُوما (روسی پارلیمنٹ) مین روسی مسلمانون کے حقوق کی متفقہ کوشش سے حفاظت ہو سکے،

۱۹۱۱ء کے بعد جب وہ روس لوٹ کر آئے تو تعلیمی تحریکون کو چھوڑ کر انھون نے سیاسی تحریکات مین حصہ لینا شروع کیا، اور ایک دیمقراطی فرقہ (ڈیموکریٹک پارٹی) قائم کیا، اور اس فرقہ کی ترقی و اشاعت مین بڑی کوششین کین، اور اسی کا اثر یہ ہوا کہ تاتاری مسلمانون مین جمہوری خیالات نے مقبولیت حاصل کی، اور آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی قائم ہوگئی، ۱۹۱۷ء مین جب روس مین انقلاب ہوا اور بالشوزم کا ظہور ہوا تو مفتی صاحب بھی روسی مسلمانون کو لیکر آگے بڑھے، اور اس انقلاب کا خیر مقدم کیا، مسلمانون نے انکو روسی گورنمنٹ مین مفتی اعظم کے عہدہ کے لئے منتخب کیا، اور حکومت نے اسکو قبول کیا، اور اسکے بعد اسلامی روسی مجلس کے وہ صدر قرار پائے، بالآخر انکے روز افزون اثر کو دیکھکر بالشویکون نے انکو قید کردیا، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد انکو آزاد کردیا، آجکل جبکہ روس کا ملک قحط سے تہ و بالا ہو رہا ہے وہ ماسکو اس غرض سے گئے تھے کہ وہ مسلمانون کی امداد و اعانت کی تدبیرین اختیار کرین، مگر حقیقت مین وہ سفر آخرت کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اسی سفر مین ماسکو مین انھون نے وفات پائی، تمام روسی مسلمانون مین انکی وفات پر ماتم برپا ہے۔

العروۃ الوثقیٰ

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دارالمصنفین

گذشتہ پچاس برس سے عالم اسلامی بلکہ تمام مشرقی ممالک مین جو ایک حرکت و بیداری سی پائی جاتی ہے اسکے ابتدائی سلسلون مین سب سے زیادہ اہم شخصیت سید جمال الدین افغانی اسدابادی کی ہے وہ ایران سے اٹھے اور اُنھون نے افغانستان، ہندوستان، مصر، عرب، قسطنطینیہ غرض اسلامی و مشرقی دنیا کے اکثر اہم مقامات کا دورہ کیا، ہر جگہ کے حالات دیکھے، وہان کے ممتاز و سربرآوردہ لوگون سے ملے اور موقع موقع سے قابل طبیعتون کو اصلاح و بیداری کی طرف مائل کرتے رہے، گو سید جمال الدین مرحوم تین مرتبہ ہندوستان بھی آئے، سب سے پہلی مرتبہ اپنے ایام تعلیم مین پشاور اور لاہور تک مغربی علوم کی تعلیم کی غرض سے، دوسری مرتبہ افغانستان کے سیاسی انقلاب کے بعد جب حج کی غرض سے کہ معظمہ تشریف لیجانے لگے اور تیسری مرتبہ اس زمانہ مین جبکہ مصر مین انگریزی اثر و نفوذ کے خلاف مصریون نے عرابی پاشا کی زیر قیادت اپنے حفظ آزادی کے ذرائع کو علانیہ کام مین لانا شروع کر دیا تھا، پہلی مرتبہ تو وہ ایسی حالت مین آئے کہ خود اپنی ذات کی اہمیت اور اپنے شاندار مستقبل کی طرف سے بیخبر تھے، دوسری مرتبہ کی آمد سے پہلے گو اُنکی سیاسی زندگی شروع ہو چکی تھی، لیکن اسکا دائرہ نہایت محدود تھا، یعنی افغانستان کی داخلی سیاست، تاہم ہوشمند برطانوی حکومت نے اسوقت بھی یہان اُنکی کافی نگرانی کی، کم و بیش ایک مہینہ سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع ندیا، اور اُنکو کسی ہندوستانی سے برطانوی حاکم کی موجودگی کے بغیر

ملنے کی اجازت نہ دی اور تیسری مرتبہ جب وہ ہندوستان لائے گئے، تو ایک برطانوی سیاسی نظربند کی حیثیت سے یہان اُن کا داخلہ ہوا، اور کچھ دنون حیدرآباد اور کلکتہ مین اسی حیثیت سے رکھے گئے، اسی وجہ سے ہندوستان ان سے بہت کم واقف ہوا، گذشتہ سات آٹھ سال سے بے شبہہ کبھی کبھی زبانون پر اُن کا نام آنے لگا ہے، لیکن اُنکی اہم شخصیت کے لحاظ سے ہم اسکو واقفیت نہین کہہ سکتے، اُنکی ہمہ دانی شخصیت کو دیکھنا ہو تو ہمین ایران، مصر، شام، اور قسطنطنیہ مین دیکھنا چاہئے اُنکی وفات پر پچیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا، ہر ملک کی سیاست مین انقلاب ہوگیا، ہر جگہ کی آب و ہوا بدل گئی، اور اب وہ زمین و آسمان نہین رہے، جو آج سے پچیس سال پہلے تھے، تاہم سید جمال الدین افغانی کا نام مذکورہ بالا ممالک مین آج بھی اپنے اندر بجلی کا سا اثر رکھتا ہے،

جب ۱۸۸۱ء مین مصر کا مسئلہ برطانوی شاہنشاہیت کے حسب مراد ختم ہوا، یعنی اُسکے اثر و نفوذ کا طوق مصر نے اپنے گلے مین ڈال لیا، اور عرابی پاشا کی جماعت ناکام رہی، تو سید جمال الدین کو بھی جو ہندوستان مین نظر بند تھے، نظر بندی سے رہائی ملی، اور ہندوستان کی برطانوی حکومت نے یہ اجازت دیدی کہ اب آپ جہان چاہین جا سکتے ہین، وہ یہان سے براہ راست لندن پہنچے اور وہان چند دنون رہنے کے بعد پیرس روانہ ہو گئے، اور یہین سے رسالہ العروۃ الوثقیٰ عربی زبان مین شایع کرنا شروع کیا، ابھی اُسکے صرف اٹھارہ ہی نمبر شایع ہوئے تھے کہ برطانوی ایوان حکومت مین زلزلہ پڑ گیا، برطانوی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ اگر سید جمال الدین برابر اُسکو جاری رکھ سکے تو مشرق مین اسکی تمام آرزوئین خاک مین ملجائینگی، اس بنا پر وہ اُسکی تباہی کے درپے ہوئی، اور سب سے پہلے ہندوستان، پھر مصر وغیرہ مین اُسکے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، ان بندشون کے بعد سید صاحب مرحوم کے لئے العروۃ الوثقیٰ کو جاری رکھنا آسان نہ تھا، اور اگر بالفرض وہ جاری رکھتے بھی تو کم از کم وہ مقاصد تو یقیناً حاصل نہوتے، جنکے لئے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا، اسلئے بالآخر سید صاحب نے

رسالہ کو بند ہی کردیا، چونکہ رسالہ نہایت پسندیدہ و مقبول تہا، اسلئے بعد کو مصر و شام مین اسکے منتخب مضامین کے متعدد مجموعے شایع ہوئے، لیکن ۱۳۲۸ھ مین حسین محی الدین الحبال صاحب جریدۂ ابابیل نے اُسکو بہ تمام وکمال مطبع توفیق بیروت مین چھپوا کر شایع کیا، اور یہی مجموعہ اسوقت پیش نظر ہے ۔

رسالہ کی ابتدا مین "ناشر" کی طرف سے ایک مختصر سا مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین محررین رسالہ کے اجمالی تذکرے بھی ہین، سید جمال الدین مرحوم کے تذکرہ مین جو انکی کتاب "الرد علی الدہریین" کے مقدمہ سے ماخوذ ہے یہ بتایا گیا ہے کہ "العروۃ الوثقی" نام کوئی انجمن تھی، جسکے ارکان و اعضاء نے سید صاحب سے انکی آزادی کے بعد یہ خواہش کی تھی کہ وہ عالم اسلامی کو خطرات سے آگاہ کرنے اور باہم متحد ہونے کی دعوت دینے کے لئے رسالہ جاری کرین، چنانچہ سید صاحب نے ارکان انجمن کی اسی خواہش کے مطابق العروۃ الوثقی کی بنیاد رکھی، اس کام مین سید صاحب مرحوم کے دو رفیق و مددگار تھے، ایک اُن کے شاگرد رشید مفتی محمد عبدہ مصری اور دوسرے مرزا باقر ایرانی ۔ مفتی محمد عبدہ تمامتر سید جمال الدین افغانی کے آغوش پروردہ تھے، خود مفتی صاحب کا بیان ہے کہ مین نے جبتک سید صاحب سے فیض نہین اُٹھایا، اسوقت تک علم و فن کے صحیح ذوق سے نا آشنا تہا انکی صحبت مین آکر میری آنکھین کھل گئین " دوسری طرف سید صاحب کو بھی مفتی محمد عبدہ جیسے شاگرد کے وجود پر ناز تہا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "محمد عبدہ مصر کے لئے ایک جنگی بیڑہ سے زیادہ قوی اور ایک لشکر سے بھی زیادہ بھاری ہین" جب سید صاحب مصر سے بحالت نظربندی ہندوستان بھیجے گئے ہین، تو سویز مین انھون نے اپنے دوستون سے یہ فرمایا کہ "مین اپنے بعد مصر مین محمد عبدہ کو چھوڑتا ہون اور وہ مصر کے لئے بحیثیت ایک عالم اور رہنما کے بہت کافی ہین" واقعۂ عرابی پاشا کے سلسلہ مین سید جمال الدین کی طرح مفتی محمد عبدہ بھی مصر سے جلاوطن کئے گئے تھے وہ شام مین

قیام پذیر تھے کہ سید صاحب مرحوم نے اُنکو پیرس مین اپنے پاس بلا لیا، اور "العروۃ الوثقیٰ" کی تحریر کی خدمت اُن کے سپرد کی،

مرزا باقر ایران مین پیدا ہوئے وہین تعلیم و تربیت پائی، ہندوستان، چین، بخارا، انگلستان اٹلی اور فرانس کا سفر کیا، پھر بغداد اور عراق ہو کر لندن گئے، وہان کچھ دنون رہنے کے بعد بیروت (شام) پہنچے، یہان انھون نے شادی کی، اور کم و بیش تین برس کے قیام کے بعد کسی سیاسی سازش مین متہم ہونے کی بنا پر ترکی حکومت کے خوف سے طہران چلے آئے، اور وہین انتقال کر گئے

مرزا باقر فلسفیانہ دل و دماغ رکھنے والے شخص تھے عملی سیاست سے اُنکو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی، لیکن دنیا کے جو واقعات اُنکی آنکھون کے سامنے گذر رہے تھے اُنکو اچھی طرح سمجھتے تھے، اسلئے دوسرے اکابر رجال عالم کی طرح وہ بھی دنیا کی بیچینیون اور مصیبتون کو دُور کرنے کی تدبیرین سوچا کرتے تھے، لیکن انکی راہ سیاست کی راہ نہ تھی، بلکہ ان کے نزدیک دنیا مین امن و آسائش کے قیام کے لئے اُسکی ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے مذہبی اختلافات مٹا دیئے جائین، اور تمام دنیا کو ایک ایسے مذہب کی طرف دعوت دیجائے جو اُسکی موجودہ ترقی یافتہ حالت کے بالکل مطابق اور اُسکی تمام معاشرتی و تمدنی ضروریات کا پورا کرنے والا ہو، یہ مقصد بظاہر خواہ کسیقدر بلند اور شاندار معلوم ہوتا ہو تاہم یہ کہنا بیجا نہو گا کہ موجودہ حالات مین وہ ایک ناممکن الحصول مقصد ہے، اور کچھ نہین توکم از کم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ ابھی اس مبارک زمانہ کی آمد مین جب ساری دنیا اس قسم کی سادی سطح پر آجائے صدیون کی دیر ہے،

ہم اس موقع پر اُن کے حالات زندگی کے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے یہ بہتر سمجھتے ہین کہ اُن کے شاگرد رشید مشہور مستشرق پروفیسر اڈورڈ براؤن کی اس چٹھی کا ترجمہ کردین جو انھون نے مرزا باقر کے چھوٹے فرزند مرزا محمد ابن باقر مدیر مجلہ المنتقد کو لکھا تھا، پروفیسر براؤن لکھتے ہین:

مین یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ میرے استاذ علامۂ فاضل مرزا باقر مرحوم کے فرزند ہین،
مین نے آغاز شباب مین جب شرقی علوم والسنہ کی تحصیل کی طرف توجہ کی تھی تو آپ کے
والد محترم میرے سب سے پہلے استاذ تھے، آج پچیس سال کا زمانہ گذر گیا کہ وہ مجھسے
الگ ہوکر بیروت کی طرف روانہ ہوئے تھے، لیکن باوجود امتداد زمانہ انکے فضائل وخصائل
حسنہ کی یاد ابتک میرے دل مین بالکل تازہ ہے، میری انکی پہلی ملاقات ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء مین
ہوئی، میرا بہت زیادہ وقت انکی صحبت مین گذرتا تھا، مین نے اُن سے قرآن مجید کا درس لیا
اور فارسی زبان مین خود انکی منظوم تفسیر قرآن ان سے پڑہی، انکی ایک اور منظوم تصنیف
"شمسیہ لندنیہ" بھی مین نے اُن سے سبقاً سبقاً پڑہی، پہلی تصنیف لندن مین چھپکر شایع
ہوگئی ہے، دوسری تصنیف ابتک شایع نہو سکی، لیکن جانے سے پہلے انھون مجھے اسکا
ایک قلمی نسخہ مرحمت فرمایا تھا، اس کتاب کے اشعار غایت درجہ مشکل اور ناقابل فہم ہین،
کوئی شخص جبتک اسکے رموز واشارات سے واقف ہنو، ایک شعر کا بھی مطلب نہین سمجھہ سکتا،
مین اسلئے سمجھتا ہون کہ مین نے مصنف مرحوم سے اُسکو سبقاً سبقاً پڑہا تھا، اور اُسکے ناقابل
فہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسمین ان واقعات وکیفیات کی طرف اشارے کرتے ہین،
جو انکو عالم مثال یا عالم خواب مین نظر آئے، نیز اکثر مقامات پر بطریق رمز واشارہ اس زمانہ کے
سیاسی حالات کو بھی لکھہ جاتے ہین جو اسوقت پیش آرہے تھے، اور اس سلسلہ مین سلطنتون
کے وزراء اور وکلاء کے نام بھی لکھتے جاتے ہین لیکن نام صاف صاف نہین لیتے بلکہ
عجیب طریقہ سے اُن کا ترجمہ کردیتے ہین، کہ اُسکی طرف جبتک توجہ نہ دلائی جائے کسیکا ذہن
منتقل ہو ہی نہین سکتا، مثلاً ایک شعر ہے،

سنگ ہیبت ہیچ نام نیز زد | شنگ وہیبت بچنگ ننگ در آمد

یہ تمام واقعات سیاسیہ مصر سے متعلق ہے، "سنگ بہیج" سے ان کا مقصود "گلیڈاسٹون" ہین جو اس زمانہ مین جب برطانوی حکومت مصر پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ساعی تھی، انگلستان کے وزیر اعظم تھے، دوسرے مصرع مین "سنگ و بہیج" سے مقصود "برائٹ" ہین، یہ بھی اسوقت وزرائے انگلستان مین داخل تھے، "سنگ بہیج" اور "سنگ و بہیج" ان کے نامون کا لفظی ترجمہ ہے، اسی طرح انہون نے تمام نامون کے تحت اللفظ ترجمے کئے ہین، اور ہر واقعہ کو رمز بنا کر لکھا ہے جسکا بطور خود سمجھنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے،

مرحوم کو علوم دینیہ اور السنۂ قدیمہ و حدیثہ مین خاص درجہ حاصل تھا، وہ متعدد زبانین مثلاً عبرانی، یونانی، انگریزی، عربی، فارسی اور ہندوستانی کے عالم و ماہر تھے، بہت فصیح انگریزی بولتے تھے، اور اسمین ان کا طرز تحریر فلاسفہ و علماء کا طرز تحریر تھا، گفتگو بہت کرتے تھے، اور بہت تیزی کے ساتھ بولتے تھے، اثنائے گفتگو مین ایک لمحہ کے لئے بھی چپ نہوتے تھے، بسا اوقات کہانا میز پر رکہا رکہا ٹھنڈا ہوجاتا تھا، اور انکو گفتگو سے اتنی مہلت نہین ملتی تھی کہ کہانا کہالین، بہت بارعب بلکہ کسی حد تک خوفناک تھے، اُن کے اہل وطن ایرانی عموماً ان سے ڈرتے تھے، اور تو اور خود پرنس ملکم خان جو بیداری ایران کے موسسین مین سے تھے اور اسوقت انگلستان مین ایران کے سفیر تھے وہ بھی اُن سے بیحد مرعوب تھے،

گو یہ ضرور ہے کہ رسالہ ان تینون بزرگون کی سعی محنت سے مرتب ہوکر شائع ہوتا تھا، لیکن یہ واقعہ ہی کہ اسکے اصلی روح رواں سید جمال الدین افغانی تھے، رسالہ کے بنیادی خیالات اور سیاسی معتقدات تمامتر وہی ہین جو سید صاحب مرحوم کے تھے، مفتی محمد عبدہ کا کام ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر تحریری صورت مین لانا تھا، اسی لئے رسالہ کے روح پر سید جمال الدین افغانی کو رسالہ کا

مدیر سیاست اور "ذمہ دار مسلک" اور مفتی عبدہ کو "محرر اول" لکھا بھی گیا ہے، مرزا باقر مرحوم لندن مین رہتے تھے، اور وہین سے عالم اسلامی کے متعلق ضروری اخبار اور مضامین کا انگریزی سے عربی مین ترجمہ کرکے پیرس دفتر "العروۃ الوثقیٰ" کو بھیجا کرتے تھے،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم رسالہ کے سواد ترکیبی اور اسکے اہم مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

رسالہ کا مقصد: آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے بظاہر اکثر مشرقی ممالک کی یہ حالت نہین تھی جو آج ہے اسوقت مغربی فتوحات کا سیلاب ایسا طوفان خیز اور ہمہ گیر نہ تھا جیسا کہ آج ہے، اسلئے اسوقت مشرق کی متعدد سلطنتین آج سے بہت زیادہ بہتر حالت مین نظر آتی تہین، گو یہ بالکل سچ ہے کہ اسوقت بھی تمام مشرقی قومین یکسان ضعف اور کمزوری کی حالت مین تہین، اُن کا شیرازۂ تمدن بکھر چکا تہا، اُن کے زبردست اخلاق کا ستون مرکز ثقل سے ہٹ چکا تہا، اور اُنکی قومی سلطنت وحکومت کی بنیادین کھوکھلی ہوچکی تہین، لیکن ان کمزوریون پر گذشتہ طاقت وشوکت اور جاہ وجلال کا ایسا پردہ پڑا ہوا تہا کہ اُنکو کچھ نظر نہ آتا تہا، وہ نشۂ ماضی کی سرمستیون مین اسدرجہ چور تہین کہ خمار حال کی اعضا شکن تکلیفون کا اُنکو احساس تک نہ تہا، سید جمال الدین افغانی کا اصلی کمال یہی کہ انھون نے اسوقت وہ سب کچھ دیکھہ لیا تہا جو بہتون کو آج بھی نظر نہین آتا، اُنکو علانیہ یہ نظر آرہا تہا کہ مشرقی قومین غفلت وبیخبری کی حالت مین پڑی ہین، اور چالاک مغربی قومین آہستہ آہستہ انکی دولت وثروت جاہ وحشمت، حکومت وسلطنت پر قبضہ کرتی جاتی ہین، اُنکو اُنکے نظام اخلاق، نظام معاشرت، نظام تمدن اور نظام سیاست کی کمزوریون نے ایسی حالت مین کردیا ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے بے نیاز وبےخبر ہین، اُنکی دینی، قومی اور سیاسی روابط بودے پڑگئے ہین، اور حملہ آور دشمن اُنکی اس حالت سے بتدریج فایدہ اُٹھاکر اُنکو اپنا زیردست اور ماتحت بنالینا چاہتا ہے، چنانچہ

العروۃ الوثقیٰ کے پہلے نمبر مین جہان رسالہ کی ضرورت اور اسکے اغراض و مقاصد سے بحث کی ہے تحریر فرماتے ہین :—

عام طور پر مشرقی قومون کی بربادی کی اب کوئی حد نہین رہی، اور وہ انتہا درجہ تباہ حال ہو چکی ہین، خصوصاً مسلمان جنمین کے بہت سے تاجدار اپنے تاج و تخت اور بہت سے حکومت و ریاست کے حقدار اپنے حقوق سے محروم کر دیئے گئے، ان مین بیشمار صاحب جاہ و عزت تھے جو ذلیل ہو گئے، بیشمار ارباب شوکت و جلال تھے، جو حقیر ہو گئے، اور بیشمار اصحاب دولت و مال تھے جو فقیر ہو گئے، کل تک جو صحیح و تندرست اور توانا تھے، وہ آج سقیم و مریض ہین اور جو شیر تھے وہ بھیڑیئے ہین، ان کا کوئی فرقہ، کوئی طبقہ اور کوئی گروہ ایسا نہین جو اس عام تباہی و بربادی سے محفوظ رہ گیا ہو،

اس تمہید کے بعد کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہین،

ان آخری ایام مین مشرقی ممالک کے اہم مقامات مین جو یکسان مصیبتین نازل ہوئی ہین، انکی وجہ سے ان کے تمام باشندون مین باہمی ربط و اتحاد کی تجدید ہو گئی ہے، اور اسوقت مشرقی ممالک کے متفرق و مختلف اور دور دراز مقامات کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب و متحد ہو گئے ہین، ہر جگہ کے ارباب فہم بیدار ہو چکے ہین، اور وہ موجودہ حالات کے نتائج پر غور کر رہے ہین، وہ ان اسباب کی طرف بھی متوجہ ہو چکے ہین، جنھون نے انکو موجودہ حالت تک پہنچا دیا ہے، اور بقدر امکان اُنکے رفع و ازالہ کی فکر بھی انکو دامنگیر ہے، وہ اپنے ربط و اتحاد اور سعی و کوشش کی بنا پر اُسکے امیدوار ہین کہ شاید کھوئی ہوئی شوکت و ثروت کو ایک دفعہ پھر پالین، اور موجودہ حوادث مین انکو اپنے دین و مذہب، شرف و وقار، اور ننگ و ناموس کی حفاظت و صیانت کا کوئی موقع ہاتھ آئے، وہ موجودہ وقت کو

ایک مغتنم فرصت سمجھتے ہین، اور اسی سے اُنکی امیدین قائم ہین، ان کے دلون مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین گذرسکتا، کہ بغیر کسی عمدہ نتیجہ کے یہ وقت و موقع نکل جائیگا، لیکن فرض کرو کہ یہ موقع ہاتھ سے جاتا بھی رہے تو پردۂ غیب سے اس قسم کے بیسیون مواقع آئندہ اور پیدا ہوجائین گے،

اسوقت مختلف ممالک مشرقی بالخصوص بلاد ہند اور مصر مین اس مقصد جلیل کے حصول کے لئے متعدد جمعیتین قائم ہوچکی ہین، جو ہر ممکن طریقہ سے ذرایع کامیابی کی تلاش وجستجو مین سرگرم و مصروف ہین، نہ وہ سعی و عمل سے تھکتی ہین، اور نہ اپنی کوششون مین کوئی کمی کرتی ہین، اگرچہ اس راہ مین اُنکو ان تمام انتہائی خطرات سے دوچار ہونا پڑے جو انسانی زندگی کو پیش آسکتے ہین،

اس قسم کی ایک طویل تمہید کے بعد آخر مین مقاصد رسالہ کی تشریح یون کی ہے،

یہ رسالہ بقدر امکان مشرقی قومون کے لئے ان ضروری کامون کو صاف صاف بیان کریگا، جنہین کسی طرح بھی کمی کرنا اُنکی بربادی، کمزوری اور تباہی کا سبب ہے، اور ان راستون کی طرف علانیہ رہنمائی کریگا، جنپر چلنا تلافی مافات کے لئے ازبس ضروری ہے، نیز آئندہ مشکلات سے عہدہ برا ہونے کی بھی صورتین پیش کرتا رہیگا،

یہ رسالہ مشرق کے اعلیٰ طبقہ کی نگاہون پر سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کریگا، اور ان شبہون اور وہمون کو دُور کریگا جنکی وجہ سے ہدایت و کامیابی کا راستہ ان پر ملتبس ہوگیا ہے، ان کے ان وسوسون کو دفع کریگا جنکی بنا پر وہ مرض کے علاج و شفا کی طرف سے مایوس ہوچکے ہین، اور عام طور پر یہ سمجھنے لگے ہین کہ مصیبت اپنی انتہا کو پہنچگئی، اور تدارک و تلافی کا زمانہ گذرچکا،

یہ رسالہ یہ سمجھائیگا کہ تمام مشرقی قومون کے لئے تکافو یعنی باہمی امداد و اعانت کا طریقہ نہایت ضروری ہے، اور یہی اُنکے سیاسی روابط اور وطنی تعلقات کا محافظ ہو سکتا ہے اسلئے کہ اسی طریقہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ آج قوی نے ضعیف کو دبا لیا ہے،

یہ رسالہ اعداء مشرق کی محبت و خیر خواہی کی اس منقش چادر کو جو رنگا رنگ ملاطفت و نرم خوئی سے رنگین ہے، چاک کر کے جو کچھ پس پردہ ہے اُسکو علانیہ دکھا دیگا، اور حریص و طماع مغرب مشرق کی تاریکی غفلت مین آہستہ آہستہ جس مخفی راہ پر چل رہا ہے اسپر کافی روشنی ڈالیگا۔

یہ رسالہ اسکی خاص کوشش کریگا کہ تمام مشرقی قومون پر جو غلط الزامات قائم کئے جاتے ہین، اور خاصکر مسلمانون پر جو جھوٹی تہمتین لگا کر انکو بدنام کیا جاتا ہے انکی اچھی طرح پردہ دری کرے اور اصل حقیقت کو سمجھائے، نیز بعض ناواقفون کے اس خیال کی تردید کریگا جو یہ سمجھتے ہین کہ مسلمان کبھی تمدن و ترقی کی برکات سے اسوقت تک مستفید نہین ہو سکتے جبتک وہ انہی اصول پر کاربند رہین گے، جنپر آج سے سیکڑون برس پہلے کاربند ہو کر ان کے اسلاف نے فایدہ اُٹھایا تھا،

یہ رسالہ تمام مشرقی قومون کو سیاسی حوادث عامہ سے باخبر کرنے کی ہر وقت کوشش کریگا، اور ان کے متعلق سیاسی جماعتین جو طرز عمل اختیار کرتی رہین گی انکے انکشاف اور پردہ دری سے غافل نہوگا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمام مشرقی قومون کے باہمی تعلقات کی تقویت و استحکام اور ان کے افراد مین باہمی محبت و الفت کی تلقین و تمکین کی خاص طور پر رعایت رکھیگا، اور ان کے منافع مشترکہ کی تائید و حفاظت کو اپنا سب سے زیادہ ضروری فرض سمجھیگا۔

ان سادہ اور اجمالی مقاصد کو دیکھکر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے، کہ سید جمال الدین افغانی نے

جن ضروریات کو پیش نظر رکھکر یہ رسالہ جاری کیا وہ کیا تھے ؟ کسی غافل جماعت کو حملہ آور دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھنے اور اُسکو اپنی آپ حفاظت کرسکنے کے قابل بنانے کی سب سے عمدہ اور بہترین صورت یہ ہے کہ ایک طرف اُسکو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے اور دوسری طرف یہ بتایا جائے کہ حملہ آور دشمن کسطرف سے، کسو قت اور کن اسباب وآلات جنگ سے مسلح ہو کر اُسکو اپنے قابو مین کرلینا چاہتا ہے، جیسا کہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا، سید صاحب بالکل اسی اصول پر عمل پیرا تھے، ایک طرف تو وہ بار بار مشرقی قومون کو ان قومی و وطنی زائض کے ادا کرنے کے لئے آمادہ کرتے تھے جنپر انکی حیات قومی و وطنی کا مدار رہے، اور دوسری طرف مغربی قومون کے دسائس و مکائد اور طرق فتح وغلبہ کی پردہ دری بھی کرتے جاتے تھے،

اتحاد امم مشرقیہ | لیکن ہم اس موقع پر جس چیز کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم مشرقی قومون کے باہمی بغض وعداوت کو رفع کرنے اور ان مین ربط واتحاد کو پیدا کرنے کو کسقدر ضروری خیال کرتے تھے، آج ہندوستان کے رہنمایون نے مدت کے تجربہ اور ضرورت کی انتہائی حالت پیدا ہوجانے کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ آزادی ملک کی تعمیر کے لئے ملک کی مختلف قومون اور فرقون کا پختہ اتحاد خشت اولین ہے، جسکے بغیر یہ عمارت قائم ہی نہین کیجا سکتی، لیکن سید جمال الدین نے آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی اُسکو محسوس کیا اور بار بار اسکا اعلان کرتے رہے، مقاصد رسالہ کا ایک ایک حرف وجملہ اسی حقیقت کا اعلان کر رہا ہے، نیز مختلف مضامین مین سید صاحب نے اسکا خاص طور پر اعادہ کیا ہے، ایک موقع پر جب مصر کی مجلس وزرا نے مصر مین "العروۃ الوثقیٰ" کے داخلہ واشاعت کو ممنوع قرار دیا، تو اس واقعہ پر نوٹ لکھتے ہوئے اس پختہ عقیدہ کی بنا پر اپنے حسن ظن کو جن الفاظ مین ظاہر کیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے:-

"مجلس نے مصر مین العروۃ الوثقیٰ کے داخلہ واشاعت کو ممنوع قرار دیا، اور اسی فیصلہ کے

مطابق سرکاری اعلان مین یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس اس رسالہ کا کوئی نسخہ پایا جائیگا، اُسکو پانچ سے لیکر پچیس گنی مصری تک بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا، ہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین قائم کر سکتے کہ کسی مصری رکن کی بااختیار و آزاد رائے نے یہ فیصلہ کیا ہو بلکہ ہم خدیو مصر کی ذات سے بھی ایسی اُمید نہین رکھتے، اور ہمارے وہم مین بھی یہ بات نہین آتی کہ کوئی مصری خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان بلکہ کوئی مشرقی جو مصر مین قیام پذیر ہو، اس حکم مین عدل و انصاف کا شائبہ تک پاتا ہو، اور یہ کسطرح ہو سکتا ہے کیونکہ اس رسالہ نے مصری حقوق کی محافظت و مدافعت کے فرائض ادا کئے ہین، ہر معاملہ مین مصریون کی امداد و اعانت کی ہے، اور مصر کے دشمنون کی اُمیدون کو ناکام کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، اس رسالہ کا مشرب زید کی مدح اور عمر کی عیب جوئی نہین ہے، بلکہ اُسکا مقصد نہایت ارفع و اعلی ہے اسکی کوششین اسپر صرف ہوتی ہین کہ مشرقی قومون کے سینون مین باہمی بغض و عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے ہین اُن پر نصیحت و مصالحت کا پانی ڈال کر اُنکو اخلاص و محبت سے بھردے وہ ابنائے مشرق سے یہ التماس کرتا ہے کہ باہمی تنازع و اختلاف کے ہتھیار ڈالدین اور اس عام مصیبت کے مقابلہ مین جو سب کے لئے یکسان تباہ کن ہوگی، اتحاد و اتفاق کے اسلحہ سے مسلح ہو کر صف بستہ ہوجائین، وہ یہ چاہتا ہے کہ گھر کے آیندہ اندرونی انتظامات کی فکر سے پہلے خود گھر کی حفاظت کرنا چاہیئے، ابتداسے "العروۃ الوثقی" کا یہی طرز عمل ہے پھر کیونکر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی عاقل انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ مشرق کا کوئی فرد خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ایک ایسے مفید رسالہ کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے روک دیگا، ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہین کہ یہ سب اس قوت کا کرشمہ ہے جو اسوقت مصر پر مسلط ہے اور وزارت مصر نے جو کچھ کیا ہے وہ انگریزی عمال حکومت کے جبر اور دباؤ سے کیا ہے،

العروۃ الوثقی کے اجرا کے زمانہ مین مشرق کا اہم سیاسی مسئلہ "مصر مین برطانوی مداخلت" کا مسئلہ تھا، اور اُسپر بحث وتمحیص کے دوران مین لازمی طور پر بار بار ترکون اور مصریون کا نام آتا تھا، اس سے ایک بدگمان شخص کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ یہ خیال قائم کرے کہ "العروۃ الوثقی" خاص مسلمانون کے حقوق ومفاد کی حفاظت وحصول کے لئے جاری کیا گیا ہے سید صاحب کو خود بھی یہ بات کھٹکی تھی، چنانچہ اسکے دفعیہ کے لئے العروۃ الوثقی کے عنوان سے ایک نوٹ مین تحریر فرماتے ہین،

کسی کو یہ خیال قائم نہ کرنا چاہیئے کہ اس رسالہ مین جو بار بار خاص طور پر مسلمانون کا تذکرہ آتا ہے تو اس سے مقصود صرف انہی کے حقوق کی محافظت اور اُن کے غیر مسلم ہموطنون کے حقوق ومصالح کو جو صدیون سے رشتہ وطنیت کی بنا پر ان مین باہم مشترک ومخلوط ہین، نظر انداز کر دینا ہے۔ ایسا کرنا ہماری افتادِ طبیعت ورجحان کے بالکل خلاف اور ہماری شان سے بہت بعید ہے، کیونکہ ایسا کرنے کی اجازت نہ توہمکو ہمارے دین ومذہب نے دی ہے اور نہ ہماری شریعت اُسکو کسی طرح اور کسی حال مین بھی جائز رکھتی ہے، ہماری غرض عام طور پر مشرقی قومون کو ہوشیار اور بیدار کرنا ہے، لیکن اثنائے تحریر مین جو ادھر بار بار مسلمانون کا نام آتا ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اسوقت جن ممالک پر اغیار نے دست درازی کی ہے، اور جن سرزمینون مین دشمن گھس آئے ہین وہان مسلمانون کی غالب تعداد آباد ہے اور وہان اسلامی حکومتین قائم ہین اسلئے خطاب کے موقع پر مسلمانون کا نام آنا بالکل ناگزیر ہے،

اتحاد دول اسلام اتحاد دول اسلام یا "اتحاد اسلامی" کے اولین داعی اسمین شبہہ نہین کہ سید جمال الدین افغانی تھے، اور اُنھون نے "العروۃ الوثقی" کے توسط سے اس خیال کو مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا، اسکے فیصلہ کا یہ موقع نہین کہ یہ وہی دعوت اتحاد اسلامی ہے، جسکے خوف سے یورپ کا جسم لرز جاتا ہے، ہونٹ خشک ہوجاتے ہین، چہرہ زرد پڑجاتا ہے، اور خواب مین بھی

ترکون کی بے نیام تلوارین چمکتی ہوئی نظر آنے لگتی ہین یا کوئی اور ؟ بلکہ یہان صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانون کی مختلف جماعتون کو متحد کرنے اور انکی باقیماندہ حکومتون کو رشتۂ اتحاد مین منسلک کرنے کے لئے یقیناً سید جمال الدین نے اپنی آواز بلند کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ سید جمال الدین نے جب مسلمانون کے ضعف و انحطاط اور تباہی و بربادی کے اسباب و علل پر غور کرنا شروع کیا تو اسکا سب سے پہلا اور اصلی سبب اُنکی راے مین یہ قرار پایا کہ مسلمانون کے وحدۃ کلمہ، و اتحاد و اخوت کا سررشتہ جس سے انکی حیات قومی اور عزت و عظمت وابستہ تھی، شکستہ و پارہ پارہ ہے، اسلئے اُنھون نے سب سے پہلے اسی دھاگے مین گرہین لگانے کی کوشش کی، اس اجمال کی تفصیل غیر کی بجاے خود انکی زبان سے سُننا زیادہ بہتر ہے، ایک مضمون مین جسکا عنوان واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ہے، ابتدا ءً قرآن مجید اور احادیث و آثار سے اتحاد و اخوت کی تعلیم و ضرورت کا ثبوت دیکر یہ لکھاہے کہ جس قوم کی مذہبی تعلیم یہ ہے، اسمین آج یہ انتہا درجہ تفرق و انتشار اور جدائی و علٰحدگی کیون پائی جاتی ہے ؟ پھر اُسکی ایک فلسفیانہ اور واقعی و حقیقی توجیہ کرنے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :۔

اس صاف اور ظاہر اصول مین غور و فکر کرنے کے بعد تمکو اسکا سبب معلوم ہوجائیگا کہ مسلمان اتحاد و اتفاق کی اس مذہبی تعلیم و تلقین کے باوجود کیون ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس نہین کرتے یا محسوس کرتے ہین تو اُسکی طرف اقدام نہین کرتے، حقیقت یہ ہے کہ ایک مدت سے ان دینی عقائد کے سوا جو عمل مشترک سے بالکل الگ ہین اور کوئی چیز ان کے درمیان "جامعہ" باقی نہین رہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان مین باہمی تعارف تک نہین ہے اور وہ ایک دوسرے سے بہت بُری طرح جدا ہین، اوروں کا تو کیا ذکر ؟ خاص علماے کرام جنکے فرائض مین عقاید کی حفاظت اور لوگون کی ہدایت داخل ہے آج ان کا یہ حال ہے کہ اُن مین

کوئی باہمی مواصلت و مراسلت نہین، ترکی عالم، حجازی عالم کے حالات سے بالکل بے خبر، اور ہندی عالم، افغانی عالم سے قطعاً غافل ہے، بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ ایک ملک کے علما باہم کوئی ارتباط و مواصلت نہین رکھتے،

پھر جسطرح یہ بیگانگی و جدائی طبقۂ علما مین ہے، ٹہیک اسی طرح اسلامی سلاطین و امرا مین بھی ہے، کیا یہ تعجب انگیز امر نہین کہ عثمانی حکومت کی سفارت مراکش مین اور مراکشی حکومت کی سفارت عثمانی حکومت مین نہین ہے؟ کیا یہ نادر واقعہ نہین ہے کہ دولت عثمانیہ کا کوئی صحیح رابطہ افغانی امارت کے ساتھ نہین پایا جاتا؟ یہی تفریق و پراگندہ حالی ہے جسکی بنا پر آج یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مسلمانون کی ایک جماعت کو دوسری جماعت، اور ایک شہر کے باشندون کو دوسرے شہر کے باشندون کے ساتھ کوئی علاقہ و تعلق نہین ہے، آج ان مین ایک ہلکی قسم کا صرف یہ احساس باقی رہ گیا ہے کہ ہان فلان ملک اور فلان شہر مین بھی کچھ لوگ ان کے ہم عقیدہ اور ہم مذہب رہتے ہین،

ملت اسلامیہ ایک صحیح المزاج اور قوی البنیہ جسم کی طرح تھی کہ دفعتہً اس پر مصیبتین نازل ہوئین، اور اسکی قوت ضعف سے، صحت علالت سے اور اتحاد و التیام تفرق و انتشار سے بدل گیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا سارا نظام جسمانی پاش پاش ہوگیا، ملت اسلامیہ کے روابط مین اس ضعف و انحلال کا آغاز اسوقت ہوا جب رتبۂ علمیت و تفقہ فی الدین رتبۂ خلافت سے جدا ہوا، یعنی عباسی خلفا، خلفاے راشدین کے طریقہ کے خلاف اجتہاد و تفقہ فی الدین اور شرف علم و فضل سے بے بہرہ ہوکر محض نام کی خلافت پر قانع ہوگئے، خلیفۂ وقت کی اس علمی و اجتہادی بے مائگی دکم ۔وری نے عام مطلق العنانی کے لئے دروازہ کہولدیا، اور کثرت سے مذاہب مختلفہ پیدا ہوگئے، اور تیسری صدی ہجری کے آغاز مین اسلامی فرقون مین اختلاف

و تعصب اپنی انتہائی حد تک پہنچگیا، اسلامی دنیا کے لئے یہ سب سے پہلی مصیبت تھی جس نے اسمین تفرق و انتشار کی راہین پیدا کی تہین کہ دفعتہً اس مصیبت کے بعد ایک اور مصیبت نازل ہوئی جو پہلی سے زیادہ موثر، زیادہ وسیع اور زیادہ تباہ کن تھی اور جس نے پہلی مصیبت کی پیدا کی ہوئی تباہیون کو اور زیادہ عام اور ہمہ گیر کر دیا، یعنی یہ کہ اب خود منصب خلافت کی تقسیم و تجزی ہو گئی، اور بغداد کی خلافت عباسی کے علاوہ مصر و مغرب مین فاطمی خلافت اور اندلس اور اطراف اندلس مین اموی خلافت قائم ہو گئی - اس تفرق کلمۂ امت و انشقاق و اختلاف امم اسلامیہ نے ایک طرف تو اُن کے باہمی تعلقات کو کمزور کر دیا، اور دوسری طرف رتبۂ خلافت کے اثر و وقار کو کہو دیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دلون سے منصب خلافت کی عظمت و ہیبت مٹ گئی، عین اسی زمانہ مین حکومت و سلطنت کے طالب و دعویدار اُٹھے اور اُنھون نے قوت و شوکت کے حصول کے لئے خلافت کی کسی قسم کی رعایت کئے بغیر ہر طرح کی کوششین شروع کر دین یہانتک کہ رفتہ رفتہ صحیح معنون مین خلافت مٹ گئی اور سلطنتین اور حکومتین قائم ہو گئین،

ابھی دنیاے اسلام کو ان مصیبتون کے بعد دم لینے کی بھی مہلت نہین ملی تھی کہ دفعتہً ایک تیسری مصیبت نازل ہوئی جو سب سے زیادہ بربادکن اور تباہی انگیز تھی یعنی چنگیز خان اور تیمور لنگ نے اُٹھکر اُسکی اینٹ سے اینٹ بجادی، اُسکا شیرازہ تمدن بکھیر دیا اور اُسکی سلطنت و حکومت، شوکت و اقتدار، جاہ و جلال اور عزت و ثروت کا ایک ایک ورق اسطرح منتشر کر دیا کہ پھر کبھی مجتمع و منتظم نہو سکا، اس مصیبت نے تمام اسلامی دنیا کو حواس باختہ کر دیا، اُسکے دامن اتحاد کا تار تار الگ ہو گیا اور اتحاد و اتفاق و ربط ملی کی ایک ایک گرہ کھل گئی، اور ساتھ ہی وہ تمام عقاید و عوائد بھی کمزور یا فنا ہو گئے جو اُن کو

وحدۃ کلمہ کی دعوت دیتے تھے اور باہمی اتحاد وارتباط پر اُبھارتے تھے، ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس وحدۃ کلمہ واتحاد بین المسلمین کو بالکل فراموش کرگئے، اور اُن کے باحساس سے باحساس اور بلند ترین سے بلند ترین طبقہ بین ہی اگر اسکے متعلق کوئی خیال باقی رہ گیا تہا تو وہ ایک صورت ذہینہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تہا جو صرف خزانہ خیال بین پائی جاتی ہے، اور اُسکو قوت حافظہ صرف اس حالت بین یاد کرسکتی ہے، جب انسان اپنے خزانہ معلومات کا باضابطہ جائزہ لے۔

مسلمانون کا یہی تفرق وانتشار تہا جسکو ربط واتحاد سے بدل دینے کی کوشش سید جمال الدین افغانی مرحوم نے کی تھی،

علمار کی طاقت کو حرکت بین لانا

لیکن اس سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم نے علمار کی جماعت کو حرکت بین لانے کی خاص کوشش کی، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی بین اس جماعت کی حیثیت نہایت بلند وارفع ہے، اور وہ جسد اسلامی کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جسکے صلاح وفساد پر تمام نظام جسمانی کے فساد وصلاح کا دارومدار ہے، سید صاحب نے متعدد مضامین مین علمار کی طرف توجہ کی ہے اور اُنکو اُبھارا ہے، لیکن ہم بہ نظر اختصار ایک ہی کے ترجمہ واقتباس پر اکتفا کرتے ہین، ایک مضمون کے آخر بین جسکا عنوان وذکر فان الذکری تنفع المومنین ہے تحریر فرماتے ہین،

سلمان کبھی ان فضائل سے کلیۃً جدا نہین ہوسکتے جنکو اُنھون نے اسلاف سے وراثۃً پایا ہے، اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ اُنکو کتاب اللہ، سنت نبوی اور اپنے دین و شریعت کے ساتھ انتہائی حسن اعتقاد ہے، اور ہان وہ خلفاے راشدین، صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی سیرتون کو کبھی فراموش نہین کرسکتے، یہ چیزین اُنکے قلوب پر کالنقش علی الحجر

ہو چکی ہین، لیکن موجودہ وقت مین ان چیزون کی طرف سے جو غفلت و بے پروائی ان مین پائی جاتی ہے وہ بالکل سطحی اور عرضی ہے، اس حالت کے لئے بقا و دوام نہین، ادنی درجہ کی توجہ بھی انکو اس خواب غفلت سے بیدار کر سکتی ہے،

جب تم قرآن مجید کی ان آیتون کو غور سے دیکھو گے جنمین بہترین فضائل اخلاق کی تعلیم دیگئی ہے، اور پھر مسلمانون کی اس حرص و دلبستگی پر غور کروگے جو انکو کتاب اللہ پر عمل، سنت رسول اللہ کی تقلید، اپنے دین و مذہب کے احترام، اور رسول اور اصحاب رسول کی تعظیم و تبجیل کے ساتھ ہے تو تم خود بخود یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگے کہ اگر علماے دین اپنے ان وظائف و فرائض کے ادا کرنے پر جو ان پر صاحب شرع کے وارث ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہین آمادہ ہوجائین تو کوئی قوت نہین ہے جو امت اسلامیہ کے احیاء اور اسکے مجد و فضیلت کے اعادہ کی راہ مین روک بن سکے،

بے شبہہ علماے راسخین فی العلم اور بالغ نظر مسلمان یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ اس زمانہ مین جو کچھ مصیبتین مسلمانون پر آئی ہین وہ اللہ کی طرف سے ان بے اعتدالیون کی سزا ہین جو انھون نے پچھلے دنون مین کی ہین، پس ہمین علماے کرام کی ہمت، انکی غیرت دینی اور حمیت ملی سے امید ہے کہ وہ شگاف کے پھیلنے سے پہلے اسکے جوڑنے، اور مرض کے مستحکم ہونے سے پہلے اسکے علاج و مداوات کی طرف کافی توجہ کرینگے، انکو چاہیئے کہ وہ عامۂ مسلمین کو احکام اللہ اور سنت نبوی کی پیروی پر ابھارین، اور اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے مطابق اسکے باہمی رشتۂ اخوت والفت کو مضبوط و مستحکم کرینکی کوشش کرین نیز یہ کہ لوگون کے قلوب پر جو یاس و ناامیدی چھاگئی ہو اسکے محو و فنا کرنے کے لئے اپنی تمام جد و جہد کام مین لائین اور لوگون کو یہ بتائین کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا انسانی قلب کی ایک بیماری اور اسکے عقاید کی کجی ہے جس سے مسلمان یقیناً ہر طرح پاک اور بے عیب ہین۔ باقی

سراج الدین ظفر شاہ اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

گذشتہ نمبر مین جس مثنوی کا ذکر کیا گیا تہا وہ حسب ذیل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظفر شاہ نے اہل سنت امراء اور اعیان اور عوام مین اپنی بدنامی دیکھکر اُسکو دُور کرنے کے لئے ایک مثنوی فارسی مین لکھوا کر شایع کی جسمین علانیہ اس الزام کی تردید اور مذہب اہلسنت کی مدح و توصیف ہے،

ہلہ ہان اے دقیقہ اندیشان	حق پرستان معدلت کیشان
ترزبانان وصف جہد و جہاد	رازدانان دین و دانش و داد
شاہئے ما بہ دہر حادث نیست	نوبر نخلۂ حوادث نیست
یافت ہر کس کہ حسب و عنوانش	منتہی تا بہ یافت او غلانش
زان نشانگاہ تا صفی اللہ	بود ہر دیدہ ور بنی اللہ
شد بہ نیروے این دلیل درست	کہ نیاگان ما ز روز نخست
یا گرامی پیمبران بودند	یا گرانمایہ سروران بودند
زان سپس روزگارہاے دراز	در سراپردہ ہاے عزت و ناز
بود ہر کس بہ کشور آرائے	تا بہ چنگیز خان مسیحائے
چون قراچار دم زد از اسلام	بنگہ قوم یافت ماہ تمام

بعد ازان تا بہ ما کہ پوظفریم ہمہ فرمان دہان دادگریم
ہیچکس دم ز اعتزال نہ زد گام بر مسلکِ جہال نہ زد
دشمن جوہر نگاہ نہ ایم منکر رویت الٰہ نہ ایم
رسم ما نیست نا سزا گفتن کار ما نیست جز ثنا گفتن
خانہ زاد رسول و آل ویم دشمن خصم بدسگال ویم
خانہ زاد نبی و آلِ نبی نکتہ با صحابہ بے ادبی
زانکہ اینان امین و داد گراند با نبی ہمنشین و ہم سفراند
کیش بیگانگی رہا کردہ بر نبی مال و جان فدا کردہ
بہ ولائے نبی و عترت او یافتہ ملک و دین بدولت او
بدسگال صحابہ بے دین است درخور صد ہزار نفرین است
کار اصحاب بین و بد مشمر حال ایشان چو حال خود مشمر
گر ترا صرفہ نکوکاریست حب ایشان طراز دینداریست
فکر نقض صحابہ سودا ایست خاطر کفر را سویدا ایست
رفض ماخولیائے خام آرد صید دیوانگی بدام آرد
باتو گویم اگر یقین داری کاین بزرگان زردی دینداری
خیر خواہِ رسول و آل وی‌اند عاشق جلوۂ جمال وی‌اند
دوستان را شمردۂ دشمن درخور سرزنش تو ئی یا من
آنچہ اندیشۂ نہانی تست ہمہ از روئے بدگمانی تست
کار دین مشکل است آسان نیست بدگمانی طریق ایمان نیست

پیش ازین آنچنانکہ ما گفتیم — حرفے اندر راز بر ملا گفتیم
تاج و تیغ و نگین خود ازما بود — دولت و ملک و دین خود ازما بود
آن نیز زد بہ حبہ گراین ماند — ملک گو رفت گو برو دین ماند
اندرین روزگار گرشب در وز — ما نداریم طالع فیروز
حاصل ماست باہمہ خم و پیچ — گوشہ توشہ و دیگر ہیچ
بے شکوہے و ظلمت الدینے — بستن بر من غلط بہ آئینے
کان غلط بسکہ برزبانہا رفت — تا ادوہ زان غلط نشانہا رفت
دیدہ باشند کہ شہریار نیئم — کار فرمائے بند و دار نہ ایم
شاہی من بجز ریاست نیست — بہر من پایہ سیاست نیست
لاجرم رفت ہر چہ خواست سرود — نا روا گفت خود نہ راست سرود
ہر چنین کس ہزار نفرین باد — لعنت از حق ز خلق آمین باد
زین کہ توقیع من نوشت بجعل — خاطرم راست اندر آتش نعل
حاشی للہ کہ پنجہ سیمین — سرد[۱] نقش داد و دانش دین
پنجہ را کہ ساخت خود ستیز — چون تواند شمرد دست آویز
راہ حق را بہ حرف نتوان بست — خود زدا گو بہ طرف نتوان بست
آن یکے کو خدا نداشت خبر — مر نبی را شمرد جادوگر
چون نگردد رہا رسول خدا — من لسان الوری فکیف انا
گرچہ بر من بزور نتوان بست — تہمتے را کہ مرد نادان بست

۱ لفظ پڑھا نہیں گیا۔

لیک بدنام کرد داد اینست | کہ زخون ریختن زیاد اینست
نخورم خون دل ز چشم چرا | کہ رود برمن این وروغ دروا
نیست مارا درین گذرگہ تنگ | کہ بگویم من ور رود سرہنگ
تا زبان از قفا برون کشندش | چون بمیرد بخاک خون کشندش
یا بگیرند خوار و زار کنند | واژگون بر خرش سوار کنند
روسیہ گرد شہر گردانند | گر نگردد بقہر گردانند
در تگوئی بجان یار نیست | حاکمان راست گرچہ یار نیست
دہر را حاکمان دادگراند | کہ زہر کس بداد بیشتر اند
ہرکہ بد کرد کیفر آن ہست | قتل گر نیست بند زندان ست
لاجرم من کہ پادشاہ استم | پیش داد ار داد خواہ استم
علت جعل کم گناہے نیست | بہر مجرم گریزگاہے نیست
جعل سازی و فتنہ پردازی | جرم دانی و نشمری بازی
رائے حکام دہر ما چہ بود | این چنین جرم را سزا چہ بود
گر جفا پیشہ را نیا زردم | بہ امینان ملک بسپردم
بوظفر ملک و دین خدا داد است | داد خواہیم دکار ما داد است
نامہ را ختم کن کہ پایان رفت | مدعا صورتے نمایان رفت
علما را زخود دعا بفرست | دین نمودار جابجا بفرست

اس مثنوی کی شیرینیٔ زبان، فصاحت بیان، طریقۂ ادا، اور اسلوب بدیع گو خود

لہ یہ مصرع پڑھا نہیں گیا۔

اہل ذوق کی نظر مین غالب کی پردہ دری کرتا ہے، تاہم آیندہ کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ لکھنؤ اور دربار لکھنؤ کو اسی زمانہ مین یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ پُرزور دینی رجز، ظفر شاہ کی ملکیت نہین، بلکہ شاہ اقلیم سخن مرزا اسد اللہ غالب کا مقبوضہ ہے،

مرزا غالب کے ایک قصیدہ کی شان تصنیف

بیا در کربلا تا آن ستمکش کاروان بینی   کہ در وے آدم آل عبا را ساربان بینی

یہ قصیدہ کلیات غالب مین موجود ہے، مگر اسکو بھی مذکورہ بالا واقعات سے ایک گونہ تعلق ہے واجد علی شاہ کو خواب مین جناب سید الشہدا علیہ السّلام کی طرف سے بشارت ہوئی کہ ہم خاکِ شفا تمہارے لئے بھیجتے ہین، نجف اشرف کے مجتہد صاحب کو بشارت ہوئی کہ خاکِ شفا لکھنؤ بھیجی جائے۔ کربلا سے خاک شفا کی ضریح بڑے اہتمام سے روانہ ہوئی، لکھنؤ مین جو داخلہ کی تاریخ تھی اس روز واجد علی شاہ نے سلطان العلما کو یہ رقعہ لکھا :-

درینولا حسب اجازت و ایماے مولاے جہان و جہانیان حضرت ابا عبد اللہ الحسین شہید معین مظلومان کہ بہ مجتہد نجف اشرف شدہ از انجا معرفت سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بداعی دولت حضرت صاحب الزمان بسبب عارضۂ خفقان اختیار پیادہ روی نمیدارد ولہذا نور چشم این دودمان برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر و برخوردار جرنیل صاحب بہادر و دیگر شاہزادگان این خاندان را حکم دادہ کہ بنیابت باستقبال پردازند و ایشان ہم شریک

حال مین جو اجازت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجتہد نجف اشرف کو ہوئی، اور اُن کے یہان سے بذریعہ سلطان العلما کے مجھہ تک پہنچی، مین چونکہ بسبب عارضہ خفقان پیادہ روی کی طاقت نہین رکھتا، اسلئے برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر اور دوسرے شاہزادون کو حکم دیا ہے کہ میرے قائم مقام ہوکر استقبال کرین، اور خود بہ لوگ بھی شریک استقبال ہوکر گھر تک

استقبال شده تا بخانه رسانند عند الله ماجور خواهند شد

پہنچائیں اور خدا سے ثواب حاصل کرین ،

بتاریخ ۲۶ - شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبه یکپهر پاس روز باقیمانده سیاه پوش شده به کربلای دیانت الدوله بهادر حاضر شوند -

۲۶ - شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبہ آدھ گھڑی دن سے سیاہ پوش ہوکر دیانت الدولہ بہادر کے کربلا مین حاضر ہون ،

اس حکم کے موافق ضریح خاک شفا بڑی دھوم سے لکھنؤ مین آئی، غالب نے یہ قصیدہ لکھکر سلطان العلما کو بھیجا، سلطان العلما نے قصیدہ کو اس سفارش کے ساتھ واجد علیشاہ کے سامنے پیش کیا،

ازانجا که آوازه وصول بشارت موصول ضریح مبارک خاک شفا از کربلائے معلی برائے بندگان اقدس داعلی ازین بیت السلطنت همیشه آباد تا دارالخلافت شاهجهان آباد رسیده - اسد الله خان غالب دهلوی که در فن شعر و سخن یکتا و در فصاحت نظم و نثر بے همتا و مانند نظیری نظیرے ندارد و اگر کلامش مقبول بارگاه خاقانی شود همپایه خاقانی باشد دربنولا قصیده غرا در مدح ضریح بطرز ملیح و بیان فصیح انشا و انشاد نموده بجادهٔ مدحت گری و ثنا گستری بندگان سکندرشان بقدم اقدام پیموده - بمفاد

نملة جاءت برجل من جراد

تو سلیمانی کن اے عالی نژاد

بطریق هدیه محقره که بعد قبول تحفه موقره می گردد

چونکہ اعلیحضرت کے لیے ضریح مبارک خاک شفا کے پہنچنے کی خوشخبری اس دارالسلطنت سے شاہجہان آباد کو پہنچی، اسلیے اسد اللہ خان غالب نے جو بے مثل شاعر ہے، ایک قصیدہ مدح ضریح مین لکھکر اور اعلیحضرت کی ثنا گستری بھی کر کے بطریق ہدیہ محقرہ کے جو بعد قبول کے تحفہ موقرہ ہوجائیگا،

بحضور معلی گزرانیده، لہذا داعی کہ در امور خیر ساعی می باشد، بہ بارگاہ فلک جاہ ان را ارسال داشتہ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف، وچون متضمن مرثیہ و اشعار مبکیہ است۔ غالب کہ بمودای فقرہ شریفہ کہ در حدیث ثواب بکا و باکی وارد گشتہ غفر اللہ ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر۔ باعث عفو و غفران لغزش قدم و لرزش قلم کہ در مثنوی سابق لاحق حالش شدہ بود گردد، رجاے واثق کہ ہموارہ مادح ممدوح مورد مراحم سلطانیہ و عنایات خاقانیہ از پیشگاہ بارگاہ جمجاہ بودہ باشد۔

حضور معلی مین پیش کیا، اسلئے خاکسار نے کہ ہمیشہ نیک کامون مین سعی کرتا ہے، دربار مین اُسکو روانہ کیا، گر قبول افتد زہے عز و شرف، چونکہ اسمین مرثیہ اور رُلانے والے اشعار بھی پائے جانے مین، ظن غالب ہو کہ بفحواے اس فقرہ شریفہ کے کہ حدیث ثواب بکا و باکی مین وارد ہوا ہے، (یعنی خدا اسکے گناہ کو گو وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہون معاف کردیگا) پہلی مثنوی مین اس سے جو لغزش ہوگئی ہے وہ معاف ہو جائیگی، امید ہے کہ مدح گو ہمیشہ مورد مراحم سلطانیہ رہیگا۔

اس عرضداشت سے ظاہر ہے کہ وہ فارسی مثنوی مرزا غالب سے کہوائی تھی، اُسکے بعد ذیل کا خط سلطان العلما نے مرزا غالب کو لکھا۔

شہود خاطر نود و ماثر باد کہ بیشتر در پاسخ نمیقہ انیقہ مکتوبے شعر بر ایصال معروضہ مع قصیدہ فریدہ بہ پیشگاہ سلطانی نوشتہ ارسال داشتہ ام، مظنہ آنست کہ بنظر شریف رسیدہ باشد۔ دیگر پاسخش ہنوز نرسیدہ، بالفعل امر تازہ کہ قابل اظہار است اینکہ قصیدہ موعودہ کہ متضمن درغرر بہ ابدار و لآلی متلالی شاہوار بود خیلے پسند خاطر مبارک بندگان دارا دربان اُفتاد،

آپ کے خط کے جواب مین ایک معروضہ لکھ چکا ہون جسمین یہ اطلاع دی ہے کہ ایک معروضہ مع قصیدہ کے بادشاہ سلامت کی خدمت مین بہیجدیا ہے، یقین ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا مگر ابتک اُسکا جواب نہین آیا۔ اسوقت قابل اظہار بات یہ ہے کہ قصیدہ حضور کو بہت پسند آیا، اور خلعت فاخرہ کے عطا کرنے کا حکم صادر ہوا لیکن اس خیال سے کہ آپ چونکہ

ونشریف قبول بر ہیچ ماسول دست داد وایائے باعطاے ارسال خلعت فایق از بارگاہ سپہر اشتباہ صادر شدہ، امّا بخیال اینکہ چون آن طورہ بوستان سخندانی بانتیجہ دودمان صاحبقرانی در بیت اورنگ گورگانی تعلق و توسلے دارند مبادا ابلاغ این عطیۂ شریفہ مخالف مزاج آن بادشاہ جمجاہ و باعث برہمی وظیفہ مقررہ سامی شود لہذا درین باب توقف نمودہ شد، الحال ہرچہ مشورہ سامی گرامی باشد بعمل آید۔

خاندان صاحبقرانی سے تعلق رکھتے ہیں سلئے ایسا نہو کہ اس عطیہ کا بھیجنا مخالف مزاج اس بادشاہ کے ہو، اور آپ کے وظیفہ مقررہ بین کوئی خلل پیدا ہو، اس معاملہ بین توقف کیا گیا اب جو آپکی راے ہو اُسپر عمل کیا جاے،

حررہ ۴۔ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ

۴۔ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ

غالب کا اُردو کا سلام

اسی مجموعہ بین غالب کا ایک سلام بھی درج ہے،

سلام اُسے کہ اگر بادشا کہین اُسکو — تو پھر کہین کہ کچھ اس سے سوا کہین اُسکو

نہ بادشاہ نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے — کہو کہ خاصِ آلِ عبا کہین اُسکو

خدا کی راہ بین شاہی و خسروی کیسی — کہو کہ رہبرِ راہِ خدا کہین اُسکو

خدا کا بندہ، خداوندگار بندون کا — اگر کہین نہ خداوند کیا کہین اُسکو

فروغ جوہر ایمان حسین ابن علی — کہ شمع انجمن کبریا کہین اُسکو

کفیل بخشش امت ہے بن نہین پڑتی — اگر نہ شافع روزِ جزا کہین اُسکو

مسیح جس سے کرے اخذِ فیضِ جان بخشی — ستم ہے کشتۂ تیغِ جفا کہین اُسکو

وہ جسکی ہاتھون پرہے سلسبیل سبیل | شہید تشنہ لب کربلا کہین اُسکو
عدو کی سمع رضا مین جگہ نپاے وہ بات | کہ جن و انس و ملک سب بجا کہین اسکو
بہت ہے پایۂ گرد رہ حسین بلند | بقدر فہم ہے گر کیمیا کہین اسکو
نظارہ سوز ہے یان تک ہر ایک ذرّہ خاک | کہ لوگ جوہر تیغ قضا کہین اسکو
ہمارے درد کی یارب کہین دوا نہ ملے | اگر نہ درد کی اپنی دوا کہین اسکو
ہمارا منہ ہے کہ دین اسکے حسن صبر کی داد | مگر نبی و علی مرحبا کہین اسکو
زمام ناقہ کف اسکے مین ہے کہ اہل یقین، | پس از حسین علی پیشوا کہین اسکو
وہ ریگ تفتہ وادی پہ گام فرسا ہے | کہ طالبان خدا رہنما کہین اسکو
امام وقت کی یہ قدر ہے کہ اہل عناد | پیادہ لے چلین اور ناسزا کہین اسکو
یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دین | علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہین اسکو
یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ | بُرا نہ مانئے گر ہم بُرا کہین اسکو
علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین | کرے جو اُن سے بُرائی بھلا کہین اسکو
نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد کافر ہے | رکھے امام سے جو بغض کیا کہین اسکو
بھرا ہے غالب دلخستہ کے کلام مین درد | غلط نہین ہے کہ خونی نوا کہین اسکو

تلخیص و تبصرہ

بے توجہی اور طلبہ

عموماً اتبک طلبہ مین سب سے بڑا نقص بے توجہی کو قرار دیا گیا ہے، لیکن بعض محققین حال نے اس عیب کے صواب اور اس نقص کے کمال ہونے کے متعلق فتوی صادر کیا ہے، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ اپنے ایک ایڈیٹوریل مضمون مین لکھتا ہے کہ

" اس جدید نقطۂ نظر نے قدیم خیالات مین بہت کچھ ترمیم کردی ہے، اسکے قائم ہوجانے سے بچون کی بہت سی خطائین اور خامیان، جدید روشنی مین، انکی خوبیان اور بھلائیان نظر آنے لگی ہین، چنانچہ فرنچ اسکولون مین اوقات تعلیم کی تحقیقات کے بعد پیرس اکاڈیمی آف میڈیسن، اسی قسم کے ایک نتیجہ پر پہنچی ہے، اکاڈیمی مذکور کے نزدیک اوقات تعلیم اسقدر طویل و ممتد ہوتے ہین اور قوت توجہ پر اسقدر بار پڑتا ہے کہ طلبہ مین بے توجہی پیدا ہوجانا گویا اُن کے ہاتھ مین تحفظ دماغی کا ایک آلہ ہے :-

بے توجہی کی ماہیت نفسی کی یہ تشریح کیگئی ہے۔

بے توجہی دماغ کو ایک ناقابل برداشت بار سے بچالیتی ہے، طالبعلم کا جسم بہ ظاہر مشغول کار نظر آتا ہے، لیکن اُسکا ذہن سُستاتا ہوتا ہے، اس طریقہ سے طالبعلم اپنے تئین سکوت و عدم حرکت جیسی غیر فطری سزاؤن کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے، اور ٹھیک اس خصلت سے جسے اسکے اساتذہ اپنی نیک نیتی سے اُسکا سخت قصور قرار دیتے ہین،

اپنے دماغ کو آزاد رکھنے مین کامیاب رہتا ہے"

پیرس کے ان محققین فن نے حکم لگایا ہے کہ

"کسی فن کی بھی تعلیم ہو، شب و روز مین آٹھہ گھنٹہ کی مدت اسکی انتہا ہونی چاہیئے اور ایک اہم رزولیوشن اسی مضمون کا پاس کیا ہے، جسپر فرانس مین خوب بحث ہو رہی ہے، اس جماعت کے ایک رکن، ڈاکٹر لینوسا تو اس باب مین اسقدر غلو رکھتے ہین کہ اپنے رفقا کو طلبۂ فرانس کی جان بچانے کی دعوت دیتے ہین، اور پر درد طریقہ سے کہتے ہین کہ نادان بچے ہرتال کر دینے سے معذور ہین"

اس تشخیص مین صرف پیرس ہی کے ڈاکٹر منفرد نہین، برطانیہ کے بھی بعض مشاہیر فن نے حال مین اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سر فریڈرک موٹ کئی مہینہ سے اس پر زور دے رہے ہین کہ ذہین و ہونہار بچون سے، جنکا ذہن کسی ایک موضوع پر دیر تک نہین جمتا، زاید از ضرورت محنت ہرگز نہ لینا چاہیئے، ٹائمز کا مقالہ نگار آخر مین لکھتا ہے کہ

"بچون کی خطائین عموماً ہمارے ہی طریق عمل کی خطائین اور کوتاہیان ہوتی ہین، ہمین بجائے بچون کو سزا دینے کے اپنی ان کوتاہیون کی اصلاح کرنا چاہیئے، کسی بچہ کو بے توجہی پر سزا دینا ایسا ہی ہے، جیسے اُسے اسپر سزا دیجائے کہ کتے کے کاٹنے پر وہ رویا چلایا کیون بچے جسطرح بلا وجہ خود بخود رونے چلانے نہین، اسی طرح خواہ مخواہ اور شرارۃً بے توجہی بھی نہین کرتے، ان کا چیخ مارنا اور بے توجہی اختیار کرنا یہ دونون چیزین اس امر کی علامات ہین کہ بار اُنکے لئے ناقابل برداشت ہو گیا ہے، ہماری کوشش اس بار کے دور کرنے پر مصروف ہونا چاہیئے"

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

مسیحی تصوف

ڈین انگ نے، جو ایک زبردست فلسفی ہونے کے ساتھ ہی مسیحیت کے ایک مسلم الثبوت عالم دین بھی ہین، کچھ روز ہوئے لندن کے ایک اخبار مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، جسمین وہ تحریر فرماتے ہین، کہ

"اب جبکہ مادیت اور طلب دنیا نے یورپ کو مصائب عظیم کے جنجال مین گرفتار کردیا ہے اسکا امکان پیدا ہوچلا ہے کہ اگر مسیح کا پیام لوگون تک معقول صورت مین پہنچایا جائے تو لوگ اسپر کان دھرین، پیام مسیح سے مراد اس تعلیم سے ہے جو دنیا و عقبیٰ کے متعلق انجیل کے صفحات مین ملتی ہے۔"

"مسیحیت کا اصلی دشمن دنیا پرستی ہے، یعنی وہ غلط تخیل جسکے نزدیک یہی مادی محسوس دنیا، یہی فتنہ و فساد والی دنیا، اصل حقیقت ہے، یہی "عملی" مذہب ناقابل عمل ثابت ہوچکا ہے، تمدن کی بربادی کا باعث یہی ہوا ہے، ہم مسیحیون کا عقیدہ ہے کہ اس مرض کا علاج ہمین معلوم ہے، ضرورت صرف اسکی ہے کہ اس علاج سے صحیح اور سادہ طور پر دنیائے زمانہ کو مطلع کردیا جائے۔"

اس دور تعلیم و روشنخیالی مین ڈین موصوف کے نزدیک، قبول مسیحیت مین سب سے بڑا سنگ راہ یہ امر ہے کہ پرانے زمانہ کے فرسودہ و متروک سائینٹفک مسائل کو خواہ مخواہ جزو مذہب بنالیا گیا ہے، اور گویا مذہب اور موجودہ سائنس کو ایک دوسرے کا حریف قرار دیدیا گیا ہے،

نصف صدی اُدہر لوگ علانیہ کہتے تھے کہ یا مسیح کو مانا جا سکتا ہے اور یا ڈاروِن کو۔ دونون کو ایک ساتھ ماننے کا امکان نہین،

آگے چل کر ڈین موصوف لکھتے ہین:۔

"مین سیچی تصوف پر بھی بہت کچھ لکھہ چکا ہون، تصوف کے معنی ہر فرد کے اُس روحانی تعلق کے ہین، جو اسے ذات باری سے ہوتا ہے، یہ مسائل اسقدر نازک اور مقدس ہین کہ بیان مین ان پر تفصیلی گفتگو کا موقع نہین سمجھتا، صرف اتنا کہدینا چاہتا ہون کہ حقائق اشیاء کا کامل ترین علم اسی عالم مین پہنچکر انسان کو حاصل ہونا ممکن ہے، جنلوگون کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے وہ اس مرتبہ تک پہنچ چکے ہین، اور اگرچہ جیسا وہ خود کہتے ہین ان کیفیات کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہو سکتا، تاہم انکی واقعیت مین شبہہ نہین ہو سکتا... جو لوگ ان مدارج تک نہین پہنچے ہین اور ابھی صرف بتدی ہین، وہ تک بھی یہ محسوس کرتے ہین کہ دنیا محض انسان کی خود گفتاری کا نام نہین بعض بعض لمحے انکی زندگی مین بھی ایسے آجاتے ہین جبکہ حجاب نظرون سے ہٹ جاتا ہے اسکے یہ معنی نہین کہ انسان اپنی عقلی آزادی سے دست بردار ہو جائے، ہر شخص آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد ہی رہنا چاہئے۔

"یہ کوئی نہین کہتا کہ علوم جدیدہ کے یقینیات سے منکر ہو کر ہم قوت عقلی کو پس پشت ڈالدین صداقت کی ہر شاخ ہمارے لئے واجب الاحترام ہے، کارخانۂ فطرت کا ہر جدید انکشاف، خالق کائنات کی صنعت کا انکشاف ہے، صدق، جمال و خیر، یہ تین صفات ہین، جنہین ہمارا رب اپنے تئین ہم پر ظاہر کرتا رہتا ہے، یا بہ الفاظ سینٹ یوحنا، نور، حیات اور عشق وہ سرتا سر نور ہے، تاریکی و ظلمت کا شائبہ تک نہین رکھتا۔"

ذوق علمی کی ایک قابل تقلید مثال

علم دوست اور معارف پرست قومون کا عہد ترقی عجیب وغریب واقعات کا مجموعہ ہوتا ہی، خود مسلمانون کے گذشتہ عشاق علم وفن اسلاف کے کارنامے ہم تاریخون مین پڑھتے ہین تو حیرت ہوجاتی ہے کہ ان بزرگون کی مختصر زندگیون مین یہ برکت کہان سے آگئی، امام بخاری نے اپنی تصنیف جامع صحیح ۲۵ - ۳۰ برس سے کم مین تمام نہین کی، علامۂ ابن جوزی کی تصنیفات کے اجزا کا اندازہ اُن کے اوراق زندگی سے بھی زیادہ ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر دس برس مین لکھی، یہی حال دوسرے ائمۂ اکابر کا ہے،

آج یہی علمی شغف، عشق فن، اور محبت کا ریورپ کے درسگاہون اور علما کے کتبخانون مین نظر آتی ہے، انگریزی مین لغت کی سیکڑون کتابین موجود ہین، مگر ایک جدید مکمل لغت کا خیال چند علماے انگلستان کے تخیل مین تھا، اسکا مرکز انگلستان کا مشہور مدینۃ العلم آکسفرڈ تھا، چنانچہ اسی بنا پر کہ اس لغت کو زیادہ تعلق آکسفرڈ سے تھا اسکا نام بھی اُسی تعلیم گاہ کے نام پر رکہا گیا، پہلے پہل اس سلسلہ مین ایک سوسائٹی نے کچھ کام کرنا شروع کیا تھا، لیکن اصل کام ۱۸۷۹ء مین سر جمیس مرے کے زیرادارت شروع ہوا، سرموصوف نے جسوقت اس کام کو اپنے ہاتھ مین لیا اسوقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُنھون نے اس سے سر اُٹھایا، سر جمیس کی محنت شاقہ کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ گرمی، جاڑا، برسات، غرض یہ کہ ہر موسم مین چھہ بجے صبح سے اُٹھکر تمام دن اسی کام مین مصروف رہتے، انگلستان مین چھہ بجے اُٹھنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا ہندوستان مین

تین بجے شب کو اٹھنا کیونکہ آفتاب بہت دیر مین طلوع ہوتا ہے، ابتدائی زمانہ مین انھون نے ہفتہ مین نوے گھنٹون تک کام کیا ہے، اور یہ سلسلہ تین تین مہینون تک قائم رہا ہے، مصنف کے علمی تبحر اور تلاش کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ صرف لفظ "تو" کی تاریخ مین اس نے دو مہینے صرف کئے، سرجیمس سمجھے تھے کہ انکی محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی مین اپنے اس عزیز ترین کارنامہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینگے، لیکن کارکنان قضا وقدر اس سے بھی زیادہ مصروفیت اور پابندی سے اپنے فرض کو انجام دیتے ہین، دیوان قضا کا فیصلہ تھا کہ انکی ساری زندگی یکسر تلاش وجستجو مین بسر ہو، اور اسکی تکمیل کی عزت کسی اور فرض شناس عالم کے حصہ مین آئے، چنانچہ چھتیس سال کی شب وروز کی محنت کے بعد سرجیمس نے ۱۹۱۵ء مین انتقال کیا۔

یہ صرف ایک اہل قلم مصنف کا حال ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ ایک سچے مصنف کی کد وکاوش جدوجہد اور تلاش وجستجو کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اصل شے اوراق کی تعداد، تصنیفات کی کثرت اور کمیت نہین ہے، بلکہ صحت خیال، حسن فکر، صواب راے، قوت استدلال، استقصاے شواہد اور کیفیت ہے، یہی سبب ہے کہ دنیا مین بہت سے ایسے مصنفین گذرے ہین جنھون نے دنیا مین اپنی تصنیفات کا انبار لگا دیا، مگر انکو زندگی نصیب نہین ہوئی، اور زندگی کی سعادت اس شخص کی قسمت مین آئی جسکے گرانقدر خیالات چند اوراق سے زیادہ مین نہین پھیلے، دنیا جیسے جیسے پرانی ہوتی جائیگی انکی قدر وقیمت بھی ترقی کرتی جائیگی،

بالشویک طرز حکومت

اکثر لوگ اسکو جاننا چاہتے ہین کہ بالشویک طرز حکومت کیا ہے؟ مصر کے رسالہ البیان مین اس عنوان پر ایک مضمون نکلا ہے، جسکی تلخیص حسب ذیل ہے:-

"۲۰ کرور روسیون پر ۶ لاکھ روسی منتخب ارکان شوری حکومت کرتے ہین، یہ ارکان آبادیون کی جانب سے منتخب ہوتے ہین، ہر گاؤن یا آبادی کی ایک مجلس ہے جسکو "سوویٹ" کہتے ہین، ہر سوویٹ اپنے اپنے حلقہ سے ممبر منتخب کرکے اس سوویٹ کانفرنس مین بھیجتا ہے جسکا انعقاد سالانہ ہوتا ہے اس سے ایک مختصر کارکن جماعت اور ہے، جسکو "ملک کے ذمہ دار نمایندون کی مجلس" کہتے ہین یہ گویا بقیہ متمدن یورپ کی حکومتون کی مجلس وزراء کی قائم مقام ہے، لیکن درحقیقت ملک کی عنان حکومت اس سے بھی ایک مختصر تر جماعت کے ہاتھ مین ہے جسکا نام "مرکزی مجلس" ہے،"

"مرکزی مجلس کے (۲۰) ممبر ہین، جنمین سے (۵) اخبار نویس، (۲) انقلاب پسند، (۲) قانون پیشہ اور (۴) مزدور پیشہ ہین، یہی مرکزی مجلس درحقیقت روس کی حکمران جماعت ہے، یہی تمام ممبرون کو نامزد کرتی ہے، ذمہ دار نمایندون کو منتخب کرتی ہے آبادیون اور کارخانون مین اپنے ممبر مقرر کرتی ہے"

"کارکن مجلس وزارت (۶) وزیرون سے مرکب ہے، جنکے نام یہ ہین لینن، ٹروٹسکی، سپردیلوف، دریکوف، دستالین، اور سوتز پیروبا"

مجلس وزارت کا کامل جلسہ (۱۵) وزیرون سے مرکب ہے، جنمین (۳) قانون پیشہ ہین، (۳) طبابت پیشہ (۲) اخبار نویس (۲) انقلاب پسند (۱) معلم (۱) مزدور پیشہ اور (۱) ارسٹوقراطی،

یہ عجیب بات ہے کہ اس وسعت مشرب اور آزادی روش اور حریت خیال کے باوجود بالشویک آزادی تقریر و تحریر کے اصول کے قائل نہین ہین، دوسری طرف یہ سختی ہے کہ شرابی کا قتل ان کے اصول مین جائز ہے،

آزادیِ تقریر و تحریر پر احتساب قائم رکھنے کی ضرورت پر وہ یہ استدلال کرتے ہین کہ خیال عمل کی بنیاد ہے، خیالات کا انقلاب تقریر و تحریر کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے، جب دنیا کی تمام سلطنتین اُس شخص کو واجب القتل سمجھتی ہین جو اُنکے مقابلہ مین تلوار لیکر کھڑا ہو تو وہ شخص قابل سزا کیون نہ ہو جو اپنی تقریر و تحریر سے ان تیغ آزما اور شمشیر زن ہستیون کو پیدا کرتا ہے،

دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ کم از کم یہ ایک اصول تو ایسا ہے جسپر بالشویک اور اُن کے سخت ترین دشمن بھی عملاً متفق و متحد ہین گو اصولاً نہون،

اس نظام حکومت کو دیکھکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ جمہوریت کے اس سب سے بلند شور و غل کے ہنگامون مین استبداد اور شخصیت پرستی کسطرح اپنا کام کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف بالشویک طرز حکومت بلکہ فرانس کی جمہوری اور انگلستان کی شاہی دستوری جس نظام حکومت کو بھی اُٹھا کر دیکھو عملاً وہی شخصیت اور استبداد پاؤ گے، پہلے یہ شخصیت استبداد تلوار کے زور اور سپاہیون کی قوت سے قائم کیجاتی تھی اور اب پارٹی اور پارٹی فنڈ کے زور و قوت سے یہ کام انجام پاتا ہے، دنیا روپ بدلتی ہے مگر خاصیت نہین، ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے،

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

ادبیات

خضرِ راہ

از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال نے مدت کے بعد امسال انجمن حمایت اسلام لاہور مین اپنی زبان کھولی، اور ایک نظم موسوم بہ "خضرِ راہ" لوگون کو پڑھکر سُنائی، یہ نظم ابھی چھپ کر شائع نہین ہوئی تھی کہ ہمارے لاہور کے ایک دوست غلام جیلانی صاحب نے اپنے وجد و شوق کے عالم مین اس نظم کی ہم سے تقریب کی اور ہمارے سامنے اوس ذوق و اثر کی تصویر کھینچی جو اس نظم کے پڑھتے وقت متکلم اور مخاطب دونون پر طاری تھا،

شاعر نے اس نظم مین خضر کو اپنا پیر و مرشد بنا کر تمام موجودہ واقعات کے متعلق اونسے کشف حقائق کرائے ہین، پہلے خضر نے خود اپنی حیات جاودان کی حقیقت ظاہر کی، پھر "زندگی" کیا ہے؟ اسکی تفسیر کی ہے، "سلطنت و حکومت" کیا چیز ہے؟ اور موجودہ نظامہاے حکومت کی کیا اصلیت ہے؟ اسپر بحث کی ہے، اسکے بعد "سرمایہ اور مزدور" یا بالشوزم پر گفتگو کی ہے آخر مین "دنیاے اسلام" کو مخاطب کیا ہے؟ اور پیش آمدہ واقعات کو آیندہ کامیابیون کا مقدمہ اور تمہید بتایا ہے،

لہ منشی طاہر الدین صاحب انارکلی لاہور نے اس نظم کو چھوٹی تقطیع پر خوشخط چھاپا ہے، قیمت ۴ر رکھی ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ یہ چاہتے ہین کہ اس نظم کا ایک اعلیٰ اڈیشن باتصویر شائع کرین، بشرطیکہ پانچہزار درخواستین اسکے لیے اونکے پاس آئین، قیمت دو روپیہ ہوگی، شائقین کو چاہیے کہ اونکی حوصلہ افزائی کرین،

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم گو جوش بیان مین اونکی پچھلی نظمون سے کم ہے، لیکن ادبی حیثیت سے تعقید اور فارسیت مین بھی کمی ہے، اونکی شاعری کا اصلی جوہر فلسفہ اور تخئیل کی مصالحانہ آمیزش ہے اور اونکی یہ خصوصیت اس نظم مین بھی نمایان ہے،

دیکھنے والون کا بیان ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جب یہ نظم جلسہ مین پڑھنا شروع کی، تو مجلس پر ایک سمان بندھ گیا، اکثر شعرون پر سامعین کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، لیکن نظم کے دو مصرعون نے خود شاعر کی آنکھون کو بھی اشکبار کر دیا،

۱ ع، بیچتا ہے ہاشمی، ناموسِ دینِ مصطفےٰ

۲ ع، ہو گیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو،

ہمکو اس نظم کے جس شعر نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا،

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل

خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم ایسی ہے کہ اسکی شرح لکھنا چاہیے،

ذیل مین ہم اس نظم کے چند منتخب اشعار اور بند نقل کرتے ہین، شائقین کو چاہیے کہ اصل نظم منگوا کر مطالعہ کرین،

اسی تقریب سے ہم ناظرین کو ایک اور خوشخبری سنانا چاہتے ہین، ڈاکٹر اقبال ملک کے ان پرشور ایام مین خاموش نہین رہے ہین، جرمنی کے ایک شاعر گوئٹے نے اپنے جس مجموعۂ اشعار کا نام "مشرقی دیوان" رکھا ہے، مغرب کا مشرق پر اب تک قرض چلا آتا تھا، ہمارا "مشرقی شاعر" اب اس قرض کے بار سے مشرق کو سبکدوش کرنا چاہتا ہے چنانچہ جیسا ڈاکٹر صاحب کے والانامہ موسومۂ اڈیٹر معارف سے معلوم ہوا اکا اونھون نے

گوئٹے کے جواب مین فارسی اشعار کا ایک مجموعہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہوگا، اسکے دیباچہ مین ڈاکٹر اقبال یہ دکھائینگے کہ فارسی لٹریچر نے جرمن لٹریچر پر کیا اثر ڈالا ہے ابھی گذشتہ، مشرقی کانفرنس کلکتہ مین ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے تقریباً اسی موضوع پر ایک مضمون پڑھا تھا، امید ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا قلم اون سے زیادہ سیراب کن ہوگا

اس منثور تمہید کے ظلمات کو طے کرکے اب ناظرین خضرِ راہ کی طرف توجہ کرین،

زندگی

برتر از اندیشۂ سود و زیان ہے زندگی
ہے کبھی جان، اور کبھی تسلیم جان ہے زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاودان، پیہم دوان، ہردم جوان ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندون مین ہے
سِرِّ آدم ہے ضمیرِ کن فکان، ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سی پوچھ
جوئے شیر و تیشۂ و سنگِ گران، ہے زندگی

بندگی مین گھٹ کے رہ جاتی ہی اک جوئے کم آب
اور آزادی مین بحرِ بیکران ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر مین نہان ہے زندگی

قُلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اِس زیان خانے مین تیرا امتحان ہے زندگی

خام ہے جبتک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

ہو صداقت کے لیے جس دل مین مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی مین جان پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہان پیدا کرے

زندگی کی قوتِ پنہان کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاودان پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشان پھر وہی لعلِ گران پیدا کرے

سوئے گردون نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر
رات کے تارون مین اپنے رازدان پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر مین ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر مین ہے

سلطنت

آ بتاؤن تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ الْمُلُوْکَ[1]
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن مین سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش مین
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بیہمتا کو ہے
حکمران ہے اِک وہی، باقی بتانِ آذری

از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن
تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا مین پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِّ مغرب مین مزے میٹھے اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الامان!
یہ بھی اِک سرمایہ دارون کی ہے جنگِ زرگری

اِس سرابِ رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ! اے نادان قفس کو آشیان سمجھا ہے تو

[1] معارف: اشارہ بآیۂ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً کہ جب سلاطین کسی ملک مین داخل ہوتے ہین تو اوسکو بےنظام اور وہان کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہین،

دنیائے اِسلام

کیا سُناتا ہے مجھے تُرک و عرب کی داستان
مجھ سے کچھ پنہان نہین اسلامیون کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل ؑ
خشتِ بُنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رُسوا زمانے مین کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہین آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مَے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مَئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

حکمتِ مغرب سے مِلّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزان مُسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہین دانائے راز

گفت رُومی ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند
می ندانی اوّل آن بنیاد را ویران کنند

مُلک ہاتھون سے گیا مِلّت کی آنکھین کُھل گئین
حق تُرا چشمے عطا کردست غافل در نگر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

ربط و ضبطِ مِلّت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہین اس نکتے سے اب تک بے خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دین مین ہو
مُلک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اِک ثمر

ایک ہون مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خون مِٹ جائیگا
تُرک خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گُہر

نسل اگر مُسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اُڑ گیا دُنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

تا خلافت کی بنا دُنیا مین ہو پھر استوار
لا کہین سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حرّیت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلمان! آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار مین
آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردون کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زمان پیشِ نظر لایُخلِفُ المیعاد دار

اقبال

محسوسات جوش

جناب جوش کی اس نظم کے ایک دو اشعار پہلے شائع ہو چکے ہین اب چند اور نئے اشعار کا اس مین اونھون نے اضافہ کیا ہے

عشق سے مست ہون مجھے ساغرِ ہوش سے غرض
ترکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض

اپنے کو دیکھتا ہو جو، اسکو نظر وہ آئین کیا
برقِ جمالِ یار کو دیدۂ ہوش سے غرض

سینہ ہی گلستان ہو جب سیرِ چمن سے واسطہ
غرقِ مئے خیال ہون بادہ فروش سے غرض

جل کے جو راکھ ہو چکا، شکوۂ سوز کیا کرے
کشتۂ رازِ عشق کو جوش و خروش سے غرض

آپکو حسِّ خیر و شر آپ مین حبِّ مال و زر
آپ جنون سے بے خبر آپکو جوش سے غرض

اخبار علمیۃ

دفتر ٹائمس (لندن) سے ایک مصوّر و مفصل کتاب اقوام عالم (پیپلس آف آل نیشنس) کے عنوان سے ۸۰ جلدون مین شایع ہونا شروع ہوئی ہے، جسمین تمام دنیا کے باشندون کے خط و خال لباس و سکان، شعائر و خصائل کو تصاویر کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے، ہر حصہ کی اشاعت پندرہ روزہ ہوگی، یعنی مہینہ مین دو بار شایع ہوتا رہیگا، اس حساب سے کل کتاب دو برس مین شایع ہوچکیگی، کتاب کی تالیف و ترتیب مین ستر اہل قلم شریک ہین، جسمین بعض حضرات سر ویلنٹائن شرول، سر پرسی سایکس، سر ہیری جانسٹن، سر آرتھر کینتھ وغیرہ کے مرتبہ و شہرت کے ہین، کتاب کا تاریخی حصہ انہین حضرات کے قلم سے نکلا ہی دو حصے اسوقت تک نکل چکے ہین، ہر حصہ کی قیمت ا شلنگ ۳ پنس ہے۔

(ڈیلی میل)

لاسلکی تار اور ٹیلیفون کی قوت کا ایک حیرت انگیز تجربہ حال مین بمقام کنٹ، مسٹر فلپس نے یہ کیا کہ ایک لکچر کی آواز کو لاسلکی کی مدد سے بجنسہٖ ڈیڑھ میل کے فاصلہ تک منتقل کردیا، نتیجہ ہر طرح کامیاب رہا، اور اسقدر فاصلہ سے سامعین لکچر کو بخوبی سنتے رہے۔ (ایضاً)

---

۳ - اپریل سے "ہوائی مشرقی اکسپرس" کے نام سے ایک ہوائی ٹرین کا سلسلہ لندن و ٹرکی کے درمیان کھل گیا ہے، راستہ کی منزلین پیرس، اسٹراسبرگ، پراگ، وائنا، ونجارسٹ ہین، آخری سرے لندن اور قسطنطنیہ ہین، شرح رفتار سو میل فی گھنٹہ رکھی گئی ہے، خشکی کی معمولی ٹرین سے یہ

دو ہزار میل کا فاصلہ چار دن سے زاید مین طے ہوتا ہے، اس ہوائی ٹرین سے یہ فاصلہ ۴۰ گھنٹے مین طے ہو جائیگا، اور اس مدت مین خواب، طعام، وغیرہ کے کل وقفے بھی شامل ہونگے، حالت سفر مین صرف ½ ۲۲ گھنٹے صرف ہونگے۔ ریل کا کرایہ ابتک لندن وٹر کی کے درمیان تقریباً ۹۰ پونڈ تھا اب اس ہوائی ٹرین سے ۴۸ پونڈ ہوگا، (ایضاً)

اسی کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کے لئے بھی ایک ہوائی ڈاک گاڑی کے قریبی اجراء کی تیاریان ہورہی ہین، لندن سے بمبئی کا بحری راستہ معمولاً ۱۹ دن کا ہے، لیکن یہ ہوائی راستہ صرف ۵۲ گھنٹے کا ہوگا، اسکی شرح رفتار بری ڈاک گاڑیون کی شرح سے دگنی ہوگی، اسکا راستہ قاہرہ وبغداد ہوکر اس حساب سے ہوگا،

لندن تا قاہرہ	۲۲۰۰ میل	۲۲ گھنٹہ
قاہرہ تا بغداد	۹۰۰ "	۹ "
بغداد تا بمبئی	۲۱۰۰ "	۲۱ "

سنہ ۱۹۲۱ مین امریکہ کے کل مطبوعات کی تعداد ۶۲۹۸۳ رہی، ان مین ۵۴۳۸ جدید مطبوعات تھین، ۸۰۰ قدیم کتابون کے جدید ایڈیشن تھے، اور ۱۸۸۳ رسالہ یا پمفلٹ تھے، ۶۵۲۶ کتابین خود امریکی مصنفین کی تھین، اور ۱۰۰۳ بیرونی ارباب قلم کی تھین،

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

ایک شانزدہ سالہ لڑکا ملک ہالینڈ سے ایک جہاز مین سوار ہوکر امریکہ جارہا تھا، جہاز جسوقت

خلیج انگلستان سے گذر رہا تہا، ایک تیز طوفان کے باعث تہ وبالا ہونے لگا، لڑکے کو بحری سفر کا یہ پہلا اتفاق تہا، اسقدر خائف ہوا کہ سارے جسم سے لرزنے لگا، خوف و دہشت کے بڑہتے بڑہتے یہ نوبت ہوئی کہ آنکہین جاتی رہین، فرط دہشت سے نابینا ہوجانے کی یہ مثال ڈاکٹرون کے تجربہ مین نئی آئی ہے، پورٹسموتہہ کے اسپتال مین علاج کیا گیا جس سے بصارت ایک حد تک عود کر آئی ہے۔

سنہ ۲۱ء مین امریکہ مین موٹرون کے حوادث سے جسقدر موتین واقع ہوئین اُن کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے، مختلف مقامات مین ان حوادث سے تعداد اموات حسب ذیل پائی گیئن :۔

	سنہ ۲۰ء	سنہ ۲۱ء
شہر نیویارک	۷۵۵	۸۳۳
صوبہ نیویارک	۱۵۲۹	۱۹۸۱
شکاگو	۵۴۰	۶۶۰

پارلیمنٹ کے ایک رکن مسٹر لیمبرٹ نے حال مین دارالعوام مین بیان کیا کہ سنہ ۱۷ء سے لیکر اب تک، حکومت روس کے زیر احکام مختلف طبقون اور پیشون کے افراد کو تعداد ذیل مین سزائے موت مل چکی ہے :۔

بڑے پادری	۲۸
خدام کلیسا	۱۲۱۵
اساتذہ و معلمین	۶۷۷۵
اطبا و معالجین	۸۸۰۰

حکام وافسران	۵۴۶۵۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
افسران پولیس	۱۰۵۰۰
پولیس کے سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
علماء واہل قلم	۳۵۵۲۵۰
دستکار واہل حرفہ	۱۹۳۳۵۰
کاشتکار	۸۱۵۰۰۰
میزان	۱۷۶۶۱۱۸

اٹلی کے صوبہ ٹسکنی کے مختلف مقامات مین ریل پر چوریون کی واردات عرصہ سے ہورہی ہین خصوصاً شکر کی بوریان، شکر کی پوری پوری بوریان بھری ہوئی غائب ہوجاتی ہین، یہانتک کہ بعض بعض شہرون مین شکر کا قحط پڑ پڑجاتا تہا، بالآخر پولیس نے عرصۂ دراز کی تلاش وتفتیش کے بعد ایک بہت بڑی سازش کا پتہ لگایا، جسمین علاوہ دوسرے اشخاص کے پانچ اسٹیشن ماسٹر بھی ماخوذ ہوئے ہین، کل ملزمین کی تعداد ۲۲۹ ہے، جو سب کے سب زیر حراست ہین، انکی جانب سے ستر (۷۰) وکلا ہوئے ہین، اور گواہون کا شمار ۵۰۹ تک پہنچ چکا ہے، اتنے بڑے مجمع کی گنجائش عدالت کے کسی کمرہ مین نکلنا ناممکن تھی، چنانچہ اس مقدمہ کے لئے ایک تہیٹر گھر کو کرایہ پر لیلیا گیا ہے جسمین پانچ ہزار نشستون کی گنجائش ہے، وکلاء کی تقریرین کم ازکم ایک ماہ تک جاری رہین گی،

مسٹر ایوانس نامی ایک شخص نے ایک ہوائی بائسکل ایجاد کی ہے، موجد کا دعوی ہے کہ بائسکل ہر بلندی پر اڑ سکیگی، اور وزن مین ہلکی اور چلنے مین سُبک ہے، ہوا کے علاوہ خشکی پر بھی باسانی چل سکیگی، ہوا مین اُسکی شرح رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ تک ہوسکیگی،

پادری سیجراسکاٹ لکھتے ہین کہ نکاح، طلاق، و تعدد ازدواج کے متعلق جو اعداد شایع ہوچکے ہین، اُن سے نتیجہ یہ مترتب ہوتا ہے کہ مختلف پیشہ کے افراد، فرائض شوہری کی خوش اسلوبی کے ساتھ ادائی مین ایک خاص ترتیب رکھتے ہین، جسے نقشۂ ذیل سے ظاہر کیا جاسکتا ہی، نمبر (اول) سب سے بہتر ثابت ہوئے ہین، اور نمبر (۵) سب سے بدتر:-

(۱) خدام و عہدہ داران کلیسا،

(۲) افسران فوج بری و بحری، اساتذہ و معلمین،

(۳) تجارت پیشہ اور کاروباری اشخاص،

(۴) مصنفین و اہل صحافت

(۵) اہل فنون لطیفہ،

جزائر برطانیہ مین ۱۹۲۱ء مین بارش بہت ہی قلیل مقدار مین ہوئی، یعنی کل ۵۰ء۲۱ انچ، حالانکہ ۱۸۱۶ء سے لیکر ۱۹۱۵ء تک پوری ایک صدی کا سالانہ اوسط بارش اسکا تقریباً دوگنا یعنی ۴۱ء۴۲ تھا۔　(پاپولر سائنس)

اجرام فلکی مین کرۂ ارض سے بعید ترین فاصلہ پر ایک مجمع ثوابت ہے، جسکا اصطلاحی نام

ان، جی، سی، ۶۰۰۰۷ ہے، ڈاکٹر شیپلی اور مس سیبری نے حال مین اسکا فاصلہ بقدر ۲۱۷۰۰ سال ہائے نور کے اندازکیا ہے! بظاہر یہ فاصلہ کچھ ایسا غیر معمولی نہین معلوم ہوتا لیکن اُسکے بُعد و حساب ہونے کا اندازہ اُسوقت ہوگا، جب سال نور کا مفہوم ذہن نشین کر لیا جائے، ایک سال نور، سال بھر کی رفتار نور کے مساوی ہوتا ہے/ ۱۸۶۰۰۰×۶۰×۶۰×۲۴×۳۶۵ میل کے! اس سارے مضروب کو ۲۱۷۰۰ سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب وہ فاصلہ ہوگا جو درمیان زمین اور مجمع ثوابت کے ہے! (ایضاً)

سپیرے جسطرح ہندوستان مین ہین، انگلستان مین بھی سرکسون مین اپنے کرتب دکہاتے رہتے ہین، اور حاضرین اُنکے حیرت انگیز کرتبون کو دیکھ دیکھکر دنگ رہا کرتے ہین، ایک محقق نے حال مین اُسکی توجیہ یہ کی ہے کہ اول تو یہ سانپ عموماً زہریلے نہین ہوتے، دوسرے یہ کہ سپیرے پہلے انہین خوب ٹھونس ٹھونس کھلا کر اُن پر غنودگی طاری کر دیتے ہین، یا نشلی چیزین کھلا پلا کر انہین ست و بیہوش کر دیتے ہین، دونون صورتون مین سانپ مضمحل و نیم مردہ ہوجاتا ہے، ایسی حالت مین اُسے تماشائیون کے سامنے لاتے ہین، اور اسوقت اسکی گرفت ایسے مقامات پر کرتے ہین جن سے ان کا سر بالکل قابو مین آجاتا ہے، اور اُسے جسطرف چاہین پھرا سکتے ہین، خاص ان مقامات کی شناخت ہونا، اور پھر اُنکی گرفت پر ہمیشہ قادر ہوجانا بہت دشوار امر ہے، لیکن دنیا کی تمام دشواریون کی طرح یہ دشواری بھی کثرت مشق سے آسان ہوجاتی ہے۔

یکسالہ بچہ کے سر کی پیمائش		۱۶ انچ سے	۱۸ انچ تک ہوتی ہے			
عام انسانون	،،	،،	۲۱½	،،	۲۲	،، ،،

ممتاز عالی دماغ اشخاص کے سر کی پیمائش ۲۴ انچ سے ۲۲¾ انچ تک ہوتی ہے

احمقون " " ۱۸ " کم رہتی ہے،

بیرن فرسٹن، اسوقت روس کا ایک نامور ماہر سائنس اور ٹالسٹائے کا چچازاد بہائی ہے اس نے حال مین ایک اخبار کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ فضا مین قوت کے ذرات ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہین، انسان کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ان ذرات کو اپنے اندر جذب کرتا رہے، اسکا خاص ذریعہ انسان کے بال ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کے مشاہیر، ٹالسٹائے، برنرڈ شا وغیرہ اپنے بالون کے ذریعہ سے ان ذخائر قوت کو اپنے مین جذب کرتے رہتے ہین، اس عمل کے لئے بالون کا طویل ہونا ضروری نہین، تعداد مین زاید ہونا البتہ ضروری ہے -

---

افریقہ کا شمالی مشرقی علاقہ جو ملک حبش سے موسوم ہے، اسکے شمال مین مصر ہی اور مشرق مین بحر احمر، حال مین ایک محقق اثریات پروفیسر جارج ریسنر جو مصری سوڈان مین اثری تحقیق و تفتیش کا کام کر رہے تھے، انہین جبل برخال کے مقام مین صحرا کے درمیان، چھوٹے مخروطی مینارون کی ایک تعداد دکہائی دی، اُنھون نے جا کر ان مقابر کو کہولا، تو ۲۵۰ ق، م سے لیکر ۶۶۰ ق، م تک چار سو برس کی مدت کے حبش کے سلاطین، بیگمات اور شہزادیون کے مقابر ثابت ہوئے، کتبات قبور سے معلوم ہوا کہ یہ گویا ایک پورے تمدن کا گورستان ہے، یہ بھی دریافت ہوا کہ مقام کا نام نباتہ ہے جو ایک حبشی مملکت سبا کا دار السلطنت تہا، یہ وہی ملک سبا ہے، جسکا اور جسکی ملکہ بلقیس کا ذکر توراۃ، اور قدیم لٹریچر مین بہ کثرت آتا ہے، اس گورستان مین، ان سلاطین کی بھی قبور بر آمد ہوئی ہین، جنکا عہد حکومت حضرت سلیمان سے دو سو سال قبل تہا: علماے اثریات

اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہین کہ ملکہ بلقیس، باوجود حسن وجمال، رعنائی ونزاکت رنگ کے لحاظ سے سرخ وسفید نہ تھی بلکہ سیہ فام تھی۔

(ایضاً)

محقق اثریات کو ایشیاے کوچک مین نواح کوپیانایک مین ایک شہر جو پرنس کے نام سے موسوم ہے، حال مین دریافت ہوا ہے، جسے بابل قدیم کے کنڈرون مین شمار کرنا چاہیئے، اور جو سنہ مسیحی سے دو ہزار سال قبل موجود تھا، اس شہر پر مردون اور عورتون کی مشترک حکومت رہتی تھی،

(ایضاً)

اُسوۂ صحابہ

ازمولانا عبدالسلام ندوی

سیر الصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابۂ کرام کے عقاید، عبادات، اخلاق اورطرز معاشرت کے واقعات وحالات ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی عملی زندگی کا مرقع ہے اور ہر مسلمان کے لئے اسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلی، صفحات ۳۵۰، قیمت ۲ر

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

باب التقریظ والانتقاد

مشرق وسطیٰ کے سیاسی حالات

پر

ایک نظر

جناب ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کا نام اس حیثیت سے محتاج تعارف نہین کہ قیام کابل کے سلسلہ سے ان کا ذکر اخبارات مین اکثر آچکا ہے، وہ امیر عبدالرحمن کے زمانہ مین کابل گئے تھے، اور اور اسوقت سے اپنی قید کے پہلے تک حکومت افغانستان مین متعدد اعلیٰ عہدون پر سرافراز رہے، وہ کابل کے محکمہ حفظان صحت مین اعلیٰ طبی افسر رہے، امیر عبدالرحمن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے پرائیوٹ انگلش سکریٹری مقرر ہوئے، محکمہ تعلیمات افغانستان مین ڈائرکٹر بھی وہ رہ چکے ہین، قید سے رہائی پانے کے بعد امیر امان اللہ خان کے زمانہ مین وہ شاہی کونسل اور مجلس واضعان قانون کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کرچکے ہین، پھر اسی زمانہ مین بالشویک مشن جب کابل آیا تو اسکے ساتھ بھی مل کر انھون نے سرکاری حیثیت سے کام کیاہے،

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ مین ڈاکٹر صاحب غالباً آزادی و دستوریت وغیرہ کے جرم مین گرفتار کرکے قید کئے گئے، اور اسوقت تک قید رہے جبتک امیر مرحوم کا مرغ روح قفس عنصری مین محبوس رہا، امیر حال نے اپنی تخت نشینی کے بعد انکو آزاد کیا اور اپنے اسٹاف مین داخل کیا ڈاکٹر صاحب مدت کی غریب الوطنی اور مسافرت کے بعد اب اپنے وطن مین واپس آئے ہین لیکن

---

[1] کتاب انگریزی زبان مین ہے، قیمت عہ، پتہ عزیز منزل، نولکھا، لاہور،

اتنے دن کے بعد وطن آتے اور اہل وطن کے لئے اپنے ساتھ کوئی تحفہ نہ لاتے،

دشت سے جاتا ہون گھر کو کچھ تو تحفہ چاہیئے

خاک تھوڑی سی گرہ مین باندھ لون چھانی ہوئی

ہمارے ڈاکٹر صاحب وہ "چھانی ہوئی خاک" باندھکر اپنے ساتھ اہل وطن کے لئے تحفہ لائے ہین، یعنی انگریزی زبان مین A review of the Political Situation in Central Asia کے نام سے اپنے تجربات و معلومات کا ایک مجموعہ مرتب کرکے شایع کیا ہے جو اسوقت ہمارے سامنے ہے،

ڈاکٹر صاحب سے زیادہ واقفکار ہمارے ملک مین افغانستان کے معاملات کا کون ہو سکتا ہے، وہ درحقیقت ہندوستان مین افغانستان کے موضوع پر سند (اتھارٹی) ہین، اسلئے انکی یہ کتاب استناد اور صحت کے لحاظ سے قابل قدر سرچشمہ ہے، کتاب مین جا بجا امرا و عہدہ داران افغانستان کے نہایت عمدہ فوٹو ہین،

یہ کتاب ایک دیباچہ، بارہ بابون اور دو ضمیمون پر منقسم ہے،

(۱) افغانستان الف، عام حالت،

(۲) " ب امیر عبدالرحمٰن خان

(۳) " ج امیر حبیب اللہ خان

(۴) " د امیر امان اللہ خان

(۵) روسیون کی وسط ایشیا مین پیشقدمی

(۶) بالشوزم کی ابتدا،

(۷) بالشوزم کی خصوصیت و آئین،

(۸) بالشوزم پر تنقید و تبصرہ،

(۹) ایضاً

(۱۰) ہندوستان اور دنیا کی کشمکش عام

(۱۱) روس و افغانستان کا امکانی مستقبل،

(۱۲) ہمکو کیا کرنا چاہیئے

ضمیمہ نمبر ۱، امیر امان اللہ خان کے جنگی کے متعلق نئے احکامات

ضمیمہ نمبر ۲، مرثیہ،

ڈاکٹر صاحب نے واقعات کی کڑی ملانے کیلئے اپنا سلسلہ بیان امیر عبدالرحمن خان سے شروع کیا ہے، اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کسطرح افغانستان بام عروج و ترقی پر پہنچنے کے لئے تدریجاً اسکی سیڑھیون کو طے کر رہا ہے، اور اگر موجودہ رفتار قائم رہی اور ملک دشمنون کی نگاہ حسد سے محفوظ رہا تو انشاء اللہ بہت جلد ایک مہذب و متمدن، آزاد و مضبوط اسلامی حکومت ثابت ہوگا۔

ہر ملک کی ترقی کا اولین زینہ اس ملک کے خطون، صوبون، قومون اور قبیلون کا ارتباط، اتفاق اور اتحاد ہے، اگر ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہو یا قوم متعدد ٹولیون مین بٹی ہوئی ہو، اور ہر خطہ اور ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو، تو وہ قوم کبھی ترقی نہین کر سکتی اور ہلاکت اور تباہی اسکے لئے لازمی ہے، امیر عبدالرحمن خان کی دُور بین و حقیقت شناس نظرون نے اسے دیکھا اور اُنھون نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسکے لئے صرف کیا، اور جسوقت اُن کا انتقال ہوا، تمام افغانستان ایک متحدہ ملک تھا، اور تمام قبائل ایک مستقل قوم، اور در اصل یہی وہ سنگ بنیاد ہے جسپر افغانی قوم اور افغانی قومیت کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اور اس بات کی سعی ہو رہی ہے کہ تمام پشتو بولنے والے ایک ہی قومیت کے شیرازہ مین باندھ لئے جائین، اس خیال نے بہت ترقی کر لی ہے، اور ابھی اسکے مستحکم ہونے کی کافی وجوہ ہین، اس مقصد کو حاصل

کرنے کے لئے امیر عبدالرحمن خان نے یہ پالیسی اختیار کی تھی کہ جب کبھی کوئی صوبہ اُنکے قبضہ مین آتا تو وہان کے باشندون کی ایک جماعت کو دوسرے صوبون مین منقسم کردیتے، اور دوسرے صوبون کے آدمی وہان آباد ہوتے، اسطرح پر اونشلیزم کا تخیل بھی پیدا نہ ہونے پایا، اور تمام افغانستان متحد ہوکر ایک قوم و ایک ملک ہوگیا،

قومی فلاح و بہبود کے لئے تعلیم اشد ضروری چیز ہے، اور افغانستان مین اسکی سخت کمی تھی چونکہ یہان کی زندگی کا تمامتر مدار خانہ جنگیون، غارتگریون، اور قزاقیون پر تہا، اسلئے والدین کتابی تعلیم کے بجاے جنگی تعلیم دیتے تھے اور مکتب کی جگہ میدان جنگ مین جانا ہوتا تہا وہان اگر تعلیم تھی تو صرف اسقدر کہ چند ملا مسجدون مین مذہبی تعلیم دیتے تھے، حالانکہ زمانہ کے دوش بدوش قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے تمام علوم و فنون، تمام ایجادات، مصنوعات اور دیگر ضروریات سے ایک قوم کماحقہ واقفیت رکھے، اور یہان یہ حال تہا کہ دفتری کامون کے لئے جو نوجوان تیار کئے جاتے تھے، ان کے پاس بھی موجودہ زمانہ کے موافق کتابین نہ تھین، اسکو عبدالرحمن خان نے جنکو موجودہ افغانی حکومت کا حقیقی بانی کہنا چاہیئے محسوس کیا اور سب سے پہلے ایک دفتر ترجمہ و تالیف قائم کیا لیکن افسوس کہ وہ زیادہ زمانہ تک قائم نہ رہ سکا، اور شاید اُنکی مترجمہ و مولفہ کتابون کے چھپنے کی بھی کبھی نوبت نہین آئی، صنعتی تعلیم کے لئے امیر مرحوم نے ایک کارخانہ اسلحہ سازی قائم کیا تہا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ چمڑے اور شیشہ کی فیکٹری کی بھی بنا ڈالی تھی،

امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد مرحوم کے ناتمام کام کے تکمیل کی طرف توجہ کی، اور ڈاکٹر صاحب اور آپ کے برادر اکبر سے خواہش کی کہ وہ موجودہ جدید طرز کی تعلیم کا انتظام کرین، ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان سے تقریباً ایک درجن اساتذہ بلائے، اور تین سو لڑکون کے ساتھ

ایک کالج قائم کیا جسکا نام امیروقت کے نام پر حبیبیہ کالج رکھا گیا، اسکے بعد ۱۸۹۳ء مین ڈاکٹر صاحب رخصت پر لاہور آئے، اور یہان انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج مین پرنسپل ہوگئے، اس اثنار مین وہان کا انتظام بہت خراب ہوگیا، یہ حال دیکھکر امیر موصوف نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھکر واپس کابل بلالیا، وہان تین سولڑکون مین صرف پچاس رہ گئے تھے اور موجودہ طرز تعلیم کو عام لوگ کفر سمجھتے تھے، بہرحال ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمت وجرأت سے کام لیکر ایک اسکیم مرتب کرکے پیش کی وہ منظور ہوگئی، اور کام فوراً شروع کردیا گیا، تقریباً پانچ ہزار لائق تعلیم لڑکے جمع کئے گئے، اور مسجدون مین پہلے کی طرح اُن کا سلسلہ تعلیم جاری رکھا گیا، البتہ یہ کیا گیا کہ جو مدرسین پہلے پڑھاتے تھے انکی تنخواہون مین نصف کا اضافہ کردیا گیا، حبیبیہ کالج مین پھر ۸۰۰ طلبہ آگئے، اور تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی، مدارس کی دیکھہ بھال اور انکی نگرانی وہدایت کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے، اور کام نہایت خوش اسلوبی سے چلنے لگا،

ڈاکٹر صاحب موصوف نے سررشتہ تالیف وترجمہ کو بھی ازسرنو مرتب کیا، اور اساتذہ کی تعلیم کے لئے بھی ٹرینینگ اسکول قائم کئے، اسکے بعد عام تعلیم کی ترویج کا خیال پیدا ہوا اور امیر صاحب نے کچھ لیت ولعل کے بعد اسکی اجازت دیدی کہ کابل کی طرح دوسرے تیرہ شہرون مین بھی مدارس عالیہ قائم کئے جائین۔

امیر حبیب اللہ خان اپنے والد کے زمانہ مین اسلحہ سازی کے کارخانہ کے نگران تھے اور اس سے انکو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اُنھون نے اسکی طرف کافی توجہ مبذول کی، اور اُن کے عہد حکومت مین سب سے زیادہ اسی محکمہ نے ترقی کی، اسی سلسلہ مین اُنھون نے ایک ترکی افسر کی نگرانی مین ایک مدرسہ حربیہ قائم کیا، اُسکے تعلیم یافتہ افسر فوج کے انتظام و تربیت مین بہت کچھ کارآمد ومفید ثابت ہوئے ہین، ۔

تعلیمی محکمہ کی اس روز افزون ترقی نے بہت سے حکام کے دلون مین حسد کی آگ مشتعل کر دی، اور جب ڈاکٹر صاحب نے موجودہ منزل سے گذر کر ایک یونیورسٹی کی اسکیم پیش کی، تو ان لوگون نے امیر صاحب کو یہ کہکر بدظن کر دیا کہ وہ دستوری حکومت قائم کرکے خود اسکے صدر بننا چاہتے ہین، شاہی حکومت مین اسکے جو نتائج ہوتے ہین، وہ اظہر من الشمس ہین، ڈاکٹر صاحب اور آپ کے دوبھائی اسکول کے ہڈ ماسٹر اور تقریباً ۷۰ آدمی نظر بند کر دیئے گئے، اور امیر امان اللہ خان کے زمانہ تک مقید رہے، اور عجیب معجزانہ ترکیب سے زندہ بچکر آزاد ہوئے، ڈاکٹر صاحب اور اُنکے رفقاء کی نظر بندی کے بعد تمام تعلیمی شیرازہ بکھر گیا، اور ہر چیز رُو بہ زوال نظر آنے لگی اور آخر مین سیکڑون مدارس مین صرف آٹھہ زندہ رہ سکے،

امیر موصوف نے عام لوگون کی واقفیت اور صحیح خبرون کے حصول کے لئے ڈاکٹر صاحب سے ایک اخبار نکالنے کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب نے اسکا ایک نمونہ پیش کیا اور وہ منظور بھی ہو گیا، لیکن اسکے عالم وجود مین آنے سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب عالم عمل سے علٰحدہ کر دئے گئے، بعد مین امیر مرحوم نے سردار محمود بیگ طرزی سے اسکی خواہش کی، وہ اس قسم کے موقع کی تلاش ہی مین تھے، اور انھون نے سراج الاخبار نکالنا شروع کیا،

واقعات کا یہ سلسلہ تھا کہ ۱۹۱۹ء مین امیر حبیب اللہ خان شہید کر دیئے گئے، اور چند خانگی اختلافات کے بعد امیر امان اللہ خان امیر ہوئے، اس زندہ دل وبیدار مغز فرمانروا نے فوراً ہی تعلیم کی طرف توجہ کی اور سردار محمد سلیمان خان کو وزیر معارف کرکے یہ کام انکے سپرد کر دیا، سردار صاحب موصوف ہمہ تن تعلیم کی ترویج وعمومیت مین کوشان ہین، اور امید ہے کہ افغانستان تعلیمی حیثیت سے بہت جلد معتدبہ ترقی کریگا۔

حکومتون کی بقاء وحیات کے لئے مالی حالت کی درستگی بہت ضروری ہے جسوقت امیر عبدالرحمن خان

تخت کابل پر بیٹھے تو خزانہ بالکل خالی تہا، حکومت دیوالیہ ہو رہی تھی، اور سیکڑون کشمکشون کا سامنا تہا

وہ جانتے تھے کہ جبتک حکومت کی مالی حالت درست نہو جائے کوئی کام نہین ہوسکتا، اور اُسکی

اصلاح کے لئے ذرایع کی طرف توجہ ضروری تھی، اور اُنھون نے اس جانب توجہ کی،

حکومت افغانستان کے ذرایع آمدنی صرف دو تھے، یعنی لگان اور چنگی، لگان کی آمدنی تقریباً

۵۰۰۰۰۰۰ ملین کابلی روپئے تھی، چونکہ لگان زر اور جنس دونون شکلون مین وصول ہوتا تہا، اور چنگی قیمت کے مطابق گہٹتی اور بڑہتی رہتی تھی، اسلئے پورا اور صحیح اندازہ

نہین کیا جاسکتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ سالانہ آمدنی ۳۰ اور ۴۰ ملین کے درمیان مین ہی امیر عبدالرحمن نے

ایک طرف تو موجودہ لگانون مین اضافہ کردیا، اور دوسری طرف نئے محصول بڑہا دیئے، اور ارادہ کرلیا کہ

جس صورت سے بھی ممکن ہوگا سالانہ ایک کرور ضرور بچایا جائیگا لیکن یہ امید کبھی بھی برنہ آئی تاہم اُنکے

مرنے کے وقت خزانہ مین ۷۰ ملین کابلی روپئے اور ۳۰ ملین کا سونا، نوٹ قیمتی پتھر اور جواہرات

موجود تھے۔

مالی حیثیت سے امیر حبیب اللہ خان کا دور حکومت تاریک ہے، نہ صرف یہ کہ انھون نے اپنے

والد مرحوم کے جمع کردہ خزانہ مین ایک پائی کا بھی اضافہ نہین کیا، بلکہ اسکو اسقدر بے دردی سے صرف

کیا کہ انکی موت کے وقت خزانہ مین چند ملینون سے زیادہ نہ تہا، امیر امان اللہ خان نے مالی حالت

کی بحالی کے لئے شروع سے کوشش شروع کی اور اسمین نہ صرف شاہی خزانہ کی حالت درست

کرنے کی کوشش تھی بلکہ اُسکے دوش بدوش یہ خیال بھی تہا کہ رعایا آسودہ حال رہے، کیونکہ حکومت

کی امارت وغربت، رعایا کی دولت وافلاس پر موقوف ہے، رعایا کی آسانی کے لئے اس نے ان تمام

سامانون پر جو ضروریات زندگی مین داخل ہین، برائے نام چنگی رکھی اور اسباب عیش پر بہت کچھ

بڑہا دیا تاکہ لوگ سادگی پسند رہین، اور فضول خرچ نہ ہوجائین، اور سلطنت کی آمدنی کے اضافہ

کے لئے اس نے دونون ذرایع مین کافی اصلاحات کین، اسوقت تک افغانستان کی پیمائش ہی ہوئی تھی، اور نہ لگان ہی مقرر ہوا تہا، اور اس قسم کی تمام آمدنی صرف تحصیلدارون کے رحم پر موقوف تھی، جو حکومت سے زیادہ ذاتی منفعت کا خیال رکھتے تھے، امیر امان اللہ خان ان تمام خامیون سے واقف تہا، اُس نے سب سے پہلے ضلع کابل پر اُسکا تجربہ کیا، اور غلہ کی جگہ بھی روپیہ لینے کا حکم دیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ سال سے ایک لاکہہ زیادہ آمدنی ہوئی اور رعایا کے ذمہ بھی کچھ باقی نرہا،

تجارت کے متعلق بھی بہت کچھ سہولتین مہیا کرکے درآمد و برآمد مین بہت کچھ اضافہ کردیا، اور شاہی ذرایع رسل و رسائل کے لاتعداد جانورون مین کمی کرکے اور دوسری اصلاحات کے ذریعہ بھی شاہی اخراجات مین معتدبہ کمی کیگئی ہے، اور ہمکو امید کامل ہے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو مالیات مین بہت جلد اچھا پوزیشن حاصل کریگا -

اس سلسلہ مین اگر ہم دو تین باتین واقفیت عامہ کے لئے لکھدین تو شاید خالی از دلچسپی نہونگی، مثلاً آج تک افغانستان کی آبادی کی صحیح تعداد نہ معلوم ہوسکی تھی، اب ڈاکٹر صاحب نے نہایت وثوق کے ساتھ اسے ہمارے سامنے رکھدیا ہے، ان کا قول ہے کہ یہان کی آبادی پندرہ ملین سے کسی طرح کم نہین ہے، اسی طرح آجتک یہ مسئلہ بھی زیر بحث ہے کہ افغانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہین، بعض اُنکو قبطی کہتے ہین، بعض یہودی، بعض جارجین، بعض مُغل اور بعض ارمنی لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ اُنکی صورتون کی بناوٹ اور رجب زر کو دیکھتے ہوئے یہودی النسل کہنا زیادہ مناسب ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے اب تک مختلف اسباب بتائے جاتے ہین اور انکی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن ڈاکٹر صاحب نے مفصل اور مسلسل واقعات لکھکر اس پردہ کو بھی اُٹھادیا ہے،

واقعہ یہ ہے کہ امیر مرحوم ابتدا سے مغربیت کے دلدادہ تھے، چنانچہ مشہور ہے کہ امیر عبدالرحمن خان مرحوم نے انکی افتاد طبع کو دیکھکر کہا تہا کہ ان کا افغانون کے ہاتھون سے شہید ہونا کوئی بعید از قیاس شے نہین ہے ڈاکٹر صاحب نے انکے قتل کے آٹھ محرکات بتائے ہین:-

(۱) وہ اپنے لباس، وضع و قطع، طرز معاشرت غرضکہ ہر ہر ادا مین یورپین ہوگئے تھے اور لوگون کو اس سے سخت نفرت تھی،

(۲) انکے درباری اصول کی وجہ سے اکثر شرفا و روسا جو ان کے ساتھ کہانا کہاتے تھے ہٹا دیئے گئے، اور ایشیائی نقطۂ نظر سے امیر کا یہ فعل بہت مذموم سمجھا جاتا تہا،

(۳) بہت غصہ ور اور زود رنج تھے اور معمولی معمولی غلطیون پر آپے سے باہر ہو جاتے تھے،

(۴) وہ اپنے پیش رو امیرون کی طرح خود مقدمات کی سماعت نہ کرتے تھے اور لوگ انکو مغرور سمجھتے تھے

(۵) حکومت کے کامون کی طرف عدم توجہی تھی جسکی وجہ سے رعایا بہت پریشان حال ہو رہی تھی،

(۶) ترکی جرمن وفد کی ناکامیابی، جو بہ الفاظ دیگر سلطان کے احکام کی صاف نافرمانی تھی، اور لوگون کا خیال تہا کہ ترکون کو صرف امیر حبیب اللہ خان کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ ترکون کے مقابلہ مین جو فوجین استعمال کی گئین وہ تمامتر ہندوستانی فوجین تہین، اور اگر امیر اسوقت ہندوستان پر حملہ کر دیتے تو انگریزون کو مجبوراً ترکی محاذ سے فوجین ہٹا کر سرحد پر لانی پڑتین اور خلیفہ کو شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

(۷) یورپین ملازمون کی طرف خاص نظر عنایت رکھنی،

(۸) حرمون کے لباسون اور دیگر سامان عیش پر فضول خرچی،

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب بالشوزم کی ابتدا، اُسکی تاریخ، افغانستان اور وسط ایشیا سے اُسکا تعلق، اور ہندوستان مین اسکے اثر پر کئی باب لکھے ہین، جو معلومات کے لحاظ سے نہایت وسیع، اہم، اور دلچسپ ہین ہمارے ناظرین مین جو صاحب انگریزی جانتے ہون وہ ضرور اسکو ملاحظہ فرمائین۔

مطبوعات جدیدہ

جانورستان، شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم جنکی اُردو انشا پردازی نے تمام ملک سے خراج تحسین وصول کرلیا تہا، اور جنکے قلم کی مخلوقات ہماری دنیاے ادب کی زندۂ جاوید یادگارین ہین، اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرحوم کو آخر زمانہ مین کثرت مطالعہ، اور شدت فکر اور انتہاے انہاک علمی کے باعث جنون ہوگیا تہا، لیکن اس عالم جنون مین اُن کا خامۂ فکر اپنی صنعت کاری اور نقشبندی سے باز نہین آتا تہا، اس عالم مین اُن کے دماغ و قلم نے جو کچھ لکہا ہے اسکا ایک نمونہ سپاک ناک چہپکر شایع ہوچکا ہے، جو پارسی مذہب کے الٓہیات کا غیر مربوط فلسفہ ہے، اب مرحوم کے پوتے آغا محمد طاہر نے اسی عالم کا ایک دوسرا نمونہ چہاپکر شایع کیا ہے، اسکا نام **جانورستان** ہے، آزاد مرحوم کی بولی گو وہ ہوش و خرد سے دُور ہوتا ہم اگر اسکا ایک فقرہ بھی ٹہکانے پر آگیا ہے تو شائقان ادب کی تسلی کے لئے کافی ہے، مرحوم نے اسکول کی درسی کتابون کے لئے جانورون کے اسی قسم کے حالات اور قصے اپنی میٹھی زبان مین بچون کے لئے لکھے تھے، وہ تو ہوش کا عالم تہا، یہ اُسی کا نقش ثانی ہے مگر عالم جنون کا آفریدہ، کہین فقرے مربوط ہین، کہین بے ربط، کہین انسانون کی بولی ہے، اور کہین فرشتگانِ الٓہی کے حکم کی تعمیل ہے، مرحوم کے خیالات پر پارسی مذہب کے الٓہیات کا بڑا اثر تہا، اُسیکا نتیجہ ہے کہ اس عالم مین بھی وہی خیالات نقش باندھتے ہین، اس تصنیف مین آزاد مرحوم نے ایک ایک جانور کو لیکر الفاظ مین اسکی تصویر کھینچی ہے، کہین قلم ٹہیک چلاہے تو تصویر اپنی قدرتی بہار دیتی ہے، اور کہین بہک گیا ہے تو وہ بھی ایک عالم رکہتا ہے، بہر حال قدردانان آزاد کے کتبخانہ مین اس یادگار کا رہنا ضروری ہے، قیمت ۱۰ر صفحات ۲۷، تقطیع خورد، پتہ: آزاد بک ڈپو، اکبری منڈی لاہور،

حشمت النساء، ہماری زنانہ تعلیم کے ان بہترین نتائج مین جن سے ہماری بڑی توقعات قائم تہین ایک جناب طیبہ بیگم بلگرامیہ (بنت نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی) کا وجود تھا، اُنھون نے ایسے باپ کے آغوش مین تعلیم پائی تھی جو مشرق و مغرب کا سنگم تھا، لیکن افسوس کہ مرحومہ نے گذشتہ سال ۳-جون ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا، مجلس خواتین اسلام (مسلم لیڈیز کانفرنس) کے اجلاس کلکتہ کی صدارت کے لئے بھی اُن کا انتخاب ہو چکا تھا،

مرحومہ کے شوہر خدیو جنگ اور ان کے صاحبزادہ مرزا علی یار خان صاحب نے مرحومہ کی حیات ثانیہ کے لئے یہ مناسب سمجھا ہے کہ انکے قلم کی یادگارون کو حلیۂ طبع سے آراستہ کردین، اس سلسلہ مین مرحومہ کی پہلی تصنیف حشمت النساء کو شایع کیا ہے، یہ بڑی تقطیع کے ۱۶۵ صفحون کا افسانہ ہے، جسمین حشمت النساء بیگم کا ایک دلچسپ قصہ لکھا گیا ہے، افسانہ نگاری کے اصول کی پوری پیروی کیگئی ہے، زبان دوسری زنانہ تصنیفات کی طرح مصنوعی مردانہ نہین، بالکل ٹہیک عورتون کے بول چال مین ہے حشمت، قصہ کی ہیروئن کے حالات آغاز سے اختتام تک اُس اعلی تصور کے مطابق لکھے گئے ہین، جسطرح ایک مسلمان خاتون کو ہونا چاہیئے، تعلیم، شادی بیاہ اور رسوم کی اصلاح کی اس ذریعہ سے کوشش کیگئی ہے، قیمت ۲؎ سکہ عثمانیہ، ۱۲؎ سکہ انگریزی، پتہ: علی منزل کوہ نور، خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

زچہ اور بچہ: ڈاکٹر روتھ ینگ نے زچہ کی حفاظت اور خبرگیری کے اصول اور بچون کی پرورش کے متعلق ضروری ہدایات اس رسالہ مین جمع کئے ہین، سید اظہر علی صاحب ایم، اے منشی فاضل نے اسکا اردو مین ترجمہ کیا ہے، اور انجمن بہبودی مادران و بچگان بناکردہ لیڈی چیمسفورڈ دہلی نے چھپواکر اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ عمدہ، رسالہ پُر معلومات، لکھائی چھپائی عمدہ، صفحات ۹۸، چھوٹی تقطیع، قیمت ۱۲؍، غالباً انجمن مذکور کے دفتر سے ملیگا،

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو الحلیس، اصحاب الرس، اصحاب الحجر بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۱؎۲ عہ

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور انکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۰۵ صفحے قیمت ۱؏

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۳ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطاء مالک پر تبصرہ عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے انکا ثبوت، ۸ر

بہادر خواتین اسلام، ۲ر

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰، قیمت عہ

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے صفحات ۳۵۰ قیمت ۱؎

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱؏ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمیں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد ۱؏

مذہب و عقلیات، آئین میں زبردست دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، ۱؏

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلس کا ترجمہ جسمیں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے، جلد دوم ۱؏

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہ

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۸ دوم ۸

شمع سخن پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی و فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع موسیو لیبان کی کتاب جماعتہاے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲ عہ

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین ۸

رموز فطرت طبیعیات طبقات الارض ہیئت و جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عہ

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ے

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸

نعت پیمبر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و صفائی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین صفحے ۲۰۱ ے

الانسان اسمین انسان کے تمام قواے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت عہ

تسہیل البلاغت۔ اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ے

متفرق کتابین

یادایام، مولنا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا و وزرا علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے لکھی ہین عہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولنا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے قیمت عہ

بدیہہ گوئی جناب جوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبونکی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین قیمت عہ

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت صہ ہے اور قیمت فی پرچہ ۸ (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ مین وی پی ہوگا، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر مین شائع ہو جاتا ہے، اسمین عموماً تاخیر نہین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دین ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا، ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی اخیر تاریخ تک مطلع کرین (۴) خریداران معارف دفتری خط و کتابت مین اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین ورنہ تعمیل مین دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے (۵) قومی انجمنون اور کتبخانون کی اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستین آتی ہین، افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہین،

منیجر
مسعود علی ندوی

مجلد نہم	ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۲ء	عدد ششم

مضامین

شذرات

جرمنی مین ابھی ایک عجیب قاتل گرفتار ہوا ہے، اوسپر الزام یہ ہے کہ اوسنے یکے بعد دیگرے تیس لڑکیون سے شادی کی اور ہر ایک کو قتل کر ڈالا، گرفتاری کے بعد حوالات مین اوسنے اپنا بیان ایک تصنیف کی صورت مین قلبند کیا ہے، جسمین اوسنے اپنے جرم کی نفسیات پر بحث کی ہے لکھا ہے کہ میرا یہ فعل درحقیقت سوسائٹی اور ہیئت اجتماعی پر ایک عظیم الشان احسان ہے، عورتون کی اسقدر کثرت ہوگئی ہے کہ وہ مردون کی ضرورتون سے بدرجہا زیادہ ہوگئی ہین، ایسی حالت مین اونکا وجود سوسائٹی کے لیے ایک مہلک اخلاقی وبا ہے، جس سے اوسکو محفوظ رکھنا ہر صاحب احساس کا فرض ہے، دانایانِ فرنگ کی برابری کا کون دعوی کر سکتا ہے؟ لیکن کیا اس بیماری کا علاج تعدادِ ازدواج سے نہین ہو سکتا؟ اور کیا یہ جرم معصوم روحون کے قتل سے زیادہ سنگین ہے؟

اسی کے ساتھ یہ خبر سنی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بالشویک روس نے اپنے موجودہ قحط کے عذاب الیم کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ اوسنے (۱۲۰) قحط زدہ لڑکون کو گولی سے اڑا دیا، اسکا سبب یہ تھا کہ اونھون نے بھوک کے مارے گھوڑے کا گوشت کھایا تھا، جس سے گھوڑون کی بیماری اون مین پیدا ہوگئی تھی، آہ! انسان کسدرجہ خدا کو بھولا ہوا ہے، وہ اوسکی قدرتون سے جنگ کرتا ہے اوسکے نظام فطرت سے لڑنا چاہتا ہے، اور اس اعلان جنگ مین خود بخود وہ اپنے اسباب ہلاکت وبربادی کو ترقی کی دعوت دیتا ہے، اور اسطرح گویا اپنے ہاتھ سے اپنا گلا آپ کاٹتا ہے، مجرم قومون کی

تباہی اور پاداش جرم کی یہ بھی ایک صورت ہے، کیا اس روشن زمانہ مین ان معصومون کا قتل، تاریک عہد کے قتل نبات کے جرم سے مختلف ہے، ایک دن آئیگا جب یہ معصوم زبانین گویا ہونگی اور اونکا مالک اون سے پوچھے گا، بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ، تمکو کس جرم مین قتل کیا گیا،
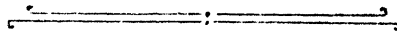
علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کی تباہی پر ہم نے افسوس وحسرت کے جو چند قطرے بہائے تھے وہ بے اثر نہ رہے، لوگ بیمار کے مزید احوال دریافت کرتے ہین، لیکن اسکے جواب مین ہم صرف اسیقدر کہہ سکتے ہین کہ بیماری جب مہلک حد تک پہونچ جائے تو مزاج پرسی کی ساعتین ختم ہوجاتی ہین، اور ہر دردمند کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اسکے علاج ومعالجہ کے لیے دوڑ دھوپ کرے، ایک طرف تو طلبہ کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے دوسری طرف اخراجات کی فراوانی اور کثرت کا یہ عالم ہے کہ ہمین روایت پہنچی ہے کہ اصل سرمایہ مین اب ہاتھ لگ گیا ہے اور اگر کوئی فکر نہ کی گئی تو آیندہ سال شاید یونیورسٹی دیوالیہ ہوجائے، پروفیسرون اور معلمون کی تنخواہون پر تنخواہین بڑھائی جارہی ہین، بعض حکام کالج کی صرف سال مین دو تین بار آمد کے لیے کئی ہزار سالانہ کا سفر خرچ منظور ہوا ہے، بعضون کے لیے دو دو سو ماہوار کی کوٹھیان اور عملہ اسلیے مقرر کیا گیا ہے کہ شاید وہ سال مین ایک دو دفعہ اس سرزمین پر نزول فرمائین تو اونہین تکلیف نہ اوٹھانا پڑے، حاشا کہ ان حالات کے اعلان سے اصلاح کے سوا کچھ اور مقصود نہین، کیا ہمارے قومی اخبارات حاضر الوقت ضروری مسائل سے کچھ سطرین بچا کر اس بے اہم اور معمولی مسئلہ کی نذر کرسکینگے؟
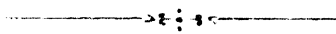
یاد ہوگا، دو ڈھائی سال ہوئے آکسفرڈ و کیمبرج یونیورسٹیون کے معاملات سے متعلق ایک شاہی کمیشن مسٹر اسکوتیھ، سابق وزیر اعظم کی زیر صدارت مقرر ہوا تھا، اسکی رپورٹ حال مین شائع

ہوئی ہے، منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی کی ہے، کہ دونون یونیورسٹیون مین سے ہر ایک کو خزانۂ سرکاری سے رقوم ذیل کی سالانہ امداد دی جایا کرے:-

بمد اعانت عام ۱۰۰۰۰ پونڈ (۱۵۰۰۰۰ روپیہ)

بمد اعانت کتبخانہ ۹۰۰۰ پونڈ (۱۳۵۰۰۰ روپیہ)

گویا کل ۲۲۰۰۰ پونڈ (۳۳۰۰۰۰ روپیہ) کی سالانہ سرکاری اعانت کی تجویز ہوئی ہے، جو غالباً منظور ہوجائے۔ اِسوقت تک دونون یونیورسٹیون کو ۳۰ ہزار پونڈ (۴½ لاکھ روپیہ) سالانہ کی مدد ملتی رہی ہے،

سنہ ۲۲ کی بابت انگلستان کے محکمۂ تعلیم کا جو تخمینہ بنا ہے، اسکے لحاظ سے امسال مصارف کی تعداد ۴۷۰۶۱۱۹۲ پونڈ (کچھ کم ستر کرور روپیہ) ہوگی، یہ بجٹ غیر معمولی کوشش کفایت کا نتیجہ ہے، ورنہ سال گذشتہ کی میزان اس سے بقدر ۵۰ لاکھ پونڈ کے زیادہ تھی، چند برطانوی یونیورسٹیون کی سالانہ آمدنی کے اعداد حسب ذیل ہین (بابت سنہ ۲۱-۲۲ء):-

برمنگھم یونیورسٹی	۱۱۹۲۶۴ پونڈ
مانچسٹر "	۱۴۷۶۸۷ "
لیورپول "	۱۶۱۷۷۶ "
شفیلڈ "	۱۰۱۲۰۱ "
اڈنبرا "	۲۰۴۲۴۶ "
گلاسگو "	۱۶۳۰۰۰ "

یہ چند برطانوی یونیورسٹیون کے نام بطور نمونہ کے لکھدیے گئے، ورنہ یورپ وامریکہ کی تقریبًا تمام یونیورسٹیان کم وبیش ایسی ہی شاہانہ آمدنیون کی مالک ہین، لیکن یہ عظیم الشان مداخل بھی روز افزون مصارف کے لیے کافی نہین ہوتے، ہر چہار طرف سے ایک عام پر زور مطالبہ ہو رہا ہے، کہ طلبہ کی فیس یا سرکاری اعانت کی رقم مین اضافہ کرکے بہرحال جس طریق پر بھی ممکن ہو، ضروریات تعلیم کے متناسب آمدنی حاصل کرنا چاہیے، اور ضروریات تعلیم ہین، کہ کلمات الٰہی کی طرح غیر محدود ولا انتہا ہین۔ علم ریاضی انکے شمار و استقصار سے قاصر ہے، ایک حاجت ابھی تکمیل کو پہنچنے نہین پاتی ہے، کہ دوسری حاجت اس سے اہم تر رونما ہو جاتی ہے، اساتذہ کے بیش قرار مشاہرہ، درسگاہون کی سربفلک عمارتین قیمتی سامان نشست وآسائش وآرایش، نازک وبیش بہا سائنٹفک آلات، روز ایک نئی مد مصارف کی نکلتی آتی ہے، تا آنکہ خدایان تعلیم گھبرا اُٹھے ہین، اور غریب ومفلس ہندوستان کی کلکتہ یونیورسٹی سے لیکر شاہ خرچ امریکہ وزرافشان انگلستان تک کی یونیورسٹیان تشویش واضطراب مین مبتلا رہنے لگی ہین، جولائی ۱۹۲۱ء مین جو کانگرس آف یونیورسٹیز لندن مین منعقد ہوئی تھی اسکے ایک صدر مجلس سر آرتھر بالفور نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ،

"یونیورسٹی تعلیم کی ضروریات روز افزون ہین، اور آمدنی مین انکے متناسب اضافہ کی کوئی توقع نہین، ہندوستان اور نوآبادیون کا حال معلوم نہین، لیکن کم ازکم برطانیہ عظمےٰ مین تو روپیہ سے زیادہ تعلیمی مقاصد کے لیے کوئی شے اسوقت اہم تر، اور کوئی شے زیادہ عسیر الحصول نہین۔"

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا، اب دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو، تعلیم کا ایک مفہوم یہ ہے کہ شاندار لکچر ہال ہون جن پر قصر وایوان شاہی کا دھوکا ہوتا ہو، سربفلک سلسلۂ عمارات ہو، ذخیرۂ کتب

کی فراہمی مین دولت قارون درکار ہو، اساتذہ کے مشاہرہ پر بیدریغ زرپاشی ہوتی ہو، لاکھون روپیہ سالانہ فرنیچر اور ظاہری سازوسامان کی مدین صرف ہوتا ہو، تجربہ گاہون اور آلات کے لیے بیشمار دولت وقف ہو، غرض تعلیم اس مفہوم کے لحاظ سے تمامتر ایک کرشمۂ زر ہے، جسکا مبدءُ ومنتہیٰ، مرکز ومحیط، جو کچھ ہے، سب ظاہریت دمادیت ہے، لیکن اس دنیا مین تعلیم کا ایک دوسرا مفہوم بھی موجود رہا ہے، اور اب بھی ہے، جسکے لحاظ سے یہ ظاہری شان وشوکت، جاہ وامارت، زرپاشی ودولت ریزی، زیبائش وآرائش، سب بے معنی ہے، اس نظام تعلیم مین زر ودولت اور سامان دنیوی ہی کو سرے سے بے حقیقت تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر حقیقت مانی بھی گئی ہے، تو ایسی جیسے کسی دھوکے کی ٹٹی، یا کھیل کود کی چیز کی ہوتی ہے، اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد.... وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ (حدید رکوع ۳)

جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی صرف بازیچہ اور ظاہری آرائش، اور مال ودولت اور آل واولاد کی مفاخرت اور مسابقت ہے،.... یہ دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے،

اِس علم کے لیے یونیورسٹی کی شاندار عمارتون، بے اندازہ دولت، اور سامان آسایش وآرایش مین سے کسی شے کی ضرورت نہین، اسکے لیے صرف صدق وصفا، قلب وضمیر، تزکیہ وتقویٰ کی ضرورت ہے۔ اودہر تقویٰ حاصل ہوا اُدہر عالم الغیب والشہادہ کی ازلی یونیورسٹی سے براہ راست استفادہ ہونے لگا، وعدہ صریح ہے، وَاتّقوا اللہَ ویعلّمکم اللہ واللہُ بکُلّ شیٔ علیم (بقرہ - ۳۹) یہ علم کتابی معلومات سے حاصل نہین ہوتا، بڑے بڑے مُہذب وآراستہ کتب خانہ اس علم کی تحصیل کے لیئے قطعاً لاحاصل ہین۔ کتابون کا انبار انسانی دماغ کی طرح بعض چوپایون کی پشت پر بھی بار کیا جا سکتا ہے، لیکن نتیجہ؟ مَثَلُ الذین حملوا التوریۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ (جمعہ - ۱) اس علم لدنی

کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا فاضل، سب سے بڑا محقق، اُمی محض تھا، اور اسکی یہ اُمیت اسکی یہ حرف ناشناسی اسکے لیے باعث فخر تھی، بار بار تصریح کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے فَاٰمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (اعراف۔۲۰) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اعراف۔ ۱۹) ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ (جمعہ۔۱)

اس تعلیم کا مقصد یہ نہین ہوتا کہ بڑے بڑے عہدے اور مناصب حاصل ہون، یا صنعت و حرفت، تجارت و سیاست کے ہفتخوان سر کیے جائین، یا پھر حب وطن کی آڑ پکڑ کر ہمسایہ اقوام کے گلے پر چھری چلائی جائے، یہ تعلیم دنیا پرستی و نفس پرستی کے ان تمام شعبون کی قاطع ہے، اس علم کا مقصد معرفتِ نفس ہوتا ہے، نہ کہ گرد و پیش کے نقوش فانی مین غلو و انہماک

علم آن باشد کہ بستاند ترا | بے نیاز از نقش گردا ند ترا
علم آن نہ بود کہ کور و کر کند | مرترا بر نقش عاشق تر کند (مولنائے روم)

زر و مال کا معاوضہ طلب کرنا ان علما و معلّمین کے لیے حرام ہوتا ہے، انکی تعلیم ہے:-

چون دگران را شوی آموزگار | کم طلب آن را عوض از روزگار
علم بود جوہر و باقی سفال | آن چون حقیقت دگران چون خیال
بیع جواہر بہ سفالے کہ چہ | بذل حقائق بہ خیالے کہ چہ (جامی)

اس علم کی منزل مقصود کیا ہوتی ہے؟ اور اسکی تحصیل کے کیا شرائط ہین؟ انکا جواب اس درسگاہ مین آکر یہ ملتا ہے،

علم سوے درِ الٰہ برد | نہ سوے نفس و مال و جاہ برد
علم باید نخست پس علمت | بر فور از علم خوانده با حلمت
علم بے حلم خاک کوے بود | علم با حلم آبروے بود
جاہل از علم جاہ جوید سود | مزد آجل بہ عاجل آرد زود
علم از علم نیک سپے گردد | سنگ بے سنگ لعل کے گردد (سنائی)

کاش مدعیانِ علم و دانش کو علّم الانسان مالم یعلم کی درسگاہ حقیقت سے علم و جہل کے امتیاز صحیح کی توفیق عطا ہو!

خلافت عثمانیہ

اور

اسلامی و مسیحی دنیا کا اعتراف

۲

مسئلۂ خلافت پر معارف کے مضامین اسقدر پھیلے کہ مولنا رومی کی طرح یہ کہنا پڑا کہ ع گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو، مگر آج اس سلسلہ کا یہ آخری نمبر ہے، امید ہے کہ آیندہ ناظرین کو اس کی تکلیف نہ دیجائے،

یہ مسئلہ یورپین پالٹیکس کا مرکز بننے سے پیشتر، مسیحی دنیا کی تمام قومون مین ایک مسلّم واقعہ کی طرح تسلیم شدہ تھا، تحریری شہادتون مین مسیحی دنیا کے اعتراف کی سب سے پہلی مثال، جدید یورپ کی سب سے پہلی ترقی یافتہ قوم پرتگیزون کے ایک سفیر متعین ہندوستان کی زبان سے ملتی ہے، ترکی امیر البحر سید علی جب احمد آباد گجرات مین عماد الملک وزیر کے دولت کدہ مین داخل ہوتا ہے تو اوسکی اتفاقی ملاقات پرتگال کے سفیر سے ہوتی ہے، سفیر مذکور کہتا ہے،

ہمین سلطان روم کی بہت ضرورت رہتی ہے، ہمارے ملک کے جہاز اونکی سلطنت کے بندرگاہون مین بے روک ٹوک جاتے ہین، اگر ہمین اسکی اجازت نہو تو ہمارا بہت برا حال ہو علاوہ اسکے سلطان روم، اسلامی دنیا کے بادشاہ ہین[1]،

---

[1] سفرنامہ سید علی امیر البحر ترجمۂ اردو صفحہ ۳۳،

یہ سلطان سلیمان اعظم کا زمانہ تھا، اسی زمانہ مین سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے درمیان سب سے پہلا رعایتی عہدنامہ مرتب ہوا جو اب "کیپی چولیشن" کے خوفناک نام سے مشہور ہے، اور جو ٹرکی کے گلے کا پھندا بن گیا ہے، اس عہدنامہ مین بھی سلطان کی حیثیت خلیفہ کی نظر آتی ہے،

یورپین علوم و مسائل کے سب سے بڑے بحر زخار اور دریاے ناپیدا کنار کا نام انسائیکلوپیڈیا ہے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا نام لینا استناد اور اعتبار کے لیے شاید کافی ہو، سلطان سلیم کے تذکرہ مین یورپ کا یہ مستند ترین ذخیرۂ علمی حسب ذیل شہادت بہم پہنچاتا ہے،

"اسکے بعد شام اور مصر اوسکے (سلطان سلیم کے) قبضہ مین آگئے، وہ تمام اسلامی مقامات مقدسہ کا مالک ہوگیا، اور سب سے زیادہ اہم یہ کہ اوسنے آخری خلیفہ عباسیہ سے کہا کہ وہ خطاب خلافت اور اوسکے ظاہری لوازم مثلاً علم مقدس، اور شمشیر و زرہ نبوی اوسکے حوالہ کردے، اسکی وجہ سے سلاطین عثمانیہ نے جو عظمت حاصل کی وہ یہ تھی کہ وہ تمام عالم اسلامی مین معزز ترین ہوگئے، اور آج بھی وہ وہی اہمیت رکھتے ہین، اور جسنے خلافت کی اس شرط کو کہ خلیفہ قریشی ہو نسیاً منسیاً کردیا ہے،"

یورپ مین فن تاریخ کا سب سے بڑا اور معتبر ذخیرہ "مورخین کی تاریخ عالم" ہے جسکا ذکر اس سلسلہ مضمون مین کئی دفعہ آچکا ہے، اس کتاب کے مصنفین نے متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے،

"سلیم اب فی الواقع "محافظ مقامات مقدسہ" بن گیا، اوسنے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا جو مستنصر باللہ (۹) کے نام سے پکارا جاتا تھا، جسکا وصف امتیازی صرف اسقدر تھا کہ وہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹھارہوان خلیفہ تھا، سلیم نے اوسپر ہاتھ ڈالا اور اوسکو اوسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اسنے خلافت کے تمام حقوق سے

۱؎ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، طبع یازدہم، جلد ۲۴ صفحہ ۶۰۶،

دست برداری نہ لکھدی، اسکے معاوضہ مین سلیم نے اوسکو کچھ زرِ نقد اور ماہوار وظیفہ مقرر کردیا،
سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کرلیا، مگر اب خلیفہ ایک بوڑھا،
مسکین شیخ نہین رہا تھا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تھا، جو اسلام نے اپنے
قبضہ مین کبھی رکھی تھی، اوس دن سے اسلام اپنا صرف سردار رکھتا ہے جسکے اقتدار کے ماتحت
تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین، یہ سردار قسطنطنیہ کا سلطان ہے[1]،

دوسری جگہ اس کتاب مین ہے،

مصر کے الحاق کے بعد سلیم نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا، جسکو اب تک مصر کے بادشاہ اختیار
کئے ہوئے تھے[2]،

پروفیسر میکس مولر مشرقیات کے بہت بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، اونھون نے اور اونکی بیوی
نے آج سے ربع صدی پیشتر ٹرکی کا سفر کیا تھا، اور ان دونون نے ملکر "سیاحت قسطنطنیہ" کے نام سے
ایک سفرنامہ ترتیب دیا ہے، اس سفرنامہ[3] مین دو مقام پر خلافت عثمانیہ کا تذکرہ ہے، حرم و خزانہ کی
سیر کے تذکرہ مین ہے،

"خزانہ سے باہر نکلنے پر ایک متصل چھوٹی مسجد کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ اسمین پیغمبر اسلام کی
عبا، علم، عصا، تیغ اور کمان محفوظ ہین، سلطان جلوس کے ساتھ سال مین ایک دفعہ رمضان
مین اس کی زیارت کرتے ہین، سلطان کو عبائے نبوی پہنائی جاتی ہے، اگر یہ علم نکالا جائے
تو اوسکے نیچے دنیا کے تمام مسلمانون کا جمع ہونا فرض سمجھا جاتا ہے، صرف سلطان بحیثیت خلیفہ
اور بادشاہ ہونے کے اسکو کھول سکتے ہین[4]،

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۴۶۴ و ۴۶۵ [2] کتاب مذکور ج ۲۴ صفحہ ۳۴۰ [3] اسکا اردو
ترجمہ دار المصنفین مین ملے گا، [4] سیاحت قسطنطنیہ ترجمہ اردو صفحہ ۳۶

رسم سلاملق کا سمان کھینچتے ہوئے یہ منظر اونکو نظر آتا ہے،

علمار مشائخ اور مفتی سب کی نگاہین سلطان کی طرف لگی ہوئی تھین، جن کی وہ بحیثیت

خلیفہ یا جانشین نبی عزت کرتے ہین[۱]

۱۸۸۲ء مین یعنی آج سے چالیس برس پیشتر مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے سب سے پہلے سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی اہمیت کے مسئلہ پر توجہ مبذول کی، اور اونھون نے عربون کے دوست بنکر اون مین عرب قومیت کا احساس وجذبہ پیدا کیا اور اونکو بتایا کہ خلافت اونکا قومی حق ہے اور اس حق کو وہ ترکون سے واپس لے سکتے ہین، مسٹر بلنٹ کی مشہور کتاب فیوچر آف اسلام ہے، جسکا ترجمہ سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے ۱۸۸۳ء مین مستقبل اسلام کے نام سے کیا ہے، یہ پوری کتاب مسئلۂ خلافت پر یورپین نقطۂ نظر کی کما حقہ تفسیر اور توضیح ہے، بلنٹ صاحب ترکون کی مخالفت اور عداوت کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہ کرسکے کہ خلافت عثمانیہ آج دنیاے اسلام کا ایک مسلّم واقعہ ہے، اون کے اقتباسات ہمارے مطلب کے اس کثرت سے ہین کہ اونکو یہان نقل کرنا دشواری سے خالی نہین، یہان پر صرف ایک دو حوالے نقل کیے جاتے ہین،

غیر ممالک کے اجنبی مسلمانون سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت دنیاوی بادشاہ کے زیادہ تر بطور حاکم مذہبی کے رہی، اور سفیران یورپ کے ساتھ سلطان نے اپنی یہ حالت (یعنی حکومت مذہبی) برابر اور مستقل طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی (صفحہ ۱۶)

"ٹیونس کو بالخصوص اس بات پر ناز تھا کہ ہم تخت ٹرکی کی حکومت سے آزاد ہین، اور سواحل افریقہ کے حنفی فرمانرواؤن کے علاوہ اور سب لوگ ترکون کی طرف سے لڑنے کو لغو سمجھتے تھے، لیکن اب خود مالکی لوگ جو قیروان مین مقدس ہین سلطان عبدالحمید کے اشارہ پر

---

[۱] سیاحت قسطنطنیہ، ترجمہ اردو صفحہ ۱۶۴،

حرکت کرتے ہین، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر مین بھی سلطان کیقدر کامیابی کے ساتھ تحریک

کررہے ہین اور ہندوستان کے مسلمان تو علانیہ مساجد مین اونکے لیے دعا مانگتے ہین ہر جگہ

وہ فریق جو اسلام کی دوبارہ ترقی چاہتا ہے مسلح کھڑا ہے اور اس ارمنی خلیفہ کو جو اونکی

مرضی کے موافق کام کررہا ہے اور یورپ کو حقیر جانتا ہے اور بشرط ضرورت اسپر تیار معلوم

ہوتا ہے کہ کسی دن اون لوگون کے ساتھ اون لوگون کا پیشوا بنکر علم جہاد بلند کرے جو

اونکو اپنا پیشوا تسلیم کرچکا ہے (۶۳)

"یہ حالات جو مین نے بیان کیے علما مین اس درجہ تسلیم کرلیے گئے ہین کہ سال گذشتہ مین

مین نے قریب قریب بلا اختلاف جمہور کی یہ رائے پائی کہ سلطان عبد الحمید خان

خاندان عثمانیہ کے آخری خلیفہ ہین (۶۷)

روسی مسلمانون کی حالت اور کیفیت اور اون مین اسلام کی زندگی کی بقا و فنا کا فیصلہ کرتے

ہوئے مسٹر بلنٹ لکھتے ہین،

"ترکستان، سائبریا..... اور اون ملکون مین جو پہلے سلطنت عثمانیہ مین شامل تھے اور

اب روس کے ماتحت ہو گئے ہین جس چیز نے مسلمانان اہل سنت و جماعت کو اپنے مذہب

پر قائم کر رکھا ہے وہ اونکا یہ علم و خیال ہے کہ ہنوز روسیون کی سرحد پر خود ہمارے

ہم مذہب لوگون کی ایک بڑی جنگ آور جماعت موجود ہے اور خود اونکا مسلمہ روحانی

اور مذہبی پیشوا اونپر حکمران ہے، اونکے مذہبی فخر کا مرکز قسطنطنیہ ہے جہان سلطان

اور خلیفہ باسفورس کے کنارہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا یورپ اور ایشیا دو دنیاؤن پر

حکمران ہے، (صفحہ ۱۳۳)

مشرق اور خصوصاً اسلامی مشرق کی حالت سے ذاتی واقفیت علمائے یورپ مین پروفیسر

دیمپری سے زیادہ کسی اور کی نہو گی، پروفیسر موصوف اپنی کتاب مستقبل اسلام مین ایک جگہ لکھتے ہین

سلاملق کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا، سلطان کے لیے جو اظہار ارادت وعقیدت

کرتے ہین اوسکا سبب یہی ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام مانے جاتے ہین، (ترجمۂ اردو صفحہ ۱۳۴)

یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کے امیر ہمیشہ اپنی مساجد کے دروازون پر سلطان

کے معلّٰا فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہے کہ اونکو نماز پڑھانے کا اختیار

خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہے، اور وسط ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات

اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کرتے ہین (صفحہ ۱۳۶)

مارکوئیس آف ولیسلی گورنر جنرل و وئیسراے ہند اور سلطان میسور کے درمیان سلطان

ٹرکی کے فرمان کی نسبت خط وکتابت کا تذکرہ اس سلسلۂ مضامین مین کئی دفعہ آچکا ہے، آج پھر

ایک دفعہ اوسکے چند فقرون کو دُہرانا ہے، مارکوئیس آف ویلسلی اپنے خط مین فرمانِ سلطان کا

حوالہ دیکر سلطان میسور کو فرانسیسیون سے قطع تعلق اور انگریزون سے موالات کی جانب ان

لفاظ مین متوجہ کرتے ہین،

"وہ (سلطان ٹیپو) تمام مذاہب کے دشمن اور خلیفۂ اسلام پر حملہ آور ہونے والے

فرانسیسیون سے ہر قسم کے تعلق کو منقطع کرکے اپنا جوش اسلامی دکھائے اور مین امید کرتا

ہون کہ جب وہ (سلطان ٹرکی کے) اس خط کو پڑھے گا تو بلاشبہہ اس نتیجہ پر پہونچے گا

کہ فرانسیسیون نے مسلمانون کے مسلم خلیفہ کی توہین کی ہے،

سابق سفیر برطانیہ مسٹر لبرڈ متعین قسطنطنیہ نے اپنے مراسلۂ سرکاری مورخہ ۱۹- جون

۱۸۷۷ء مین انگلستان کی وزارت خارجیہ کو حسب ذیل الفاظ مین متنبہ کیا تھا،

سلطان گھنکر خود ایشیا کے پانچوین درجہ کے حکمران کی حیثیت کا کیون نہ رہ جاے مگر

پھر بھی وہ خلیفۂ اسلام برابر باقی رہے گا، اور یہ بہت ممکن ہے کہ اسلامی دنیا اپنے وجود کو قائم رکھنے کی آخری جنگ مین انگلستان کو ان خطرات اور مصائب کا جو اوسکو چارون طرف سے گھیرے ہوے ہین اصلی محرک اور باعث سمجھ کر انگلستان ہی پر پل پڑے،

جنگ ٹرکی و اٹلی جسکا مشہور نام جنگ طرابلس ہے، مسٹر بارکلے نے انگریزی مین اوس کی تاریخ لکھی جو ابھی حال مین شائع ہوئی ہے، کتاب مذکور مین صلح کے وہ دفعات اور شرائط بھی شروع مین لکھدیئے ہین، جن پر ٹرکی اور اٹلی نے دستخط کیے ہین، منجملہ دیگر دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی ہے،

طرابلس کے مسلمان مذہبی حیثیت سے سلطان کے تابع، اور وہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہینگے، اور جمعہ اور عیدین مین وہان کی مسجدون مین سلطان کا نام لیا جائیگا،

سر اڈورڈ کریسی، ایک انگریز نے ترکان عثمانیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے، جسکا نام "ہسٹری آف اوٹومن ٹرکش" ہے، اوسمین سلیم کے واقعۂ خلافت کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

"جب سلیم نے مصر فتح کیا تو وہان عباسی نسل کا خلیفہ فرمانروا تھا، سلیم نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ وہ خلافت کو باضابطہ سلیم اور اوسکی نسل کی جانب منتقل کردے، ساتھ ہی سلیم نے خلافت کے آثار ظاہری بھی جنکے حامل عباسیہ چلے آتے تھے، اپنے قبضہ مین کر لیتے یعنی علم مقدس، و شمشیر و رداے پیمبر"

سر تھیوڈر ماریسن (سابق پرنسپل مدرستہ العلوم علی گڈھ) اون اہل علم انگریزون مین ہین جو مسلمانانِ ہند کے خیالات و حالات سے کماحقہ واقف ہین، اونھون نے ہندوستان کے اکابرِ اسلام کی صحبت اوٹھائی ہے، وہ ہندوستان کے عظیم الشان دور مین مصلحین اسلام کی انجمن کے ایک اعزازی رکن تھے، وہ مسئلۂ خلافتِ عثمانیہ پر ٹائمز مین حسب ذیل خیالات ظاہر کرتے ہین،

اہل یورپ کو سب سے پہلی بات یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مسلمانان عالم کو ترکی کے ساتھ دلی محبت ہے، اور سلطان ترکی کے دنیاوی اقتدار کے خاتمہ کا خیال ہی اونھین برہم کر دیتا ہے، اس موقع پر ہمارا یہ کہنا اون سے بالکل عبث ہے کہ اونھین سلطان کو خلیفہ نہ تسلیم کرنا چاہیے، چاہیے یا نہ چاہیے، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین کہ خلافت، عباسیہ کے ہاتھ سے نکلکر آل عثمان تک کیونکر پہنچتی ہے، لیکن اس راز کے محرم ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس خیال مین بالکل پختہ وغیر متزلزل ہین.... بے شبہہ ہم اسپر تاسف کرسکتے ہین کہ مسلمانون کے یہ عقائد کیون ہین، مگر اس واقعہ سے انکار نہین ہوسکتا کہ ہین یہی عقائد،

نامور مستشرق پروفیسر براؤن جن سے بڑا مشرق و مشرقیات اور تاریخ اسلام کا عالم آج انگلستان بھر مین کوئی نہین، اونھون نے اس بحث پر ٹائمز مین جو مضمون لکھا تھا، اون کے بعض اقتباسات یہ ہین،

"مجھے ہمیشہ اس امر پر سخت حیرت رہی ہے کہ جو لوگ محمدؐ کی رسالت کے منکر ہین وہ کیون اس بحث مین اپنا اسقدر وقت اور دماغ صرف کرتے رہتے ہین کہ خلافت یا نیابت کا حقدار کون ہے؟ یہ بالکل ایسی ہی مہمل بات ہے کہ جیسے مسلمان اس فیصلہ کے درپے ہوجائین کہ مسیحیون کے پوپ یا "حامیِ ملت" کے لقب کا حق کسکو ہے.......

سلاطین آل عثمان منصب خلافت کے کچھ آج مدعی نہین ہوے ہین بلکہ اگر سلطان سلیم نہین تو اوسکے فرزند سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ سے تو اونکا یہ دعوی بہرحال چلا آتا ہے چنانچہ سلیمان کی وفات پر مفتی ابوالسعود نے عربی زبان مین جو مرثیہ کہا تھا اوسمین تصریحاً اوسے خلیفۃ اللہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے ... مزید شہادت

فرید ون بے کے مرتب کردہ سرکاری کاغذات سے بہم پہنچ سکتی تھے،

انگلستان مین ایک بزرگ ایسے ہین جنکو اس حقیقت سے انکار ہے، اور وہ مشہور متعصب اسلام پروفیسر مارگولیتھ ہین، وفد خلافت اور پروفیسر موصوف کے درمیان اس مسئلہ پر لندن کے اخبار اوبزرور مین مناظرہ چھڑ گیا تھا، اسمین بطور ثالث کے ایک فاضل آرتھر ایچ ریڈنگ جو بعض ممالک اسلامیہ مین مدتون تک جج رہ چکے ہین، ایک مضمون اوسی اخبار مین بتاریخ ۲ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء شائع کرایا تھا، جسمین وہ لکھتے ہین،

"مین بخوشی اسکے لیے آمادہ نہین ہون کہ پروفیسر مارگولیتھ جیسے فاضل مستشرق سے اختلاف آرا کرون، مگر بحیثیت ایک قدیم عہدہ دار کے جسنے اپنی زندگی کے بہترین بیس برس اسلامی ملکون مین گذارے ہین اور ایک جج کی حیثیت سے جسنے قانون اسلامی کا نظم و نفاذ کیا ہو، یعنے فقہ شافعی، مین سلطان کے دعواے خلافت کو تمامتر منصفانہ نہین سمجھتا سلطان کا یہ دعوی کہ وہ پیغمبر اسلام کے جانشین ہین اور پوپ کا یہ دعوی کہ وہ سینٹ پیٹر کا جانشین ہے برابر درجہ کا بحث طلب ہے، گو کچھ لوگ اسکے موید بھی ہین مگر بہت سے اسکے خلاف بھی ہونگے، مثلاً مین کہہ سکتا ہون کہ شیعہ حضرت علی اور اونکے خاندان کے سوا تمام خلفا کے منکر ہین، اور مراکش کے مالکی اپنا خود ایک اوریسی خلیفہ رکھتے ہین، اور ظاہریہ مثلاً نجد کے وہابیہ اور شمالی افریقہ کے سنوسیہ اور عمان و زنجبار کے خوارج ہر مقامی اسلامی حکومت کے خود مختار فرمانروا کو امام تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ (یعنی خلافت عثمانیہ) تمام عثمانی ترکون مین، تمام سنی حنفی عربون مین، اور اکثر شافعی، مالکی اور حنبلی عربون مین، ٹرکی کے قدیم دائرۂ سلطنت مین، اور روس کے سنی مسلمانون مین

ملہ ہر سپچھلے اقتباسات کے لیے دیکھو معارف اگست سنہ ۱۹۱۹ء،

چین اور تاتارستان مین اور ایشیاے وسطی کے خانون مین، جہان سے مغل فاتح، حنفی فقہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے وہان بھی اسی طرح جا وا مین اور جنوبی افریقی ملایا مین لوگ اسکو تسلیم کرتے ہین، گو آخری نقطہ کے متعلق میرا علم تیقن نہین ہے....

ان اعترافات کے علاوہ یورپ کے عام اخبارات ورسائل کے اقتباسات کا بڑا ذخیرہ ابھی موجود ہے، لیکن صرف اسلیے اونکو قلم انداز کیا جاتا ہے کہ مستند فضلاے مشرقیات مین اونکا شمار نہین،

غیر اسلامی خطہ ہاے عالم مین چین کی اہمیت بھی کچھ کم نہین ہے جہان تین کرور مسلمان آباد ہین، اونکے موجودہ عقیدہ کی نسبت ابھی مسٹر ریڈنگ کا بیان تم سن چکے، اگر تم کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ یہ آج کی پیداوار نہین بلکہ آج سے سینکڑون برس پہلے سلطان سلیمان اعظم ہی کے عہد مین خلافت عثمانیہ کا دائرۂ عقیدت مشرق اقصی کی مسافت کو طے کر چکا تھا، سید علی امیر البحر ہمایون کے دربار مین چینی مسافرون کی زبانی روایت کرتا ہے،

"جب ترک (مسلمان) سوداگرون نے چین مین عید کے روز سلطان کا نام خطبہ مین پڑھوانا چاہا تو اونھون نے خاقان چین سے کہا کہ ہمارا سلطان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور قبلہ کا بادشاہ ہے، لہذا اوسکا نام عید کی نماز مین شامل کرنے کی اجازت دی جائے، گو خاقان چین ایک غیر مذہب کا آدمی ہے تاہم اوسنے مسلمانونکی درخواست کو جائز سمجھکر قبول کیا، بلکہ یہان تک کیا کہ خطیب کو خلعت فاخرہ پہنا کر اور ہاتھی پر سوار کرکے شہر سے گذارا، اوسوقت سے سلطان کا نام عید کی نمازون مین برابر چلا آتا ہے، (صفحہ ۶۴)

ان تاریخی تصریحات اور اعترافات کے بعد بھی اگر کسی کو اس مسئلہ مین شک رہ جائے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ،

شانتی نیکیتان

کے

چشم دید حالات

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

گذشتہ سال جب عاجز کلکتہ گیا تو منجملہ دیگر ارادون اور تمناؤن کے اپنے ساتھ ایک آرزو و تمنا ہندوستان کے مشہور شاعر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکیتان کے دیکھنے کی بھی رکھتا تھا۔ اگرچہ مدرسہ مذکور کے مجمل حالات امریکہ کے بعض علمی انگریزی اور مصر کے عربی رسائل مین نظر سے گذرے تھے، لیکن آنکھین بطور خود اُن کے تفصیلی مشاہدہ کے لیے مشتاق تھین، ولیس الخبر کالعیان،

کلکتہ مین ایک عرصہ کے قیام و انتظار کے بعد یہ تمنا گذشتہ ۲ فروری کو پوری ہوئی جبکہ عاجز مع اپنے ایک رفیق کے بولپور جانے کے لیے ہوڑہ اسٹیشن پہونچا۔ اگرچہ ہم دونکو گاڑی کے وقت اور پلیٹ فارم کی خبر نہ تھی، مگر حسن اتفاق کہ جب ہم لوگ ٹکٹ لینے کو گئے تو خود شانتی نیکیتان کے ایک طالب علم سے ملاقات ہو گئی جسنے نہایت خلق و مہربانی سے ہماری رہنمائی کی۔ ابتداءً ہم طالب علم مذکور کو اُسکی وضع و قطع سے جیسا کہ بدقسمتی سے اکثر بنگالی مسلمانون کی رہتی ہے ہندو سمجھتے رہے لیکن جب ریل مین بیٹھکر اطمینان سے

گفتگو ہوئی تو یہ معلوم کرکے کہ وہ مسلمان ہین ہماری مسرت وخوشی کی کوئی انتہا نہین رہی خصوصًا اسلیے کہ فی زمانا اس قسم کے علمی میدانون مین بدقسمتی سے مسلمانون کی پست ہمتی وپسپائی کا جو حال ہے وہ معلوم،

بہرحال ہم تینون تقریبًا ساڑھے دس بجے اسٹیشن بولپور پہونچے۔ یہان سے مدرسہ شانتی نیکیتان دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی اسوجہ سے یہ خیال کرکے کہ اسوقت مدرسہ مین جانا اُسکے منتظین کے لیے باعث تکلیف ہوگا ہمنے ہرچند چاہا کہ رات اسٹیشن پر گذار دین اور صبح اطمینان سے جائین مگر سید مجتبےٰ علی (طالب علم مذکور) کے غیر معمولی اخلاق نے ہمین اُسیوقت جانے پر مجبور کیا۔ جون جون ہم بولپور کی آبادی سے دور اور مدرسہ سے قریب ہوتے جاتے تھے ہمین یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم دنیا کے شور وشر سے مہجور ہورہے ہین اور ایک سنسان دلفریب خلوت کیطرف قدم بڑھا رہے ہین۔ قدم قدم پر ہمارے دونکا اشتیاق مقام مقصود تک پہنچنے کے لیے بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر ہم مدرسہ کی حدود کے اندر داخل ہوئے اور قدم رکھتے ہی ہمنے اُسے اسم بامسمّٰی پایا،[1]

وہان پہنچکر سید مجتبےٰ علی نے بعض منتظین کو بیدار کیا اور وہ لوگ ہمین ایک خاص عمارت مین لے گئے جو مہمانون کے قیام کے لیے مخصوص تھی۔ یہ عمارت دومنزلی وپختہ بنی ہوئی ہے نیچے کی منزل کے وسط مین ایک بڑا ہال ہے جسمین تقریبًا اُسی کے برابر ایک تخت بنگالی طرز کا بچھا ہوا ہے جس کے چارون طرف جنگلہ ہے۔ اُسپر سفید فرش بچھا ہوا تھا، ہمین فورًا دو بستر لادیے گئے اور پانی اور لالٹین وغیرہ ضروری سامان بھی مہیا کر دیا گیا اور

---

[1] مدرسہ کا نام "شانتی نیکیتان" ہے اور بنگلہ زبان مین اسکے معنی ہین "بیت الامن"، چنانچہ مدرسہ کے مقام کی تمام دیگر شور وغوغا سے یکسوئی اور وہان کی خموشی وسکون بھی اپنے اس نام پر پوری طرح دلالت کرتی ہے،

مسکین ہین اُس تخت پر آرام کرنے کو کہہ کر رخصت ہوئے،

دوسرے روز علی الصباح جب ہماری آنکھ کھلی تو ہمنے گھنٹی کی آواز سنی جو طلبا کو بیدار کرنے کے لیے صبح چار بجے تین مرتبہ دی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہمین نہایت دل آویز موسیقی آوازمین خدا کی حمد وستایش کے ترانے بنگلہ زبان مین سنائی دینے لگے جنکو طلبا کی مختلف ٹولیان مدرسہ کے احاطہ مین گشت لگاتی ہوئی گا رہی تھین،

جب ہم نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے تو صبح سات بجے ہمارے لیے دودھ اور چاولون سے مرکب ناشتہ لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد سید مجتبیٰ علی آئے اُنھون نے ہمارے قیام کے کمرہ مین جو اشتہار لٹک رہا تھا وہ پڑھکر سنایا اُسمین لکھا ہوا تھا کہ،

(۱) یہان پر صرف ایک خدا کی پرستش کیجاتی ہے،

(۲) یہان پر کسی اوتار، دیو، دیبی، رشی یا مہاتما کی پرستش نہین کیجاتی،

(۳) یہان پر مذہبی معاملات مین گفتگو کرنا یا مباحثہ کرنا سخت ممنوع ہے،

(۴) یہان پر کسی ذی روح کا گوشت کھانا یا اُسے مارنا سخت ممنوع ہے،

(۵) کھانے مین یہان پر صرف بقولات و ترکاری وغیرہ استعمال کیجاسکتی ہین،

(۶) یہان پر آپس مین لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہین بلکہ آپسمین محبت و دوستی رکھنا چاہیے

(۷) یہان پر ہر قسم کی منشی اشیاء پینا ممنوع ہے،

اس بڑے ہال کے دونون جانب دو کمرے اور تھے جنمین سے ایک مین ڈاکٹر ٹبے مقیم تھے جن کی پیدایش روس جرمنی کی سرحد کی ہے، یہ برلن یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی اور کئی زبانون کے ماہر ہین ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ مین کیمسٹری کی تعلیم کے لیے یورپ سے اپنے ہمراہ لائے ہین، انکی بالکل ہی سادہ وضع اور سادہ زندگی

نہایت حیرت انگیز اور ہلوگون کو تعجب مین ڈالنے والی تھی کیونکہ ہم نے کبھی کسی باشندہ یورپ کو اس سادہ وضع قطع مین نہین دیکھا، انکو مطالعہ و تحریر سے عشق تھا۔ غالبًا یہ کسی کتاب کی تصنیف و تدوین مین اُسوقت مشغول تھے، دوسرے کمرے مین ایک ماسکو کی لیڈی مقیم تھین جو بطور روزیٹر (مہمان) اُنکے ٹھہری ہوئی تھین اور کئی روز سے روسی زبان کے لٹریچر پر لیکچر دے رہی تھین، انکے ایک لیکچر مین ہم بھی شامل ہوے تھے لیکچر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک کمرہ مین فرش بچھا ہوا تھا اُسپر تمام سامعین ادنی طالب علم سے لیکر اعلے استاذ برابر بیٹھے ہوئے تھے انہین مین ڈاکٹر ٹیگور کی ہمشیر اور دیگر مستورات بھی تھین، لیڈی صاحبہ ایک دیسی مونڈھے پر بیٹھکر لیکچر دے رہی تھین جو انگریزی زبان مین اور روسی لٹریچر کے متعلق وسیع معلومات سے پُر تھا،

دار الاقامہ اور طلبار کی طرز معاشرت

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم سید مجتبے علی کے ہمراہ بورڈنگ دیکھنے کو گئے جو چھوٹے چھوٹے قطعات مین علٰحدہ علٰحدہ ہوا دار بنا ہوا ہے۔ ایک ایک کمرے مین کم سے کم دو طالب علمون کے رہنے کی جگہ ہے جسمین اُنکے سونے کے لیے دو تخت بچھے ہوے ہین ہر تخت کے نزدیک کتابین رکھنے کو ایک ایک میز رکھی ہے، اسکے سوا اور کسی قسم کا فرنیچر یا فرش نہین ہے، اور نہ طلبا کے نزدیک کوئی ایسا سازو سامان۔ حتی کہ بعضو نکے نزدیک تو کپڑون کے لیے صندوق بھی نہین،

عموماً تمام طلبار و اساتذہ نہایت سادہ لباس مین ملبوس رہتے ہین جسے وہ زیادہ تر اپنے ہی ہاتھ سے سیتے ہین۔ تمام اساتذہ و طلبار برہنہ سر اور برہنہ پا پھرتے ہین الا اُسوقت جبکہ بیماری کی حالت مین طبیب تجویز کردے، سب ایک ہی قسم کا کھانا جو چاول اور

سبزترکاریون پر مشتمل ہوتا ہے ایک جگہ اور ایک ساتھ بیٹھکر کھاتے ہین ایک دوسرے سے چھوت یا نفرت بالکل نہین رکھتے، تمام طلبا عموماً صبح چار بجے اٹھتے ہین اللہ تعالٰی کی حمد وستایش کے ترانے گاتے ہین۔ بعدازان کنوئین پر جاکر سب غسل کرتے ہین اور سفید کپڑے پہن کر نماز مین ذکر جو نام ہے تامل وتفکر، سوچ بچار، اور مراقبہ کا، مشغول ہوجاتے ہین، بعدہ ناشتہ کرتے ہین ساڑھے سات بجے درس و تدریس مین مشغول ہوجاتے ہین۔ تقریباً تین گھنٹہ متواتر تعلیم کے بعد ساڑھے دس بجے اساتذہ اور طلبا منتشر ہوجاتے ہین اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کھانا کھاتے ہین، کھانا کھانے کے بعد اساتذہ آرام کرتے ہین اور طلبا جسطرح چاہتے ہین اپنا یہ وقت صرف کرتے ہین،

دو بجے کے بعد دوبارہ درس وتدریس شروع ہوتی ہے اور چار بجے تک جاری رہتی ہے، چار بجے کے بعد کا وقت عموماً ناشتہ کے بعد طلبار ریاضیات بدنیہ مین صرف کرتے ہین۔ بعض کرکٹ وفٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے ہین بعض پیدل دس دس میل تک نکلجاتے ہین اور قرب وجوار کے دیہات وگاؤن مین پہنچکر وہان ہندوؤن کی اصلاح وہدایت مین مشغول ہوجاتے ہین۔ چنانچہ بہت سے قریب کے دیہات مین انہون نے رات کا مدرسہ قائم کرکے باقاعدہ ہدایت واصلاح کی درس وتدریس شروع کردی،

ان تمام کھیلون اور ورزشون سے فراغت کے بعد طلبا غسل کرتے ہین اور پھر تقریباً آدھ گھنٹہ نماز مین صرف کرتے ہین اور بعدازان کھانا کھاکر نو بجے سوجاتے ہین، سولانے کے لیے طلبار کی ایک جماعت مدرسہ کے تمام احاطہ مین گشت لگاتی ہے اور نہایت دلکش آواز مین بنگلہ گیت گاتی جاتی ہے،

اسکے علاوہ طلبار سے زعامت وقیادت اور ذاتی حکم ورائے کی مشق بھی کرائی

جاتی ہے اور اُسکا طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی نظام طلبا کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے،
پس ہر سہ شنبہ کو طلبا ہفتہ بھر کے لیے اپنا ایک قائد و لیڈر منتخب کرتے ہین جو تمام مدرسہ کا
رئیس سمجھا جاتا ہے، پھر اسکے تحت مین ہر ایک جماعت اپنا اپنا لیڈر علحدہ منتخب کرتی ہے
یہ تمام لیڈر طلبا کے معاملات کی جماعت کے اندر اور جماعت سے باہر نگرانی کرتے ہین، اگر
کوئی خطا کسی طالب علم سے صادر ہوتی ہے تو اُسکا محاکمہ ان لیڈرون کے سامنے کیا جاتا ہے
خطا کار مجرم اپنے جرم و خطا کی مدافعت خود کرتا ہے یا کسی دوسرے طالب علم سے کراتا ہے
جب باوجود مدافعت کے جرم ثابت ہو جاتا ہے تو لیڈرون کا محکمہ مجرم پر سزا کا حکم صادر
کرتا ہے، اور سزا یہ ہوتی ہے کہ مجرم چند یوم کے لیے کھیل سے یا باغ مین کام کرنے سے
محروم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن محکمہ کے لیے یا رئیس مدرسہ کے لیے یا اساتذہ کے لیے بھی
بدگوئی کرنے اور خلاف تہذیب کلمات استعمال کرنے کی اجازت نہین ہے،

علاوہ ازین طلبا اپنے تصور کو قوی کرنے کے لیے اپنی قوت متخیلہ کو مذہبی راہ مین
صرف کرنے کے علاوہ دیگر اشیاء پر بھی صرف کرتے ہین مثلاً وہ ابتداے ظہور سے لیکر آخر
موت تک حشرات درخت اور پھولون کے نشو و نما کا بذات خود مشاہدہ کرتے رہتے ہین
اور اس امر مین ڈاکٹر ٹیگور بھی اُنھین وقتاً فوقتاً مدد پہنچاتے رہتے ہین،

غرضکہ ایک ایسے وزیٹر کے لیے جو سچا علمی ذوق رکھتا ہو ان طلبا کی مفید طرز معاشرت
نہایت مسرت بخش و امید افزا ہے، اس لیے کہ وہ انکو جب کبھی دیکھتا ہے تو سواے اس کے
نہین پاتا کہ اگر اُنکی ایک جماعت شعر و علوم کے مذاکرہ مین مشغول ہے تو دوسری حشرات
یا حیوانات کے مشاہدہ و تبصرہ مین، اگر ایک جماعت پرندون کو دانہ کھلا رہی ہے تو دوسری
نباتات کی تربیت اور دیکھ بھال کر رہی ہے،

طریق تعلیم

طریق تعلیم موجودہ زمانہ کے کالجون اور اسکولون کے مروجہ ونمایشی طرز تعلیم سے بالکل نرالا و جداگانہ ہے، نہ وہان اسکول یا کالج کی کوئی عمارت ہے، اور نہ مختلف جماعتون کے لیے علیحدہ علیحدہ کمرے نہ کوئی لیکچر ہال نہ ہے اور نہ طلبا و اساتذہ کے بیٹھنے کے لیے کسی قسم کا فرنیچر، طلبار کے لیے نہ تو وہان کسی قسم کی قیود باعث تحریص وتحصیل ہین اور نہ خوف اساتذہ، تعلیم کے لیے نہ تو آجکل کی یونیورسٹیون کی طرح مقرر و محدود نصاب ہے اور نہ مروجہ سالانہ وششماہی امتحانون کی گرما گرمی۔ بلکہ وہان کے اسکول و کالج کی عمارات قدرت کی وہ فضا ہے جسکی سطح زمین کے خاکی فرش سے مزین اور جسکی چھت آسمان کے نیلگون گنبد سے مسقف ہے، اُنکی جماعتون کے کمرے جابجا اُگے ہوئے وہ قدرتی درخت ہین جو اپنے تروتازہ میوون اور سرسبز پتون کے ساتھ غفلت پرست انسان کو اپنے سایۂ آغوش مین ہر وقت درس معرفت دینے کے لیے طیار ہین، اُن کا لیکچر ہال فضا کی وہ وسعت ہے جسکی سطح الوان واقسام کے عجائبات سے آراستہ اور چھت انواع واقسام کے اجرام فلکیہ سے مرصع بجاے خود ایک درس عبرت اور خطبۂ موعظت ہے، سطح ارضی کی یہی رنگ برنگ کی خاک وہان کے اساتذہ وطلبار کا قابل فخر فرش و فرنیچر ہے۔ طلبار کے لیے باعث تحریص وتحصیل، قیود، خوف، نصاب، یا امتحانات کی سندون و ڈگریون کی بجاے اُنکا ذاتی وحقیقی شوق و ذوق اور اُنکے اساتذہ کی سچی محبت وشفقت ہے،

حقیقت یہ ہے کہ جب یورپ وامریکہ کی وہ گرانمایہ وفاضل ہستیان جنھون نے پرورش ہی آرام کرسیون، ریشمی گدون، قالینون اور فاخرہ لباسون مین پائی ہے طوعًا و کرہًا نہین بلکہ بطیب خاطر شوق و ذوق سے سادہ لباسون مین ملبوس، خاک پر درختون کے نیچے جابجا بیٹھی ہوئی درس دیتی ہوئی نظر آتی ہین تو مدرسہ کی اس کامیابی پر تعجب

ہوتا ہے کہ کس طرح سے یہ سپیدی وسیاہی کے امتیاز، اور ملکی و مذہبی عصبیت کے مٹانے
مین کہ جو اہل یورپ کی پیدایشی خصوصیت و سرشت ہے کامیاب ہوگیا ہے،

طریق تعلیم وہی" املا" (یعنی لیکچرس) کا ہے جو قدیم زمانہ مین مسلمانون مین رائج تھا
اور اوقات تعلیم بھی زمانۂ قدیم کی طرح جیسا کہ ہمنے ابھی بتلایا دو حصون مین منقسم ہے اول
ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس تک دوسرا دو بجے کے بعد سے چار تک، اور یہی اس
ملک کے لیے موزون بھی ہے اسلیے کہ ہر ملک و قوم کی ترقی موقوف ہے اُسکے افراد کی علمی
و ذہنی ترقی پر، اور علمی و ذہنی قابلیتون کے نشو و ارتقار کو اپنے پیدایشی ملک کی آب و ہوا
سے بہت گہرا تعلق ہے، پس اگر کسی ملک کے افراد کی تربیت و تعلیم اور اُنکی ذہنی استعداد
کی پرورش اُنکے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے نہین کی گئی تو ظاہر ہے کہ نتیجہ بجاے اسکے
کہ امید افزا اور کامیاب ثابت ہو، ملک مذکور کی ساری دماغی قابلیتون اور ذہنی ترقیون
کے لیے مہلک ہوگا۔ آج منجملہ اُن دیگر مسائل کے کہ جو یورپ کے مدعیان تہذیب و تمدن
کیجانب سے ہندوستان کی دماغی ترقیون اور ذہنی قابلیتون کے حقیقی نشو و ارتقار
مین سدراہ ہوئے ہین ایک مسئلہ" اوقات تعلیم" بھی ہے،

قواعد و ضوابط تطویل کے خوف سے ہم اسکول کے قواعد و ضوابط کو نظر انداز کرتے ہین اور
صرف کالج کے قواعد و ضوابط اور حالات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔ ناظرین کرام
اسکول کا بھی اسی سے انداز کرسکتے ہین کیونکہ اسکول و کالج کے قواعد و ضوابط مین کوئی
بین فرق نہین ہے۔

کالج کا نام" وسوابھارتی" Visvabharati ہے، اسمین ایک خاص
رعایت جو سید مجتبےٰ علی کی زبانی معلوم ہوئی اور قواعد و ضوابط مین درج نہین ہے یہ ہے کہ

اگر کوئی نادار طالب علم ہو اور وہ صحیح ذوق علمی اور طلب صادق رکھتا ہو لیکن مدرسہ کی فیس نہ دے سکتا ہو تو اُسکو بصورت ضمانت بطریق قرض تعلیم دیجاتی ہے یعنی منتظمین کی رائے کے اتفاق سے ضمانت پر اُس سے ایک اقرارنامہ لکھوالیا جاتا ہے کہ وہ بعد فراغت کالج کا روپیہ ادا کر دیگا اور پھر کالج اُسکے اخراجات کا کفیل ہو جاتا ہے۔ قواعد وضوابط حسب ذیل ہین،

۱- وسوا بھارتی صرف اعلےٰ تعلیم کے لیے ہے اور صرف اُن ہی لوگون کی شمولیت کی اُسمین امید کیجاسکتی ہی جو طلب علم کے لیے اپنے کو وقف کرسکین،

۲- وسوا بھارتی مین جو امتحانات وغیرہ ہوتے ہین اُنکو کوئی خاص اہمیت نہین ہے اور نہ اُسمین کسی قسم کی سندین یا ڈگریان دی جاتین،

۳- طلبار کو زیادہ تر اپنی ہی کوششون پر بھروسہ کرنا ہو گا مگر وہ پروفیسرون سے ہمیشہ فوری مدد وہدایت حاصل کرسکتے ہین،

۴- طلبار کو بعض معین کورس کے مطالعہ کی ترغیب دیجاتی ہے لیکن ساتھ ہی اُس کے اُنہین اجازت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ مضامین بھی اپنی استطاعت کے مطابق لے سکتے ہین،

۵- "واسطۂ تعلیم" بنگلہ زبان ہے سوائے یوروپین زبانون کے کہ وہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھائی جاتی ہین- اس قاعدہ سے بعض اوقات اساتذہ اور طلبا کی سہولت و آسایش کی موزونیت کے لیے انحراف بھی کیا جاسکتا ہے، ایک بنگلہ اور انگریزی جاننے والا طالب علم عموماً تمام اسباق اور لیکچرس مین شرکت کے قابل ہے،

۶- ادنیٰ سے ادنیٰ استعداد جو داخلہ کے لیے درکار ہے وہ کسی یونیورسٹی کا میٹریکولیشن

امتحان ہے لیکن یہ قاعدہ اُن اُمیدوارون کے لیے نظر انداز کیا جاسکتا ہے جو اپنی اسقدر استعداد ثابت کرسکتے ہون،

۷- سردست تعلیم پانچ صیغون مین منقسم ہے،

(۱) زبان وادب

(۲) فلسفہ

(۳) تاریخ

(۴) آرٹس (فنون)

(۵) علم موسیقی

۸- صیغہ ادب و زبان مین اسوقت مندرجہ ذیل زبانونکی تعلیم کا انتظام ہے،

(۱) سنسکرت	(۸) میتھیلی Maithili
(۲) پالی	(۹) سنہالی Sinhalese.
(۳) پراکریت Prakrit	(۱۰) فرنچ
(۴) بنگالی	(۱۱) جرمنی
(۵) ہندی	(۱۲) گریک
(۶) گجراتی	(۱۳) لاطینی
(۷) مرہٹی	(۱۴) تبتی

۹- ہرایک کورس (نصاب) چھ سال کا ہے اور دو درجون مین منقسم ہے (۱) عمومی، (۲) خصوصی، جنمین سے ہرایک درجہ کی مدت تین سال کی ہے،

۱۰- جو طلبا ذیل کے مضامین مین تحقیقاتی کام کرنا چاہین اُنکے لیے خاص خاص آسانیان

بہم پہنچائی جاتی ہین،

(۱) سنسکرت		(۴) ہندوستان کی تاریخ قدیم اور ارتقار

(۲) پالی		(۵) فلسفہ بدھ مذہب،

(۳) پراکریت

۱۱- طلبار ایک عمدہ فراہم شدہ کتب خانہ سے مستفید ہو سکتے ہین جو سب کے لیے کھلا ہوا ہے کتب خانہ مین اب انڈالوجی (آثار ہندیہ) کے متعلق فرنچ زبان مین ایک پورا ذخیرہ موجود ہے،

۱۲- داخلہ سال مین صرف ایک مرتبہ جنوری مین ہوگا،

۱۳- دونون طبقہ کے طلبا (یعنی طبقۂ اناث اور طبقۂ ذکور کے) تمام ذاتون، برادریون اور عقیدون سے تعلق رکھنے والے داخل کیے جاتے ہین۔ طالبات کے لیے رہنے کا انتظام علیحدہ ہے۔

۱۴- داخلہ کی فیس عـہ۲ روپیہ اور ماہواری فیس عـہ۲۵ روپیہ ہے جسمین بورڈنگ ٹیوشن وغیرہ کی فیس شامل ہے،

۱۵- طلبار کی ایک قلیل تعداد کے لیے ایک ماہر معلم کے زیر نگرانی عملی زراعتی تعلیم کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے،

۱۶- پروفیسر سلوین لیوی ایک فرنچ عالم نے ذیل کے مضامین پر لیکچر دینا شروع کر دیا ہے،

(۱) قدیم ہندوستان کے تعلقات اپنے قرب وجوار کے ممالک سے۔ ہر ہفتہ کے دن،

(ب) بدھ مذہب کا اثر قدیم دنیا پر۔ ہر یکشنبہ کے دن۔

اسلیے پروفیسر مذکور کے تحت مین جو طلبا تحقیقاتی کام کرنا چاہتے ہون اُن سے

در خواستین فوراً مطلوب ہین

۱۷- ہر قسم کی خط و کتابت بنام پرنسپل وسوا بھارتی - سانتی نیکیتان (بنگال) ہونا چاہیئے،

علما یا اسٹاف کالج کا علما یا اسٹاف مندرجہ ذیل پروفیسرون اور منتظمون سے مرکب ہے،

(۱) مسٹر بدھوشنکر شاستری - ایم اے - یہ کالج کے پرنسپل ہین تزندی زبان کے ماہر ہین اور سنسکرت زبان کے پنڈت ہین،

(۲) ڈاکٹر رابندرو ناتھ ٹیگور بنگالی اور انگریزی زبان کے ادب کی تعلیم دیتے ہین،

(۳) شادر موہاگیش رگر و مہلا بیر، انکی عمر ساٹھ سال کی ہے پالی زبان کے ماہر ہین، انکی پیدایش سیلون کی ہے بادشاہ سیام کے اُستاذ ہین،

(۴) پروفیسر سلوین لیوی Sylvain Levy یہ فرانس کے ایک مستشرق ہین جرمنی کی اسٹراسبرگ یونیورسٹی Strassburg کے پی ایچ ڈی ہین، جرمنی، فرنچ، انگریزی، اطالوی، گریک، لاطینی، چینی، جاپانی، تبتی، اور سنسکرت زبانون کے ماہر ہین - علم تاریخ مین انہین یدطولی ہے، ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ کے لیے گذشتہ سفر یورپ مین فرانس سے اپنے ساتھ لائے ہین - ڈاکٹر ٹیگور سے یہ آجکل بنگلہ زبان پڑھتے تھے،

(۵) مامی لیوی Mame Levy یہ فرنچ زبان کے پروفیسر ہین،

(۶) سی ایف اینڈریوز C. F. Andrews ایم اے - اخباری دنیا انسے بخوبی واقف ہے یہ ڈاکٹر ٹیگور کے شاگرد رشید ہین مدرسہ مین انگریزی کی تعلیم دیتے ہین بنی نوع انسان کی ہمدردی مین عموماً اور ہندوستان کی ہمدردی مین خصوصاً انکے کثرت سے معرکۃ الآرا مضامین اخبارون مین نکل چکے ہین جو غالباً ناظرین کی نظر سے

گذرے ہونگے،

(۷) ڈبلو ڈبلو پرسن (W. W. Pearson) ایم اے (کینٹب) یہ انگریز ہین اور انگریزی کی تعلیم دیتے ہین، ہم نے انہین نہایت سادہ لباس مین ایک درخت کے نیچے خاک پر بیٹھا ہوا طلبار کو پڑہاتے ہوئے دیکھا ہے جو ہمارے لیے ایک نہایت مؤثر منظر تھا،

(۸) ڈاکٹر بے (D. Bay) پی۔ایچ ڈی۔(برلن) انکی پیدایش جرمنی اور روس کی سرحد کی ہے۔برلن یونیورسٹی کے پی۔ایچ ڈی ہین۔مدرسہ مین یہ کیمسٹری کے پروفیسر ہوکر آئے ہین، فرنچ، جرمن، انگریزی۔جیکوسلافی، اور روسی زبانون کے ماہر ہین،

(۹) ڈاکٹر مس کرامش (Dr. Kramish) یہ ایک لیڈی ہین۔کریٹک آرٹ (Critic art) کی ماہر ہین اور مدرسہ مین اسی کی معلمہ ہین،

(۱۰) مسٹر مارس (Mr. Morris) بی۔اے۔یہ بمبئی یونیورسٹی کے بی اے اور پارسی ہین فرنچ اور انگلش جانتے ہین۔مدرسہ مذکور مین معلم ہین،

(۱۱) اے۔لکشمن راؤ (A. Luckshaman Rao) بی۔اے یہ بھی انگریزی کے معلمین مین سے ایک ہین،

(۱۲) فنندرا ناتھ بوس (F. N. Bose) یہ کلکتہ یونیورسٹی کے ایم اے ہین اور مدرسہ مذکور مین تاریخ کے پروفیسر ہین،

(۱۳) بھیم راؤ شاستری (Bhim Rao. S.) یہ ریاست میسور کے ہین اور ہندی علم موسیقی کے معلم ہین،

(۱۴) دیوندر را ناتھ ٹیگور (Dewendra. N. Tagore) یہ ڈاکٹر ٹیگور کے عزیز نین ہین اور مدرسہ مین بنگالی علم موسیقی کے پروفیسر ہین،

(۱۵) نندا لال باسو (N. L. Basoo
(۱۶) اسٹ کمار ہلدر (A. K. Haldar
} یہ دونون صاحبان انڈین آرٹ کے ماہر ہین، تصویر کشی و نقاشی وغیرہ مین اعلے دستگاہ رکھتے ہین اور اسی کے مدرسہ مین پروفیسر ہین،

(۱۷) مسراجی (Misraji) یہ سنسکرت زبان کے پنڈت ہین اور سنسکرت کی تعلیم دیتے ہین،

(۱۸) نرسنگھ جی بیٹھل بھائی، یہ گجراتی زبان کے پروفیسر ہین،

(۱۹) کیتی موہن سین - یہ بنگلہ اور سنسکرت زبان کے معلم ہین،

(۲۰) ڈاکٹر ایمہرسٹ (Dr. Elmherst) بی - ایس سی - یہ امریکہ کے بی - ایس سی ہین اور علم زراعت کے ماہر ہین، مدرسہ مذکور مین طلبا کو زراعت کی عملی تعلیم دیتے ہین،

عمارات

مدرسہ مین علاوہ یورپین اساتذہ کے خاص خاص بنگلون اور بورڈنگ کے مندرجہ ذیل عمارات قابل ذکر ہین،

کتب خانہ | یہ ایک مختصر سی عمارت ہے جسمین دنیا کی مختلف زبانون کے لٹریچر، فلسفہ، اور ہندوستان کی قدیم تاریخ کے متعلق اچھا مواد جمع ہے، لٹریچر مین زیادہ تر انگریزی، سنسکرت اور بنگلہ زبانون کے متعلق کتابین زیادہ ہین - افسوس کہ فارسی و عربی ادب کے متعلق کہ جس سے تعلق رکھنے والے سات کرور انسان ٹیگور کی ہمسائگی مین بستے ہین اور

جنکے متعلق بار بار موجودہ عہد اتفاق و اتحاد کی تقریرون اور تحریرون مین دھرایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کا دوسرا ہاتھ ہین، ایک بھی کتاب نہین۔ جب عاجز نے اسکے متعلق منتظمین سے دریافت کیا تو صرف دو تین فارسی کی تاریخی ایشیاٹک سوسائٹی کی شائع کردہ کتابین اور دو ایک شعرا کے تذکرے جنہین ڈاکٹر براؤن نے شائع کیے ہین سامنے لاکر رکھدیے گئے اور عربی کی ایک بھی کتاب نہ تھی۔ مدرسہ مین جو علمی رسائل انگریزی، فرنچ اور جرمن زبان کے امریکہ اور یورپ سے آتے ہین وہ بھی اسی کتب خانہ کے ریڈنگ روم مین طلبا وغیرہ کے مطالعہ کے لیے موجود رہتے ہین۔ اسی سے ملحق ایک چھوٹا سا کتب خانہ اور ہے جو طلبار کی ایک انجمن سے تعلق رکھتا ہے، اسمین زیادہ تر انگریزی لٹریچر کی کتابین ہین۔ منتظمین کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطنت جرمنی سے تین ہزار کتابین اور فرانس سے ڈہائی ہزار کتابین کہ جو ہر دو حکومتون نے ڈاکٹر ٹیگور کو اُنکے گذشتہ سفر یورپ مین ہدیۂ پیش کی تھین کتب خانہ مین آنے والی ہین،

آرٹ گیلری یہ بھی ایک مختصر سی دو منزلی عمارت ہے جسمین اوپر کی منزل پر ہاتھ کی بنائی ہوئی نہایت اعلےٰ رنگدار تصاویر، مناظر و نقشے وغیرہ موجود ہین۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ہاتھ کی بھی اسمین عمدہ عمدہ تصاویر ہین۔ اس آرٹ گیلری کا مقصد زیادہ تر قدیم ہندوستانی آرٹ کو زندہ کرنا ہے، چنانچہ ریاست گوالیار سے اعلےٰ اعلےٰ نمونے نقاشی کے کہ جو وہان کے غارون مین پتھرون پر کندہ تھے نقل کرکے یہان پر لائے ہین، غرضیکہ ذخیرہ نہایت عمدہ اور بلند پایہ ہے اور اب یورپ کے ارباب فنون کو اپنی جانب کھینچنے لگا ہے۔ اس عمارت کے نیچے کی منزل مین مسٹر اینڈریوز (C. F. Andrews) رہتے ہین،

عبادت گاہ عمارات مین سب سے زیادہ اہم جو ایک اجنبی کے لیے جالب نظر و توجہ

ہوسکتی ہے وہ وہان کی عبادتگاہ "یامندر" ہے جو اپنی طرز مین بالکل جدید ہے - یہ عمارت صرف ایک کمرہ اور ایک برج پر مشتمل ہے جو سطح زمین سے تقریبًا چار فیٹ کی کرسی پر تمام دیگر عمارتون سے بالکل علیحدہ ایک احاطہ کے اندر بنی ہوئی ہے، اس کمرہ اور برج کے اوپر اور ہر چہار طرف رنگ برنگ کے شیشے لگے ہوئے ہین تاکہ روشنی کافی مقدار مین اندر پہنچ سکے، ہر دوشنبہ کو اسمین علی الصباح عبادت ہوتی ہے، تمام طلبا اور اساتذہ لزومًا اس مین شامل ہوتے ہین - عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ علے الصباح گھنٹہ بجا دیا جاتا ہے اور تمام اساتذہ و طلبا اُسکو سنکر سفید چادرین اوڑھے ہوئے اُسمین جمع ہو جاتے ہین - سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد کے گیت بنگلہ زبان مین گائے جاتے ہین اس کے بعد سب خاموشی کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے مراقبہ، تفکر و تصور مین مشغول ہوتے ہین پھر اُسکے بعد ایک اُستاذ اللہ کی تعریف مین اور اُسکے احسان و انعام، اُسکی مخلوقات اور صنائع و بدائع عالم مین غور و فکر کرنے کے متعلق وعظ کہتا ہے اور سب خاموشی کے ساتھ اوسے سُنتے ہین، اسکے بعد جلسہ برخاست ہو جاتا ہے،

اسی عباوت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت ہے - اس درخت کے نیچے ٹیگور کے والد مراقبہ کیا کرتے تھے - اب اسکے نیچے ٹیگور نے ایک خوشنما چبوترہ بنا دیا ہے،

ٹیگور کا مکان ان ہی عمارتون مین ٹیگور کا مکان ہے جو دو منزلہ بنا ہوا ہے - اس مکان کے گرد اقسام و انواع کے درخت و پھلواری لگی ہوئی ہے اسمین ہندوستان کی وہ ہستی رہتی ہے کہ جسنے اپنی شاعرانہ قابلیت سے تمام دنیا کو مسخر کر لیا ہے - افسوس کہ جس زمانہ مین ہم وہان پہونچے اوسوقت ٹیگور کہین باہر گئے ہوئے تھے،

ٹیگور جسوقت یہان موجود رہتے ہین تو وہ بھی طلبار کے ساتھ علی الصباح اُٹھتے ہین،

بلکہ بسا اوقات اُن سے بھی پہلے اور غسل وغیرہ کرکے مراقبہ کرتے ہین کھانا تمام طلباء کی ساتھ کھاتے ہین۔ اُنہین چہل قدمی اور کھیتی کا بہت شوق ہے۔ طلباء اور اساتذہ کو ہفتہ مین ایک مرتبہ اپنے وعظ سے مستفید فرماتے ہین۔ بچون سے بے انتہا انس و محبت رکھتے ہین، چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک چھ برس کا بچہ اُنکے زانون پر بیٹھا ہوا اُنکی داڑھی سے کھیل رہا تھا اُسنے یکایک اُنسے کہا کہ "آپ تو کثرت سے شعر کہتے ہین، مجھے کیون نہین سکھلاتے کہ مین بھی آپ کی طرح کہنے لگون" اسپر ڈاکٹر ٹیگور نے نہایت ہی محبت و تلطف کے ساتھ اُس سے کہا کہ "بیٹا! اس بوجھ کا اُٹھانا بہت مشکل ہے بلکہ بارہا مین نے اسکو محسوس کیا ہے کہ مین خود بھی اُس کا مستحق نہین ہون پس مین نہین چاہتا کہ یہ بار تجھ پر ڈالون خصوصًا جبکہ تو بہت کمسن ہے" اسپر اُس بچہ نے نہایت حاضر جوابی سے جواب دیا کہ "تب مین خود تنہا شعر کہنے کی کوشش کرونگا" اور اُس کے بعد سے وہ شعر کہنے لگا جو وقتًا فوقتًا شانتی نیکیتان کے بنگلہ رسالہ[1] مین نکلتے رہے ہین،

ٹیگور کو مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے کتابون، علمی رسالون وغیرہ کا مطالعہ کثرت سے کرتے رہتے ہین، اور ہر مہینہ مین علم ادب، فلسفہ، اقتصادیات، سیاسیات، اجتماعیات اور تاریخ کی بہترین و مفید کتابین خریدتے ہین اور اُنکا مطالعہ کرنے کے بعد شانتی نیکیتان کے کتب خانہ مین دیدیتے ہین جہان اساتذہ اور طلبا اُنکا مطالعہ کرتے ہین،

---

[1] پہلے مدرسہ مذکور سے "شانتی نیکیتان" نامی ایک ماہوار رسالہ بھی بنگلہ زبان مین نکلتا تھا جس مین ڈاکٹر ٹیگور، دیگر اساتذہ اور طلباء کے علمی ادبی مضامین نکلتے رہتے تھے مگر اب بعض مالی مشکلات کیوجہ سے سردست بند ہوگیا ہے،

خاتمہ

یہ تو مدرسۂ "شانتی نیکیتان" کے وہ حالات تھے جنھین ہم نے وہان پر پہونچکر دیکھا اور سنا اب ہم آیندہ اسکے نتائج پر تاریخی اور مذہبی پہلو سے نظر ڈالینگے، مدرسہ مذکور مین اسوقت علاوہ اسکول کے طلبار کے تقریبًا سو سوا سو طلبا ہین جن مین دنیا کے بعض دور دراز گوشون کے طلبار بھی شامل ہین، زیادہ و غالب عنصر بنگالی طلبا کا ہے۔ صوبۂ بنگال مین مسلمانون کی آبادی باوجود زیادہ ہونے کے صرف دو طالب علم یہان مسلمان ہین۔ ایک اسکول مین ہے اور ایک سید مجتبےٰ علی کالج مین،

مترجمات

کتبخانۂ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

مسٹر بٹلر ایک انگریز مصنف نے "عرب فتح مصر" (The Arab Conquest Egypt) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اسمین کتبخانۂ اسکندریہ کے جلانے کی نسبت مسلمانون کی طرف جو کیجاتی ہے اسکی نہایت سختی سے تردید کی ہے، آج سے دس بارہ برس پہلے الندوہ کے صفحات مین ایڈیٹر معارف کے قلم سے مسٹر بٹلر کے دلائل کی تلخیص شایع ہوئی تھی جسمین ابن ندیم کی کتاب الفہرست کو مسٹر بٹلر کی تائید مین پیش کیا گیا تھا لیکن ابتک مسٹر بٹلر کے خیالات کا بعینہ ترجمہ اردو مین شایع نہین ہوا تھا، خیال مین تھا کہ کسی فرصت کے موقع پر اُسکو اُردو کا جامہ پہنایا جائے، ہم صدیقی صاحب کے ممنون ہین کہ انھون نے اس ضروری کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیدیا، اسی کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کو بھی مبارکباد دینا چاہتے ہین جو اپنے فرزندون مین علم کی خدمتگذاری کا یہ شوق و ذوق پیدا کر رہی ہے، غالبًا یہ جامعہ کی علمی خدمت کی پہلی قسط ہے جو معارف کے ذریعہ سے جمہور کی خدمت مین پہنچ رہی ہے، (معارف)

مدت سے یہ سوال متنازع فیہ ہے اور جسپر بڑی شد و مد سے بحثین ہوئی ہین کہ آیا عربون نے اسکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد کتب خانہ کو جلایا یا نہین، لیکن اسقدر بحث مباحثہ کے بعد بھی یہ

بحث اسی طرح تشنہ ہے، اور علما مین اسکے متعلق اب بھی وہی اختلاف آرا ہے، جو پہلے تھا،
چونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس شہر کی فتح کے متعلق بحث کرین، اسلئے اس بحث پر بھی غور کرنا ضروری ہے
کتب خانۂ اسکندریہ کے متعلق جو حکایت مشہور ہے اور جو ابو الفرج سے منسوب کیجاتی ہے
وہ حسب ذیل ہے:۔

کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ مین ایک شخص تھا جس نے مسلمانون مین بڑی شہرت پائی تھی اور
جسکا نام جان دی گرامیرین (یحیی النحوی) تھا، یہ اسکندریہ کا باشندہ تھا، اور پہلے بظاہر قبطیون کا
مذہبی مقتدا تھا مگر بعد مین بابل (مصر) کے پادریون کی ایک مجلس نے اسپر کفر کا فتوی لگایا اور
اسکے عہدہ سے اُسے معزول کردیا، یہ شخص اس زمانہ تک زندہ رہا جبکہ عمرو بن نے اسکندریہ فتح
کرلیا، اور حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر سے ملا، چونکہ عمروؓ خود نہایت عجیب دل و دماغ کے آدمی تھے،
جان کی ذہانت اور معلومات کے معترف ہو گئے، عمروؓ کی ان مراعات سے جرات پاکر ایک
روز جان نے عرض کیا کہ تم نے تمام شہر کی چھان بین کرلی اور ہر قیمتی چیز پر اپنی مہر لگادی، مین
کوئی چیز ایسی تم سے طلب نہین کرتا جو تمہارے لئے مفید ہو، مگر جو چیزین تمہارے لئے بیکار

ل (Ed Pococke) صفحہ ۱۱۴ Yesct صفحہ (۱۸۰) رناڈٹ (Renadot) کا خیال ہے کہ
یہ حکایت بالکل بے بنیاد ہے، گبن نے اسپر اختصاراً بحث کی اور ماننے سے انکار کردیا، پوکوک صرف ابو الفرج کے
عربی اقتباس کا ترجمہ کرتا ہے، رسالہ نائینٹینتھ سنچری Nineteenth Century کے اکتوبر ۱۸۹۴ء
کے نمبر مین ایک مضمون ہے جسمین ویسوڈیوا (Yesudeva) نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے،
صفحہ ۵۶۰ پر وہ کہتا ہے کہ وہ حکایت اصلی شامی زبان مین نہین ہے بلکہ بعد کی گھڑت ہے تاہم اقتباس
تو ابو الفرج ہی کا لکھا ہوا ہے، گھڑت نہین ہے، اس مضمون کی بنیاد تحقیقات پر مبنی نہین ہے بلکہ ایک
رائے ہے، اسلئے کوئی قابل وقعت نہین ہے،

ہین وہ ممکن ہے کہ میرے لئے کار آمد ثابت ہون"، عمرؓو نے جواب دیا کہ کس چیز کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے"؟ جان نے کہا "وہ علمی کتابین جو شاہی خزانہ مین محفوظ ہین"، اسکا عمرؓو نے یہ جواب دیا کہ "یہ ایسی بات ہے جسکے متعلق مین بغیر خلیفہ کے حکم کے کچھ نہین کہہ سکتا"۔ حضرت عمرؓو بن العاص نے ایک خط خلیفہ کی خدمت مین روانہ کیا اور اسکے متعلق حکم طلب کیا جسکا جواب یہ آیا کہ جن کتابون کے متعلق تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہین تو پھر اُنکی کوئی ضرورت نہین ہے اور اگر مخالف ہین تو لغو ہین، اسلئے انکو تباہ کردو، اس فرمان کے وصول ہونے کے بعد عمرؓو نے ان کتابون کو اسکندریہ کے حمامون مین تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ پانی گرم کرنے کے لئے بطور ایندھن کام مین لائی جائین چھ مہینون مین یہ کتابین ختم ہوئین"، قصہ کے اخیر مین مصنف صاحب فرماتے ہین کہ ناظرین اُسکو پڑھکر حیرت کرینگے۔

یہی حکایت ہے جو عربی زبان مین ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے، ابو الفرج نے اپنی کتاب تیرہوین صدی کے نصف ثانی مین لکھی ہے مگر اس حکایت کے متعلق یہ نہین بتلایا کہ اسکا ماخذ کیا ہے، لیکن چودہوین صدی کے شروع مین ابو الفدا اور آخر مین مقریزی[1] نے اس حکایت کو اپنے یہان نقل کیا ہے، یہ سچ ہے کہ عبد اللطیف نے جو بارہوین صدی مین گذرا ہے، ضمناً کتبخانہ کی آتش زدگی کے متعلق تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمل مین آئی، مگر اسکی کوئی تفصیل نہین کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس قصہ کو مسلمہ سمجھ لیا تھا، عبد اللطیف کے اس

[1] عبد اللطیف کے مانند یہ مصنف بھی تلمیح کے طور پر اس حکایت کو پیش کرتا ہے، اسکا خیال ہے کہ وہ بات مسلمہ ہے، سیراپیم کا ذکر کرتے ہوے وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ ان ستونون پر ارسطو کے پورچ (porch) کی عمارت تھی وہ یہان فلسفہ پڑھایا کرتا تھا، یہ ایک درسگاہ تھی اسمین کتب خانہ تھا، اسکو خلیفہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمروؓ بن العاص نے جلادیا (قطعات جلد ۱، صفحہ ۱۵۹)

اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے زمانہ مین یہ روایت شہور تھی مگر اسکندریہ کی فتح کے ساڑھے پانسو سال کے بعد تک اس حکایت کا کوئی تحریری وثیقہ نہین پایا جاتا اور اسکے علاوہ جان آف نیکیو (John of Nikiou) سے ابو صالح تک جتنے مصنف گذرے ہین اُنکی خاموشی اس قصہ کے راز کو فاش کئے دیتی ہے،

اسمین کوئی شک نہین کہ یہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قصہ بطور روایات کے کئی سو سال تک سینہ بسینہ رہا ہوگا، اور یہ بات اسکی اچھی طرح تائید کرتی ہے کہ آج کے دن تک یہ روایت قبطیون مین جاری ہے صرف اسقدر اختلاف ہے کہ وہ چھ مہینہ کے بجائے جلنے کے "ستر" دن بتاتے ہین، تاہم یہ کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہین ہے کہ یہ روایت ابو الفرج سے پرانی ہے، یا یون کہا جائے کہ اگرچہ یہ حکایت عوام مین مشہور تھی لیکن یہ ممکن ہے کہ اسے زمانۂ وسطیٰ کے مصنفین نے اخذ کیا ہو، اسکو نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے اور نہ اس سے انکار ہی کر سکتا ہے مگر اسمین اسقدر اعتراضات پیدا ہوتے ہین کہ وہ بالکل خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے،

ہمکو چاہیئے کہ اس قصہ کو اصلی صورت مین رکھکر اسپر غور کرین، اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ یہ قصہ دلچسپ ہے، اور حضرت خلیفہ عمرؓ کے جواب مین ٹھیک مشرقی رنگ پایا جاتا ہے، یہی جواب حقیقت مین اس قصہ کا زبردست ترین نکتہ ہے، مگر بد قسمتی سے یہی جواب حضرت عمرؓ کا ایران کی کتابون کی تباہی[1] کے ساتھ بھی وابستہ کیا جاتا ہے، جسطرح مسلمان مورخین نے دوسرے

---

[1] پروفیسر بیورے کا مولفہ گبن کا ادیشن دیکھو جلد ۵ صفحہ ۴۵۴ جسمین حاجی خلیفہ ابن خلدون کو بطور مسند کے پیش کرتا ہے، مین یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ بت پرست ایرانیون کی کتابون کے ساتھ مسلمانون کے جذبات وہ نہین ہو سکتے جو عیسائیون کی کتابون کے ساتھ تھے کم سے کم ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کو یہ بات گوارا نہین تھی کہ خدا کے تحریری نام کو ملیامیٹ کرین،

قصون کو جو کسی اور سے متعلق تھے، محاصرہ اسکندریہ پر چسپان کیا ہے، جیسے عمرو کا قید ہونا اور وہان پر انکی شخصیت کا اظہار، اور بروقت جرأت کی وجہ سے موت سے بچ رہنا بیان کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح یہ حکایت بھی کتبخانۂ اسکندریہ کے متعلق اختیار کیگئی ہو، یہ ہوسکتا ہو کہ کوئی غیر متعلق بنیاد ہو جسپر یہ قصہ گھڑ لیا گیا ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ کا شوخ اور بدنما جواب اسکی دلیل ہوسکتا ہے، لیکن اس قصہ مین دو اور ایسے اجزا ہین جو تنقید کے سامنے کافور ہو جاتے ہین، اگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم کرلین کہ کتبخانہ کی تباہی جسطرح بیان کیجاتی ہے درست ہے تو ہمکو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابون کو اسی اونچے مقام مین رکھکر تماشہ خیز آگ پیدا کرنے کے بجاے وہ ٹوکرون مین رکھکر شہر مین بڑی مشقت سے بھیجی گیئن، اور پھر اس جانفشانی سے بیشمار حمامون مین تقسیم کی گیئن، اور چھ مہینہ تک وہ بجاے ایندھن کے کام مین آئین، یہ تمام لغویات کا ایک سلسلہ ہے اگر واقعی کتابون کو جلا دینا منظور ہوتا تو اسی جگہ جلا دیجاتین۔

اگر عمروؓ نے اپنے دوست فلاجونس کو دینے سے انکار کردیا تو اسکی کیا وجہ تھی کہ اس نے انہین جلانے کی خاطر شہر کے حمامون کے منتظمین کے حوالہ کردیا، اگر یہ بھی تسلیم کرلین کہ وہ حمامون مین تقسیم کی گیئن تو اس چھ مہینہ کے عرصہ مین جو ان کتابون کے جلنے کی مدت بیان کی جاتی ہے، یحان فلاپونس یا کوئی اور شخص معمولی دام دیکر بہت سی کتابین بچا سکتا تھا، اسکے علاوہ ایک اور قابل اعتراض یہ ہے کہ ساتوین صدی مین مصر مین معتد بہ کتابین بھیڑ کے چمڑے[1] پر لکھی جاتی تہین

---

[1] ڈاکٹر گرینفیل اور ڈاکٹر ہنٹ اس مشہور راے کے خلاف یہ کہتے ہین کہ گو قبطی لوگ بھیڑ کا چمڑا استعمال کرتے تھے، مگر جس زمانہ تک مصر مین یونانی زبان مین تحریر ہوتی تھی کتاب کی شکلون مین کاغذ کا استعمال ہوتا تھا دیکھو (Oxyrhynchus papyri) جلد۶ صفحہ ۲۰۲-۳ ابتک سیر ایم کتبخانہ مین بہت سی قدیم کتابین بھیڑ کے چمڑے پر ہونگی۔

بہلا یہ کسطرح ممکن ہے کہ بھیڑ کا چمڑا ایندھن کی طرح جل سکے، ایک خلیفہ توکیا تمام خلیفون کے اکہٹے احکام بھی اسکو اسطرح نہین جلا سکتے، اسلئے سوال یہ ہے کہ ان قلمی کتابون کا آخر کیا حشر ہوا؟ اور ان چمڑے پر لکھی ہوئی کتابون کو منہا کرنے کے بعد کسطرح ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہین کہ باقی کتابین اسکندریہ کے ۴۰۰۰[۱] حمامون کو ۱۸۰ دن کے لئے گرم رکھہ سکتی ہین، اسلئے یہ قصہ مضحکہ خیز ہے مصنف کے قول کے مطابق بیشک ناظرین اسکو پڑہین گے اور حیرت کرینگے۔

لیکن یہ اعتراض ہونا ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بے بنیاد ہونے مین ان جزئیات پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور یہ کہ تفصیلات کو بیکار ثابت کرنے کے بعد بھی آتش زدگی کے اصلی واقعہ کو کالعدم نہین کیا جا سکتا، اسلئے صرف اندرونی تنقید پر اکتفا کرنا فضول ہے اور ہمکو چاہیئے کہ آگے بڑھکر بیرونی دلائل کی ٹوہ لگائین کہ کہانتک وہ اس واقعہ کی تائید یا مخالفت کرتے ہین، اس حکایت مین دو باتین نہایت اہم ہین یعنی اسکندریہ کی فتح کے وقت کتبخانہ اور جان فلاپونس (یحیٰی نحوی) موجود تھے یا نہین، جان (یحیٰی) کے متعلق تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ وہ ۶۴۲ء مین زندہ نہین تہا، اس امر کی تصدیق کے لئے تمام ثبوت کا یہان بیان کرنا ضروری معلوم نہین ہوتا، جان کی تصانیف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یا تو اس نے جسٹینین کی تخت نشینی یعنی ۵۲۷ء سے پہلے یا اگر نہین تو ۵۴۰ء مین اپنی کتابین لکھی ہین[۲]، اور اگرچہ یہ

---

[۱] مین نے پہلی ہی صفحہ ۱۴۳ پر بتلایا ہے کہ یہ تعداد جسکو مسلمان مورخین نے لکھا ہے مبالغہ آمیز ہے تعداد بہت کم ہوگی، ابوالفرج کا بیان ہے کہ معمولی علم حساب کی آزمائش کے مقابلہ مین بھی نہین ٹہر سکتا،

[۲] اس سلسلہ مین مین نے پہلے ناک کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن واقعات Dict Christ Biog مین وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، اس سے اس بات کا ثبوت گو قطعی نہین مگر ایک حد تک ملتا ہے کہ جان چھٹی صدی مین تہا اگرچہ اسکے خلاف بہت مواد ہے چنانچہ فرلینس کا (بقیہ برصفحہ آیندہ)

ممکن ہے کہ وہ ساتوین صدی کے اوائل تک زندہ رہا ہو، لیکن اگر وہ ۶۴۲ھ مین زندہ تہا، تو اسوقت اسکی عمر ۱۲۰ سال سے کم نہین ہو سکتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمروؓ کے اسکندریہ داخل ہونے کے ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے ہی جان کا انتقال ہوگیا تہا،

خود کتبخانہ اسوقت موجود تہا یا نہین، ایک ایسا سوال ہے جو بجائے خود بہت دلچسپ ہے اور اسکا حل کرنا اشکال سے خالی نہین جیساکہ اچھی طرح محقق ہے، مشہور ترین اور قدیم ترین کتبخانہ شہر اسکندریہ کے حصہ بروکئان مین واقع تہا اگر بطلیموس سوٹر ہی وہ شخص ہے جسکے دل مین دنیا کی ادبیات کے وسیع مجموعہ کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے واقعی کسی کتبخانہ کی بنیاد رکہی ہے تو اسکی باقاعدہ تکمیل اور تنظیم اسکے جانشین فلادلفس کے ہاتہہ سے ہوئی جس

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اقتباس گبن نے نقل کیا ہے، جو ۶۱۸ء کا ہے اور اسکے علاوہ وہ بیان نائیس فورس (Nicephorus) کی طرف منسوب ہے، جس سے وہ جان جارج آف پیسڈا (Pisida) کا معاصر بتایا جاتا ہے جو ہراقل کے زمانہ مین تہا، یہ نیس فورس صاحب کیا لسٹس Callistus ہین جنکی تصنیف چودہوین صدی کی ہے اور یہ کوئی مستند شخص نہین ہین، مگر مین کہونگا کہ اسکا غلط اقتباس دیا جاتا ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظریہ کے خلاف کہ جان فلاپونس ۶۴۲ء مین زندہ تہا وہ اپنی شہادت پیش کرتا ہے کیونکہ جان کو ڈیاکورس گبس اور انطاکیہ کے سیورس سے ملاقات تھی، جس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے اسکی سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جان جارج آف پیسڈا کا معاصر نہین تہا، جب مین نے پڑہا تو معلوم ہوا کہ لیٹس سونکس کا معاصر ہے اور یہ شخص ساتوین صدی کی ابتدا مین مرگیا، اسکندریہ کے اسقفون کی اس نے جو فہرست دی ہے، وہ یوحیس ۶۱۷ء پر ختم ہوتی ہے، لیٹس سونکس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے اپنی تصنیف لکھی ہے اسوقت جان مرچکا تہا۔

مکان ہین یہ کتابین تہین وہان عالیشان عمارات کے مجموعہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے، جسکو موزیم یعنی نمائش گاہ[۱] کہتے تھے، اسٹریبو کا بیان ہے کہ نمائش گاہ شاہی محل سے متصل تھی اور یہ اسقدر وسیع تھی کہ تمام شہر کے رقبہ کا ایک چوتہائی حصہ اسمین آگیا تہا، اسمین ایک مرکزی ہال اور اسکے گرد ایک غلام گردش اور کمرے تھے، یہان طبی مدرسہ اور علم الابدان، جراحی، ریاضیات، علم ہیئت، قانون اور فلسفہ وغیرہ کے مدارس کی عمارتون ہین بھی راستہ جاتا تہا، اسکے ساتھ ایک باغ بھی ملحق تہا، جسمین نباتی تجربات کے لئے ایک باغیچہ اور ایک رصدگاہ[۲] بھی اور وہ تمام چیزین بھی تہین جو ایک یونیورسٹی کے لئے ضروری ہین، نمائش گاہ کی ساخت کی نوعیت اور کتبخانہ کا ٹہیک محل وقوع بتانا مشکل ہے، سچ تو یہ ہے کہ ابتک نمائش گاہ کے موقع و محل کے متعلق بھی کوئی اتفاق آرا نہین ہے، اسٹریبو کتبخانہ کے متعلق بالکل خاموش ہے، حالانکہ اسکی شہادت اس امر کے متعلق کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ۴۸ ق م مین اسٹریبو کے آنے سے چند سال پہلے یہ کتب خانہ آگ کے نذر ہوگیا بیش بہا ثابت ہوئی، اسوقت مصریون نے اکلاس کے زیر کمان حصہ بروکتان ہین قیصر کو محصور کردیا تہا اگر اس نے جہاز پر چڑھکر چلتے ہوئے بندرگاہ کو آگ لگادی کہا جاتا ہے کہ اس آگ نے پہیل کر کتبخانہ کو برباد کردیا تہا، اگر فی الواقع قیصر نے یہ حالات قلم بند[۳]

---

[۱] پروفیسر مہافی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے گو اسکا قصہ کچھ ہی کیون نہو،

[۲] W. Neuruson Bey نورسین بے کا دلچسپ رسالہ موسومہ La Bibliotheque des Ptolemies دیکھو جو خاص بات اس کتاب کے متعلق ہے وہ صفحہ ۸ پر ہے، انکے علاوہ اور بھی ایسے مقامات ہین جن سے مجھے بہت فائدہ پہنچا،

[۳] اگر عام مبصرین کے خیال کے مطابق قیصر نے کتاب (De Bello Alexandrino) حالات جنگ اسکندریہ پر لکھی ہے تو یہ بات سمجھہ مین آسکتی ہے کہ کیون قیصر نے اس واقعہ کے متعلق خاموشی اختیار کی،

کئے ہین تو ضروری تہا کہ اسمین اس واقعہ کے متعلق بہی اشارہ کرتا، مگر اس مین کوئی اشارہ نہین پایا جاتا، برخلاف اسکے اسکندریہ کی کیفیت بیان کرتا ہو کہ یہ شہر آگ سے بالکل محفوظ ہے کیونکہ یہان کے معمار لکڑی کا استعمال نہین کرتے بلکہ عمارتون کو گنبد نما تہ خانون پر قائم کرتے ہین، اور پتھر یا کنکریٹ[1] سے بناتے ہین، اگر مصنف کا یہ منشا ہو کہ کتب خانہ کی آتش زدگی کا واقعہ جو جناب ہی کا کارنامہ ہے اور جناب ہی کا چشم دید ہے پردۂ اخفا مین رہے تو شہر کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فریب دہ اور غلط ہے قیصر کو الزام سے متہم اور بری کرنا دونون مشکل ہے پلوٹارک کو اس واقعہ کے متعلق کوئی شبہ نہین معلوم ہوتا وہ کہتا ہے کہ "جب قیصر کا بیڑا دشمن کے پنجہ مین گرفتار ہونے کو تہا تو اس نے مجبوراً اسکو آگ لگا دی تاکہ اس خطرہ سے جانبر ہو سکے، یہ آگ بندرگاہ سے آگے پہیلی اور کتب خانہ کو جلا کر خاک کر دیا[2]" سنیکا کو اس واقعہ کا یقین کامل ہے "وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ مین چار لاکھ کتابین

---

[1] (De Bello Civile) جب مصریون نے بحری شکست کہائی تو بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد انہون نے پرانے جہازون کی مرمت کی اور ان جہازون سے دریائے نیل کو محفوظ کیا، ان جہازون کے چلانے کے لئے چھتون کی ضرورت تہی، اس غرض کے لئے مصریون نے لوگون کے مکانات کی چھتین نکال لین اس بیان کی دورنگی غور طلب ہے، جان آف نیکو کہتا ہے کہ ڈماکلن نے شہر کو جلایا کتاب (Hyvernat Actes des martyrs) سے ظاہر ہے کہ قسطنطین نے انطاکیہ کے شہید مارکس کے بہائی کو ایک فوج کے ساتھ اسکندریہ بہیجا، اسنے اسکندریہ کے تمام مندرون کو جلا یا برباد کیا اور انپر قبضہ کر لیا، ان تمام مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر کا بیان غلط ہے یا مبالغہ آمیز ہے۔

[2] پلوٹارک سیزر (۴۹) (Plutarch Caesar)

جل گئین" ڈیوکیاشسس کے الفاظ تو بہت تعجب خیز ہین کہتا ہے کہ آتش زدگی بہت دور تک پہیل گئی بندر اور اسکے آس پاس کے مقامات کے علاوہ اناج کے گودام اور کتابونکے گودام (ذخائر) تباہ ہوگئے" کہتے ہین کہ یہ کتابین تعداد مین بہت زیادہ اور معلومات کی حیثیت سے بہت گرانقدر تہین لیکن جو روایت کہ چوتھی صدی مین زبان زد تہی اسکے متعلق کوئی شبہ نہین ہوسکتا، امیانس مرسیلنس کا بیان ہے" وہ کہتا ہو کہ اسکندریہ کا بیش بہا

۵۱ پروفیسر مہافی سینکا کا بیان نقل کرتے ہین جو اس نے لیوی کے خلاف طنزاً لکہا ہے پروفیسر موصوف اسکی رائے کے ماننے پر مائل معلوم ہوتے ہین کہ یہ کتابین بجائے اسکے کہ ترقی معلومات مین مدد دین کمرونکی زیب و زینت سمجھی جاتی ہین اور اسلئے انکی قدر کیجاتی تہی، کتاب (Empire of Ptolomees صفحہ ۹۹)

۵۲ گودام کا لفظ اناج وغلہ کے ساتھ تو سمجھ مین آسکتا ہے مگر کتابونکے ساتھ تو بے معنی ہوگا، تاہم یہ بات کسی کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ گران بہا کتابونکا ایک وسیع مجموعہ برآمد کے لئے کرٹھے مین رکہا گیا ہو، یا بندرگاہ کے معمولی تجارتی مال مین کتابونکا کوٹھا بھی شریک ہو، یونانی مین گو فرق نہین ہو مگر انگریزی مین کتابونکی کوٹھی اور کتبخانہ مین بہت فرق ہو۔

۵۳ آلنس جلینس بھی کتابونکی وہی تعداد دیتا ہو لیکن تخمینونمین بہت اختلاف پڑجاتا ہو، ابی فانیس جسکی تصنیف بھی چوتھی صدی کی ہو (۵۴۸۰۰) کی تعداد بتلاتا ہو دیکہو (Alexandrinische Museum) واقعہ یہ ہے کہ وہان ایک کتب خانہ نہین تہا بلکہ متعدد کتب خانہ تھے، امیانس ان گنت کتابین کہتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخمینون مین کوئی یکسانی نہین ہے"

سیوس ہی ال۔ زمانہ کیل ماکس مین بیرونی کتب خانہ مین (۴۲۸۰۰) کتابین بتاتا ہے جو غلطی سے سیرا پیم کتب خانہ سمجھا ہوگا۔

برخلاف اسکے شاہی کتبخانہ مین ۴ لاکھ کتابین بتاتا ہو، اس کے علاوہ (۹۰۰۰۰) سادی جلدین بتاتا ہے، سیوس ہی ال کا عام انتظامات کے متعلق جو بیان ہے وہ دلچسپ ہو صفحہ (۳۳۶)

کتب خانہ جسکے متعلق قدیم مورخین کا اتفاق ہے کہ اس مین سات لاکھ کتابین تہین اور جو بطلیموسی خاندان کی مسلسل کوششون سے جمع ہوئی تھین جنگ اسکندریہ مین اسوقت آگ کے نذر ہوگیا جسوقت قیصر نے شہر کو تباہ کردیا،" اروسیس کو اس بیان مین سرمو اختلاف نہین ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "جنگ کے دوران مین جو شاہی بیڑا کنارہ پر چڑھ آیا تھا اسکو آگ لگانے کا حکم دیا گیا، اس آگ نے شہر کے ایک حصہ کو گھیر لیا اور چار لاکھ کتابین جلادین جو بدقسمتی سے ایسے مکان مین جمع تہین جو اس آگ کے قریب تھا، ہمارے اسلاف جنہون نے علم وفضل کی تصانیف کا شاندار ذخیرہ[1] جمع کیا تہا، انکے علمی جد وجہد کا عظیم الشان کارنامہ اس بری طرح مٹی مین مل گیا،" بہ حیثیت مجموعی یہ مناسب اور موجہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بات پر یقین کرلین کہ کتب خانہ قیصر کی آتش زدگی مین فنا ہوا اور اسکے علاوہ کوئی اور صورت نہین ہے، لیکن قیصر کی اس مہم کے سات یا آٹھ سال کے بعد مارک انٹنی نے شاہ گمس کا کتب خانہ اسکندریہ[2]

---

[1] (31-15 VI حاشیہ) ایسا معلوم ہوتا ہو اروسیس کی تحریر لیوی یا سینیکا کے اقتباس پر مبنی ہے، کیونکہ اسکے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بھی وہی عجیب نظریہ تسلیم کیا گیا ہے، جسکو دوسرے مبصرین تسلیم کرتے ہین کہ کتابین ساحل کے قریب ایک کوٹھے مین تہین، اس انتظام کا ناممکن ہونا خود اس نظریہ کو توڑنے کیلئے کافی ہو، اسکے الفاظ سے یہ بھی پتہ نہین چلتا کہ آیا اسطرح کوئی عارضی انتظام کیا گیا تہا، ساتھ ہی یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اروسیس اور کیشیس دونون ایک ہی خیال کی پیروی کرتے ہین۔

[2] پلوٹارک اپنی انیٹنی کی سوانح عمری مین لکھتا ہو کہ انیٹنی نے کلوپٹرا کو پرگمس کے کتب خانے دیدئے جنمین ۲ لاکھ کتابین تہین۔

مین بھیجدیا، اب بھی یہ سوال مورخین کیلئے غور طلب ہو کہ آیا وہ نمائش گاہ ہنوز اس قابل تھی کہ یہ مجموعہ اسمین سما سکے، یا ان کتابونکے لیے ایک علیحدہ بنیاد قائم کی گئی جسکا نام سیرابیم کتب[1] خانہ ہوا، میرے خیال مین یہ دونون پہلو بے بنیاد ہین ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ کلوپٹرا نے جولیس سیزر کے اعزاز مین اسکندریہ کے بڑے مندر کی بنیاد رکھی تھی، اور اگسٹس نے اسکو اختتام کو پہنچایا تہا، اور یہان کے کتب خانے اس عمارت کے عظیم الشان اسباب آرائش مین شمار ہوتے تھے، اسلیئے یہ فرض کرنا قرین قیاس ہے کہ جب کتب خانۂ نمائش گاہ تباہ ہوگیا تو پرگیمس کی کتابون کا ایک حصہ اس مندر مین رکھا گیا اور باقی کتابین سیرابیم بھیجی گئین، اسکے قطع نظر دو باتین بہرحال پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہین، ایک تو یہ کہ نمائش گاہ کی چند عمارتین کیرکلا کے عہد تک استعمال مین تہین، یہ کیرکلا وہ ہے جس نے شہر کو خون سے رنگ دیا تھیٹرون کو بند کر دیا اور ۲۱۶ء مین نمائش گاہ کے ایوان کو مسدود کر دیا، دوسرے یہ کہ انہین دنون مین سنہ عیسوی کے شروع مین ہی چونکہ نمائش گاہ کا کتب خانہ فنا ہو گیا تہا اس لئے سیرابیم کی شہر پناہ پر دوسرے بڑے کتب خانون کی بنیاد رکھی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ اوریلین نے نمائش گاہ کی عمارتین ۲۷۳ء[2] مین زمین کے برابر کر دی[3] تہین، یہ

---

[1] سیوس می ل کا خیال ہے کہ پرگیمس کی کتابون کا مجموعہ غالباً انتین یولیاس کے مندر مین رکھا گیا، مگر یہ نہین معلوم کہ یہ مندر کہان ہے۔

[2] دیکھو سیپرا صفحہ (۲۷۳) (Supra) مصنفہ فلو جو دیاس (Philo Judaeus)

[3] اسی بیس برکتان کی بربادی کلاڈین کیطرف منسوب کرتا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو کتاب (Hermeches Euchus) کی جلد دوم صفحہ (۴۱۵) دیکھو۔

اسوقت ہوا جبکہ اُسنے اسکندریہ کے باشندونکو اس جرم مین کہ وہ فرس کی بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے سزا دینے کی غرض سے حصۂ برکتان کو برباد کردیا، نمائش گاہ کے اراکین یاتو سمندر کے پار بھاگ گئے یا انھون نے سیرابیم مین پناہ لی، سیرابیم کے کتب خانہ کو چھوٹا کتب خانہ کہتے تھے، مگر یہ ناممکن ہے کہ ہم ایسی ٹھیک تاریخ بتا سکین جسمین بڑے کتب خانہ کا خاتمہ ہوا[۱]، یا چھوٹے کتب خانہ کی ابتدا ہوئی، اگرچہ یہ معلوم ہے کہ موخر الذکر کتب خانہ کی بنیاد بطلیموس فلاڈلفس نے رکھی ہی، اس سوال سے ہمکو کوئی تعلق بھی نہین ہے ہمکو یہ معلوم ہے کہ قدیم کتب خانہ چوتھی صدی مین فنا ہوگیا اور اسکے بعد یہ چھوٹا کتب خانہ قائم ہوا، یہان سیرابیم مین پھر علوم قدیم کی روایات محفوظ کی گئین، ایک یونیورسٹی مع بیشمار کتابونکے قائم کی گئی جسطرح نمائش گاہ مین ابتدا ہی سے اسکندریہ کی درس وتدریس کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ رہا تھا اُسیطرح سیرابیم مین جاری رہا[۲]، بہ الفاظ دیگر فلسفہ اور حکمیات کی تعلیم وتعلم کے مشاغل جنکی وجہ سے اسکندریہ دنیا کی ذہنی تربیت کا مرکز تہا اب بھی جاری تھے صرف اسقدر تغیر ہوا تہا کہ ان علوم کا مرکز نمائش گاہ سے سیرابیم منتقل ہوگیا تہا۔ (باقی)

---

[۱] کلاڈیم ایک قسم کا تاریخ کا اسکول تہا اسکو کلاڈیس نے قائم کیا تہا نمائش گاہ سے متصل تہا مگر یہ کچھ کامیاب نہین رہا، ڈاکٹر بوئی چھوٹے کتب خانہ کی بنیاد ٹراجی ہیڈرین سے بتاتے ہین، پروفیسر مہانی کی امپیر آف ٹولیمس دیکھو صفحہ (۱۶۷)

[۲] اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مورخین سیرابیم کی عمارت کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ سمجھتے ہین مٹر کا خیال غلط ہے کہ یہ وابستگی پہلے پہل بنجامن آف ٹوڈیلو مین مندرج کیگئی اگر واقعہ یہ ہے کہ یہ قبطیون اور عربون دونونکی روایات کا مرکز ہی مسٹر کرم کے رسالہ مین جو اسکندریہ کی تعلیم کا وارسطو کے اسکول کا تذکرہ ہے دہ صفحہ (۱۲) پر ہے یہ بہت ممکن ہے کہ لفظ اسکول جو شعبۂ علم کے مفہوم مین رائج ہوگا درسگاہ کے مفہوم مین بدل دیا گیا ہو ارسطو کے سسٹم کا مطالعہ جو روایتاً مشہور تہا اسی سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ارسطو خود نمائش گاہ اور سیرابیم مین درس دیتا تہا۔

تلخیص وتبصرہ

جامعۂ مصریہ

اسلامی ملکون مین ہندوستان سب سے پہلا ملک ہے، جسنے ایک قومی یونیورسٹی کا پہلے خواب دیکھا، مگر مصر پہلا ملک ہے جسنے اس خواب کی تعبیر کو حقیقت کے لباس مین دیکھا، مصر کی قومی یونیورسٹی کا نام جامعۂ مصریہ ہے، یہ خالص قومی یونیورسٹی ہے، اپنے معاملات مین حکومت وقت سے اوسکو کوئی تعلق نہین، یہ یونیورسٹی آج سے پندرہ سولہ برس پہلے قاہرہ مین قائم ہوئی، تعلیم کی زبان عربی ہے، انتہا یہ ہے کہ جو یورپین علماء اسمین مختلف علوم پر لکچر دیتے ہین وہ بھی عربی مین دیتے ہین، البتہ یورپین علم ادب کی تعلیم اوسی زبان مین ہوتی ہے، مثلاً انگریزی اور فرنچ ادبیات پر جو لکچر یونیورسٹی مین دیے گئے ہین وہ انگریزی اور فرنچ مین ہین،

اساتذہ اور پروفیسر جو علمی و ادبی لکچر اس جامعہ مین دیتے ہین وہ عموماً علحدہ کتابون کی صورت مین شائع ہوجاتے ہین، اسوقت تک اس سلسلہ مین خضری بک کی تاریخ اسلام، ذکی پاشا کی تاریخ تمدن اسلامی، کمال بک کا قدیم مصری تمدن، موسیو گویدی کا عربون کا جغرافیہ و تاریخ خفنی بک کا عربون کا فلسفۂ اخلاق سلطان بک کی تاریخ زبان عربی وغیرہ متعدد لکچر کتابون کی صورت مین شائع ہوچکے ہین،

ابھی حال مین جامعہ کی روداد بابت ۱۹۲۱ء شائع ہوئی ہے، اس سے ذیل کے

معلومات بہم پہنچتے ہین،

ارکان جامعہ | جامعہ کے اعلیٰ ارکان انتظامی مین ملک کے سربرآوردہ اصحاب داخل ہین، جن مین سے بعض وزارت کے عہدون تک پہنچ چکے ہین، بالفعل اس فہرست مین حسب ذیل نام ہین،

حسین رشدی پاشا	رئیس (چانسلر)
عبدالخالق پاشا ثروت	وکیل (وائس چانسلر)
سعد زغلول پاشا	نگران عام
اسماعیل مدنی پاشا	
اسماعیل حسنین پاشا	
حسن سعید پاشا	نگران حسابات
مرقص بک حنا (قبطی)	خزانچی
علی بک بہجت	ناظم
موسیو واکر	ارکان
عبدالعزیز بک فہمی	
محمود پاشا فہمی	
محمد پاشا محمود	
محمد بک حلمی عیسیٰ	

طلبہ | گذشتہ سال طلبہ کی تعداد ۱۶۱ تھی، جن مین سے (۲۱) نے تحصیل ادبیات (لٹریچر) اور (۲۷) نے قوانین فوجداری اور (۴۴) نے رات کے درس قانون اور (۶۹) نے دن کے درس

قانون مین شرکت کی، وہ لوگ جو غیر مشروط طریقہ پر دوران سال مین جامعہ کے درس مین شریک ہوئے اونکی تعداد (۹۲) تھی، اور یہ سب ادبیات کے درجون مین داخل تھے،

اصناف علوم جامعہ مین بالفعل تین اصناف کے علوم سکھائے جاتے ہین، ادبیات، قوانین فوجداری اور قوانین دیوانی، ادبیات مین حسب ذیل شعبے ہین،

ادبیات زبان عربی، قدیم ایشیا کی تاریخ، اقوام اسلامیہ کی تاریخ، فلسفۂ عام اور تاریخ فلسفہ، عربی فلسفہ اور علم الاخلاق، علم جغرافیہ اور علم الاقوام، انگریزی ادبیات، فرنچ ادبیات، سامی ادبیات والسنہ کا باہمی مقابلہ،

قوانین فوجداری کے حسب ذیل شعبے ہین، قانون سزا، تحقیق جرائم، جرائم کی عملی تحقیق، علم اجتماع مجرمانہ، طبّ قانونی، علم امراض نفس،

قوانین دیوانی کے شعبون کی تفصیل، رودادمین مندرج نہین، نئے سال سے جامعہ اقتصادیات (اکانمی) کے تینون شعبے سیاسی۔ مالی اور تجارتی قائم کرنا چاہتا ہے،

طلبہ کو یورپ بھیجنا اس کے علاوہ جامعہ مستعد اور لائق طلبہ کو ہمیشہ یورپ کی درسگاہون مین بھی تکمیل تعلیم کی غرض سے بھیجتا رہتا ہے، کیونکہ ابھی تک علوم عالیہ کی تعلیم کا سامان اس جامعہ مین مکمل نہین ہوسکا ہے، مصری طلبہ زیادہ تر اٹلی کی درسگاہون مین جاتے ہین جو یورپ کے ملکون مین مصر سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جہان اخراجات بھی نسبتہً کم ہین، اسکے بعد اونکا دوسرا مرکز، فرانس اور جرمنی ہے، اوکسفرڈ اور کیمبرج مین بھی مصر کے طالب العلم جاتے ہین مگر بہت کم، اڈنبرا کی طبی تعلیم گاہ مین البتہ بیس، بائیس طالب العلم ہین،

سلسلۂ خطبات علمیہ ملک مین اشاعت تعلیم کا تیسرا طریقہ جامعہ نے یہ اختیار کیا ہے، کہ وہ مختلف اوقات مین عام اشخاص کے اضافۂ معلومات کے لیے ماہر اور کامل الفن اساتذہ سے

مختلف علوم پر لکچر دلواتا ہے، ان لکچرون کے لیے اہل ذوق اصحاب الگ چندہ دیتے ہین،

جامعہ کی مالیہ | جامعہ کے مالی سال ۲۱-۱۹۲۲ء سے معلوم ہوتا ہے، کہ سال گذشتہ مین اوسکی کل آمدنی (۱۴۴۴۴) پونڈ یعنی (۲۱۶۶۶۰) روپیہ ہوئی، اور کل خرچ (۹۸۴۴) پونڈ یعنی (۱۴۷۶۶۰) روپیہ، ہوا، اور باقی (۵۶۰۰) پونڈ، مستقل مد مین جمع رہا،

آمدنی کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۲۰۰۰) پونڈ	اعانت از سررشتۂ تعلیمات
(۱۸۰۰) پونڈ	اعانت از صیغۂ اوقاف
(۸۴۹۹) پونڈ	آمدنی از جائداد جامعہ

بقیہ رقم چندون سے اور فیس سے پوری ہوتی ہے،

کتبخانہ | جامعہ کے پاس ایک اپنا کتب خانہ بھی ہے، جسمین کتابون کی تعداد ۲۱-۱۹۲۰ء مین تقریباً بارہ ہزار تھی، یہ تمام کتابین عربی اور یورپین زبانون مین ہین، اور یہ تمامتر لوگون نے ہدیتہً جامعہ کو نذر کی ہین، بہت سی کتابین یورپ کی مختلف انجمنون نے تحفتہً بھیجی ہین، کتبخانہ کے ناظر عبدالعزیز فہمی بے نے کتبخانہ کو جدید ترین طریقہ پر مرتب کیا ہے، شفیق بے منصور اور یحیی پاشا منصور یکن نے بھی اپنے اپنے کتب خانے جامعہ مین منتقل کر دیے ہین، کتابونکی تفصیل حسب ذیل ہے،

جلدون کی تعداد	طریقۂ حصول
۸۶۶۰	یورپین زبانون کی کتابین جو جامعہ کو ہدیتہً ملین
۱۲۷۰	عربی کتابین ہدیتہً ملین
۱۵۰۰	شفیق بے منصور کا یورپین زبانون کا کتبخانہ
۲۵۰	شفیق کی عربی کتابین
۲۵۰	یحیی پاشا منصور کی کتابین
۱۱۹۳۰	

بخارا کا نظام حکومت

آج کل ملکون کی تاریخ اسقدر جلد جلد بدل رہی ہے کہ لکھنے والے کے قلم کی سیاہی خشک نہین ہوتی ہے کہ اوسکو اوس ملک کی تاریخ کا نیا باب لکھنا پڑتا ہے، ابھی کل تک بخارا روس کا ایک باجگذار صوبہ تھا، انقلاب روس کے بعد وہ ایک مستقل ریاست بن گیا جسپر ایک خودمختار امیر حکمران تھا، اس انقلاب پر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ جدید بخاری تعلیم یافتہ جماعت نے اس قدیم طرز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بخارا مین جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو "جدیدی" کہتے ہین۔ جدیدیون نے بالشویک روس سے امداد طلب کی اور اونکی مدد سے، ایک جمہوری نظام حکومت ملک مین قائم کیا، اس جمہوری انقلاب کے اعوان وارکان زیادہ تر نوجوان طلبہ تھے اور انکا سرعسکر فیض اللہ خواجہ ایک سوداگرزادہ تھا،

اب آج کے اخبارات مین آپ پڑھینگے کہ بخارا کے ترکمانون نے انور پاشا کے زیر قیادت بالشویکون سے کامیاب جنگ کی، اور ملک کو باکونکی خارجی اطاعت سے بھی بے نیاز کردیا، عثمان خواجہ بخارا چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے،

بخارا مشرق وسطی کا سب سے اہم نقطہ ہے، قدیم اور جدید دونون تاریخون مین اوسکو ایشیائے وسطی کے دل ودماغ ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اسکا رقبۂ حکومت مختلف زمانون مین مختلف رہا ہے اسوقت یہ ملک جسقدر رقبہ پر محیط ہے، وہ (۲۰۵۰۰۰) کیلومیٹر مربع ہے اور وہان کے باشندون کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے، جنمین ترکمان، تاجیک، ترک، قرغیز، افغان، تاتار اور ایرانی مختلف قومون کے افراد داخل ہین، یہ تمامتر مسلمان ہین کچھ

یہود بھی وہان آباد ہین، پایۂ تخت بخارا کی آبادی ایک لاکھ ہے۔

یہان کا موسم گرمی مین نہایت گرم اور سردی مین نہایت سرد ہوتا ہے، ملک مین سرسبز وشاداب قطعات بکثرت ہین، پیداوار مین گیہون، جوار، روئی، تنباکو اور مختلف قسم کے میوے یہان ہوتے ہین، جانورون مین اونٹ، گائے بیل اور گھوڑے یہان پائے جاتے ہین، اپنے جغرافی جاے وقوع کے لحاظ سے اسکی تجارتی اہمیت مسلم ہے، یہ ایشیا کے قلب مین چین، افغانستان، ایران اور روس کے بیچ مین تجارتی کاروانون اور قافلون کا رہگذر ہے، ملک مین ۵۰۳ کیلومیٹر تک ریلوے لائن بھی ہوئی ہے، جسکے ذریعہ سے یورپ بحر قزوین (کیسپین سی)، اور قرنمانہ سے ملجاتا ہے، یہان کی خام تجارتی پیداوار کا بڑا حصہ روئی اور ریشم ہے،

تیموری فتح کے بعد سنہ ۱۴۹۰ء مین ازبگی قبیلہ نے اسپر حملہ کیا اور اسکو فتح کرکے یہان ایک خود مختار امارت قائم کی، سنہ ۱۸۶۶ء مین روس نے اسپر پہلا حملہ کیا، اور سمرقند اور زرافشان کے دو صوبے اوس سے چھین لیے، سنہ ۱۸۷۳ء مین یہ پوری ریاست روسی شہنشاہی مین داخل ہوگئی، اور اوسوقت سے لیکر گذشتہ روسی بالشویک انقلاب تک وہ روس کی ایک باجگذار ریاست تھی جسپر ایک امیر برائے نام نسلاً بعد نسل حکومت کرتا تھا، لیکن اصل حکومت روسی ریزیڈنٹ مقیم بخارا کے ہاتھ مین تھی،

سنہ ۱۹۱۷ء کے روسی بالشویک انقلاب مین جسطرح روس کے دیگر مقبوضات آزاد ہوگئے ترکستان کی یہ ریاست بھی آزاد ہوگئی، اور پہلا امیر بخارا کی حکومت قائم ہوئی اور جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، اوسکے بعد ایک جمہوری حکومت کی صورت مین وہ منتقل ہوئی، جدید تعلیم یافتہ بخاریون کی سیاسی جمعیت اصل مین اب حکمران ہے، اس کے ارکان کا اہل ملک انتخاب کرتے ہین، اس جمعیت کے ماتحت دو مجلسین ہین ایک کا نام "مجلس مرکزی تنفیذی" اور دوسری کا

نام "مجلس قومی" ہے مجلس قومی کے ارکان جب منتخب ہو جاتے ہین تو وہ مجلس مرکزی کے ارکین کا انتخاب کرتے ہین، مجلس مرکزی کے کل ممبرون کی تعداد (۵۸) ہوتی ہے، مجلس مرکزی سات ممبرونکی ایک اور مجلس منتخب کرتی ہے، جسکا نام "مجلس ریاست جمہوریہ" رکھنا زیادہ موزون ہے، یہ ساتون ممبر ملکر آپس مین ایک کو رئیس (پریسیڈنٹ) مقرر کر لیتے ہین، یہ رئیس اوسوقت تک اپنے عہدہ سے معزول نہین ہوسکتا جب تک مجلس مرکزی شکست نہو جائے، رئیس کی مدد کے لیے دو نائب، دو مشیر، دو سکریٹری منتخب ہوتے ہین، تمام معاملات کی زمام اصل مین اسی مجلس کے ہاتھ مین ہے، صیغون کی نگرانی، اور معاملات کا انتظام سب یہی انجام دیتی ہے،

مجلس مرکزی کے ماتحت دس وزارتین قائم ہین،

وزارت عظمے، امور خارجیہ، امور داخلیہ، وزارت عدل، وزارت علوم وفنون، وزارت مال، وزارت زراعت، وزارت جنگ، وزارت حفظان صحت، وزارت نگرانی عام، یہ آخری عہدہ بالکل نیا ہے اسکا مقصد تمام صیغون کی عملی نگرانی ہے، موجودہ رئیس کا نام عثمان خواجہ ہے، جو بخارا کے مشہور علماء مین سے ہین،

تسہیل البلاغت

فن فصاحت و بلاغت و بدیع پر اردو زبان مین ایک محققانہ اور دلچسپ کتاب، اردو زبان مین اسوقت تک اس سے بہتر کتاب اس موضوع پر موجود نہین، مصنفہ پروفیسر مرزا محمد سجاد بیگ دہلوی، صفحات ۲۳۲، قیمت سے ؎ ر

منیجر

اخبار علمیہ

لارڈ نارتھ کلف، مشہور مالک اخبارات نے اپنے اخباری عملہ کے سامنے حال مین بیان کیا کہ "مین نے دوران سیاحت مین امریکہ، چین، جاپان، کناڈا، نیوزیلینڈ، آسٹریلیا، اور ہندوستان کے مشہور اخبارات کے دفاتر کا معائنہ کیا، میرے علم مین تمام دنیا مین سب سے زیادہ قابل اعتماد اخبارات انگلستان اور اسکی نوآبادیون کے ہین، البتہ اخبار بینی کے شوق مین امریکہ اور کناڈا والون کا نمبر انگلستان والون سے بڑہا ہوا ہے، وہان اوسطاً ہر شخص بہ مقابلہ انگلستان کے کئی کئی اخبارات زائد دیکھتا ہے،

شوق اخبار بینی کے لحاظ سے سب سے بڑہا ہوا نمبر نیوزیلینڈ کا ہے، جس کی کل آبادی اتنی بھی نہین، جتنی شہر و مضافات مانچسٹر کی ہے، بایں ہمہ یہان اِسوقت ۶۲ روزنامہ شائع ہو رہے ہین جن مین بعض بہترین اقسام کے ہین"

(ڈیلی میل)
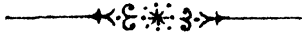
فارن زوب، جو یورپ مین اسوقت سِکّہ جات نادرہ کے جمع و فراہمی مین خاص شہرت رکھتے ہین، انکے پاس سب سے بڑی جسامت کا سکّہ موجود ہے، یہ تانبے کی ایک پلیٹ ہے، جسکی جسامت ۱۰ انچ مربع، اور جسکا وزن ۶½ پونڈ ہے! یہ سِکّہ ملک سویڈن کا ہے، اور اس پر ۱۷۳۰ء کی مہر ہے، یہ سِکّہ چار ڈیلر (ڈیلر بھی ایک قدیم سکہ کا نام ہے) کا چلتا تھا،

(ماڈرن ریویو)

ملک پیرو (جنوبی امریکہ) کے ایک انجنیر جان کریٹیل کو ایک قدیم امریکی سردار کی نعش محفظ دستیاب ہوئی ہے، جو مصر کی محفوظ نعشون سے بھی بہتر حالت مین ہے، یہ نعش چارسو برس کے زمانہ کی ہے، اور قد مین صرف ۲۵ انچھ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مردہ کی اصلی جسامت نہین، بلکہ ایک خاص ترکیب سے یہ لوگ لاشون کو سکیڑ لیتے تھے،

---

۲ سنہ مین، ممالک عالم مین جدید کتابین حسب ذیل تعداد مین شائع ہوئین، ان اعداد مین مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن شامل نہین ہ

جرمنی	۳۲۳۴۵
برطانیہ	۱۱۰۰۴
امریکہ	۸۵۹۴
فرانس	۶۳۱۵
اٹلی	۶۲۳۰

جاپان مین سالانہ مطبوعات (جن مین قدیم و جدید دونون شامل ہین) کا اوسط ۲۵۰۰۰ رہتا ہے،

(ر)

چند سال ہوئے اسپین مین چند غار ایسے دریافت ہوئے جنھون نے علماء اثریات کے حلقہ مین ایک ہلچل سی ڈال دی۔ غارون کا یہ سلسلہ خدا معلوم کب سے بند چلا آتا تھا، اتفاق سے انکا مُنھ کھُل گیا، اندر جا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک طرح کا عجائب خانہ ہے جس مین صدہا ہزارہا جانورون کی تصویرین موجود ہین، ان حیوانات کی بعض انواع مفقود

ہو چکی ہین، اور بعض ابتک موجود ہین، بعض حیوانات کے اعضاء رئیسہ قلب، شُش، جگر، وغیرہ کی تصویرین الگ کرکے بھی دی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن نقشون کے بنانے والے فن تشریح سے بھی واقف تھے، ماہرین فن کا خیال ہے، کہ ان نقوش و تصاویر کی تیاری کا زمانہ، ۲۰۰۰۰ و ۲۵۰۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان کا زمانہ ہے،

سرالز ڈبرڈ، جو ایک خاص دوا "بردس کسٹرڈ پوڈر" کے کارخانہ کے مالک تھے، چند ماہ ہوئے انہون نے وفات پائی، تو معلوم ہوا، انہون نے محض اشتہارات کے بل پر جو دولت کمائی، اسکی آمدنی سے ۶۵۳۶۵۶ پونڈ کی قیمت کی مستقل جائداد چھوڑ گئے ہین! چند اور مشہور مشتہرین کی دولت کے اعداد ذیل سے، مغرب مین اشتہار کی قوت زرخیزی کا اندازہ ہوگا:-

لارڈ برٹن (تاجر شراب)	۰۰۰۰۰۰۷ پونڈ
سرفریڈرک وِلس (تاجر تمباکو)	۲۹۱۸۱۱۴ "
مسٹر پیٹرز انیسن (مالک کارخانۂ خیاطی)	۱ ۱۱۹ ۶۶۱ "
مسٹر ولیم دہائیلی (مالک بساط خانہ)	۱۴۵۲ ۸۲۵ "
سرہنری ٹیٹ (تاجر شکر)	۱۲۶۳ ۵۶۵ "
مسٹر جی فلفرڈ (مالک دواخانہ)	۱۳۱۱ ۰۰۰ "
مسٹر ہینڈلی میپل (مالک کارخانہ فرنیچر)	۲۱۵۸ ۲۹۲ "
مسٹر چارلس لی (چٹنی فروش)	۱۰۷۰ ۱۳۷ "
مسٹر سی، بوٹ (دوا فروش)	۴۲۹۴ ۴۲۳ "

مسٹر اینو (مالک کارخانہ نمک ہاضم) ۱۶ ۱۱ ۶۰۷ پونڈ

مسٹر ہینز (چٹنی و اچار فروش) ۰۰۰ ۲۲ ۱۱ "

(ڈیلی میل)

طویل العمری مین تاہل کی زندگی معین ہوتی ہے یا تجرد کی؟ اس سوال کے جواب مین کارنل یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ولکاکس نے کنوارون اور شادی شدہ اشخاص کی شرح اموات کے متعلق اعداد ذیل شائع کیے ہین،

سن وسال		شرح اموات	
		متاہل اشخاص	مجرد اشخاص
۲۰ و ۳۰ سال کے درمیان		۴ر۲	۶ر۶
۳۰ و ۴۰	"	۶	۱۳
۴۰ و ۵۰	"	۹ر۵	۱۹ر۵
۵۰ و ۶۰	"	مجرد اشخاص کی شرح اموات بہ مقابلہ متاہل کے بقدر ۱۱ فیصدی کے زائد ہوتی ہے، اور	
۶۰ و ۷۰	"	بقدر ۱۹ فی صدی کے،	

خودکشی کرنے والون کی تعداد مین پورا ۴/۵ حصہ مجرد اشخاص کا ہوتا ہے،

(امریکن جرنل آف مڈیکل ایسوسی ایشن)

ایک فرنچ مخترع، مسیو یوجین رویر نے ایک خاص قسم کی روشنی ایجاد کی ہے، جسکا شعلہ پانی کے اندر ۱۳۰ فٹ کی گہرائی تک روشن رہیگا، اور جس کی مدد سے پندرہ انچھ فی

منٹ کے حساب سے، لوہے کی دبیز چادرون کے آرپار نظر کی جاسکے گی، سائینٹفک حلقون مین اس ایجاد کو ایک معجزہ سے تعبیر کیا جارہا ہے،

بودا پسٹ یونیورسٹی (ہنگری) کے پروفیسر کولین ڈی ٹیلسنزسکی نے ایک ایسا عرق تیار کیا ہے، جسکے جسم مین داخل کردینے سے لاش اپنی حالت پر قائم رہ جاتی ہے، اور بہ قول پروفیسر موصوف کے سیکڑون ہزارون برس تک اسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے، کچھ روز ہوے ایک شخص کے جسم مین اسکی وفات کے دس روز بعد، یہ عرق بذریعہ پچکاری کے داخل کیا گیا، اور نعش مثل پتھر کے سخت ہوگئی، یہی عرق ۱۹۰۹ء مین ایک نوجوان لڑکی کے جسم مین داخل کیا گیا تھا، اُسوقت سے ابتک اسکی لاش اپنی بالکل اصلی وطبعی صورت مین محفوظ ہے، بالون تک مین سرِمو فرق نہین آیا ہے، پروفیسر صاحب کی خواہش ہے کہ یہ طریقہ زیادہ عام نہ ہونے پائے، بلکہ ہر ملک کے صرف مشاہیر کے ساتھ مخصوص رہے، تاکہ آیندہ نسلین ہمیشہ انکی صورتون کی زیارت کرسکتی رہین، پیرس کے ڈاکٹر بارتھا نے اس طریقہ مین کچھ اور اصلاح و اضافہ کیا ہے، ان کا دعوےٰ ہے، کہ اس طور پر نعش کی تازگی دس ہزار سال کی مدت تک قائم رہ سکے گی،

جرمنی کے ڈاکٹر الفرڈ ویگنر نے اپنی ایک تازہ تصنیف مین دعوےٰ کیا ہے، کہ ممالک وبرّاعظم برابر مغرب کی جانب حرکت کرتے جاتے، اور رفتہ رفتہ اپنی موجودہ جگہین چھوڑتے جاتے ہین، جن کے بجاے سمندر، اور بحر اعظم پیدا ہوتے جاتے ہین، چنانچہ آج جو سمندر بحر ہند کہلاتا ہے، یہان کسی زمانہ مین ہندوستان آباد تھا، اور اسکی آبادی افریقہ و آسٹریلیا سے پیوستہ تھی،

علیٰ ہذا آسٹریلیا کسی زمانہ مین نیوزیلینڈ سے منسلک تھا، حالانکہ اب دونون مین بُعد عظیم ہوگیا ہے، وقیس علے ہذا، نیچر

ایک عالم نفسیات مسٹر آرتھر لنچ لکھتے ہین، کہ پیرس کے ایک نامور طبیب و فلسفی ڈاکٹر ریشے نے حال مین اپنا خیال ظاہر کیا ہے، کہ ایک سکنڈ کی مدت مین انسانی دماغ ۳/۱۲ تصورات یا خیالات سے مشغول رہ سکتا ہے، لیکن مین اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ یہ تحقیق صیحح نہین۔ مین نے ایک بار متعدد شاعرون کے کلام سے اقتباسات کئے، اور مختلف علوم، عضویات، فلکیات وغیرہ کی کتابون کی بعض عبارات لین، نیز چند دشوار قواعد ریاضی کا انتخاب کیا، اور ان سب کو ازبر کرکے دل ہی دل مین دُہرانا شروع کیا، ابتدائً اس مین سخت زحمت ہوئی، اور بہت زیادہ وقت صرف ہوا، لیکن کچھ روز مین طبیعت اسقدر خوگر ہوگئی، کہ آدھ گھنٹہ کے اندر مین بہ آسانی ان تمام معلومات کو ذہن کے سامنے لے آتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ رفتار خیالات کسی متعین شرح کی پابند نہین، اسکا دارو مدار مشق و مزاولت پر ہے، اور سعی و کوشش سے اس مین بہت کچھ ترقی کرتے رہنا ممکن ہے، پھر یہ بھی صیحح نہین، کہ وقت واحد مین ذہن کے ساتھ متعدد خیالات یا تصورات آسکتے ہین۔ دراصل ذہن کے سامنے ایک وقت مین صرف ایک ہی خیال یا تصور آسکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ تصور، بہت سے تصورات کا مُرکب اور انپر حاوی و جامع ہو،

موجودہ سائیٹفک تجربات سے ثابت ہوگیا ہے، کہ شور و غل کا اثر صحت انسانی کے حق مین نہایت مُضر واقع ہوتا ہے، فوج کے بگل، پولس کی سیٹی، انجنون کی آواز،

اور اس قسم کے صدہا دیگر شور جو شہری اور تمدنی زندگی مین ناگزیر ہوگئے ہین، ان سب کے برداشت کرنے مین جس قدر ذخیرۂ قوت کا صرف ہوتا ہے، اسکی پیمایش کے لیے حال مین ایک آلہ بھی ایجاد ہوگیا ہے، (پاپولر سائنس)
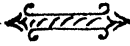
واینا (دار الحکومت آسٹریا) سے خبر آئی ہے کہ ایک نابینا شخص کے حلقۂ چشم مین ایک دوسرے شخص کی آنکھ رکھ دی گئی، اور اس سے نابینا شخص کی بصارت از سر نو عود کرآئی ڈاکٹر بیلو کہتے ہین، کہ اس خبر مین کچھ بھی استبعاد نہین، جنگ کے قبل آنکھ کو بہت ہی نازک عضو خیال کیا جاتا تھا، لیکن دوران جنگ کے تجربات نے ثابت کر دیا کہ مثل دیگر اعضاء انسانی کے آنکھ مین بھی ہر قسم کے اعمال جراحی کیئے جاسکتے ہین، اور نہ صرف ایک انسان کی آنکھ نکال کر دوسرے کے حلقۂ چشم مین رکھ دی جاسکتی ہے، بلکہ اکثر حیوانات کی آنکھون سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ جنگ سے قبل اس قسم کے دعوی کو معجزہ قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن آج یہ ایک طبعی واقعہ بن گیا ہے، (〃)

ثوابت فلکی مین روشن ترین ستارہ کا اصطلاحی نام سیریس ہے، تازہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ ستارہ جو اب تک ساکن وغیر متحرک تسلیم کیا جاتا تھا، ایک انچ فی صد سال کی شرح سے حرکت کرتا رہتا ہے، کرۂ ارض سے اسکا جو عظیم الشان فاصلہ ہے اسکے لحاظ سے یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ یہ روزانہ ۱۰ لاکھ میل کی شرح رفتار سے حرکت کرتا ہے، (〃)

ادبیات

خلوتیانِ راز کا خاص اک پیام ہی
حسنِ وصالِ دوست بھی منزلِ ناتمام ہی

کسکے فروغِ حسن کا آج یہ فیضِ عام ہے
شام نثارِ صبح ہی صبح نثارِ شام ہی

اسکی نگاہ مین کہان طور کا احترام ہی
جسکو نصیب یار کا جلوۂ زیرِ بام ہی

چشمِ نظر پرست مین جسکا جہان نام ہی
حسنِ تمام یار کا جلوۂ ناتمام ہی

عشق کی کامیابیان، اک فقط اہتمام ہی
شوق جو ناتمام تھا، دید بھی ناتمام ہی

ایک ادائے پرسکوت، لاکھ نوای پرخروش
وہ روشِ خواص تھی، یہ روشِ عوام ہی

حسن کی بارگاہ مین رکھئے قدم سنبھالکر
یہ وہ مقام ہی جہان خواہشِ دل حرام ہی

شیفتۂ صفات کو کوئی سکون ہو تو ہو
عاشقِ ذات کو کہان ایک جگہ قیام ہی

گرمیٔ سوزِ عشق سے دل کو جلا تو بوالہوس
صبح کو جو نہ بجھ سکے، یہ وہ چراغِ شام ہی

بندگی جنون ادا، بیخودیٔ ادب سرشت
حسن کی اصطلاح مین عشق اسی کا نام ہی

اسکی نظر پھرے تو پھر، کون ہی جہان مین
جسکی نظر سے منضبط سلسلۂ نظام ہی

ایک بلا کی بیخودی، ایک غضب کی بیحسی
دورِ حیات کہتے ہین جسکو وہ دورِ جام ہی

شوق کی انتہا کہو یا کہ فریبِ عاشقی
شورِ انا الحبیب کا خاصۂ مقام ہی

نجد کے ذرہ ذرہ سے آجتک آتی ہی صدا
جو ہے شہیدِ تیغِ عشق موت اُسے حرام ہی

اٹھو خدا کے واسطے، جینے کا دو جگر ثبوت
خواب گران وہی ہی اور وقت قریبِ شام ہی

اوراق پارینہ

مویدالاسلام

از مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

اُردو کا ذخیرۂ ادب جیسا کہ اس سے پیشتر بھی کہا جاچکا ہے، واقعتہً اسقدر قلیل نہین، جتنا سرسری نظر مین معلوم ہوتا ہے، اس ظاہری افلاس کا ایک بہت بڑا باعث یہ ہی کہ اُردو مین کتابون کی نشر و اشاعت کا کوئی معقول انتظام نہین، بیسیون اعلیٰ مطبوعات ہر سال نکلتی رہتی ہین مگر بجز ایک محدود جماعت کے کسی کو ان کے وجود کی کانون کان خبر نہین ہوتی، ان سے بھی زیادہ افسوسناک حالت مطبوعات قدیم کی ہے، پچھلے سو برس کے اندر تصنیف تالیف و ترجمہ کے ذریعہ سے اردو کے خزانہ مین صدہا جواہر کا اضافہ ہوچکا ہے، اور یہ فہرست افسانہ، شاعری، سائنس، فلسفہ، تاریخ، کلام، تصوف، لغت، ادبیات وغیرہ جملہ عنوانات پر مشتمل ہے، لیکن آج یہ کتابین قعر گمنامی و بے نشانی مین پڑی ہوئی ہین، اور کسی کو انکے وجود کی خبر تک نہین، اوراق پارینہ کے نام سے جو جدید عنوان معارف کے اس نمبر سے قائم ہوتا ہے، اسکے ذیل مین انہین فراموش شدہ مطبوعات قدیم کا ذکر ہوتا رہیگا، اُمید ہے ناظرین کرام بھی اس باب مین کارکنان معارف کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھینگے

انیسوین صدی کے وسط مین انگلستان مین ایک ممتاز اہل قلم جان ڈیون پورٹ تھے متعدد تصانیف و مضامین انکی یادگار رہین، تصانیف مین ان کا رسالہ متعلق صوبہ اودھ، اور تاریخ مخصوبہ کورگ و راجگان کورگ قابل ذکر ہین، انہین اسلام سے خاص محبت ہوگئی تھی، اگرچہ اُسکی کوئی

شہادت موجود نہین کہ وہ مسلمان ہو بھی گئے تھے، اُنھون نے دیکھا کہ خود انکے ہموطن و ہمقوم ارباب قلم نے اسلام و پیمبر اسلام پر اتہامات و غلط الزامات کی یورش کر رکھی ہے، یہ دیکھکر اُنھون نے ان افترا پردازیون کی تردید مین ایک رسالہ "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" کے نام سے شایع کیا جسکا صحیح ترجمہ "محمد و قرآن کی بریئت" ہو سکتا ہے،

کتاب چار ابواب پر منقسم ہے، باب دوم و چہارم مین اُنھون نے قرآن کی خوبیان بیان کی ہین، اور مغربی معترضین کے جوابات دیئے ہین، باب اول و سوم سیرت نبوی سے متعلق ہین سادہ و غیر متعصبانہ بیان واقعات زندگی کے علاوہ ان حصون مین جہاد، معراج، تعدد ازدواج وغیرہ کی حقیقت بیان کی ہے اور الزامات کی تردید کی ہے، اسلامی حلقون مین کتاب کو خاصہ حسن قبول حاصل ہوا، اور پچھلی صدی کے متکلمین اسلام نے اس سے کافی استناد کیا، سرسید "خطبات احمدیہ" مین جابجا اُسکے حوالہ دیتے ہین، مولوی چراغ علی، سید امیر علی، سب کے ہان ڈیون پورٹ کے اقتباسات ملتے ہین، البتہ اب یہ کتاب گویا معدوم ہو گئی ہے، جن پرانے کتبخانون مین ہے، وہین ہے، کتب فروشون کے ہان دستیاب نہین ہوتی،

"موید الاسلام" اسی کتاب کے اُردو ترجمہ کا نام ہے، مولوی محمد عنایت الرحمن خان صاحب دہلوی نے حسب فرمائش خواجہ مرزا قمر الدین خان اُسکا ترجمہ کیا، اور خواجہ صاحب کے مطبع بدر الدجی (چاندنی چوک، دہلی) سے اسکی اشاعت ہوئی، سال طبع ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء ہے، اس حساب سے اسے طبع ہوئے ۵۳ سال قمری اور ۵۲ سال شمسی اسوقت تک ہو چکے ہین، ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر دو سو صفحہ کی ضخامت ہے، خط صاف و روشن ہے، کتابت کی غلطیان نسبتہً کم ہین، مترجم نے جابجا اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ کیا ہے،

دیباچہ، مرزا غالب کے شاگرد رشید میر مہدی مجروح کا لکھا ہوا ہے، اور اس زمانہ کے

عام دستور کے مطابق حمد، نعمت، و سبب تالیف پر شتمل ہے، حمد کا رنگ یہ ہے:-

"سزاوار پرستش اس وحدہ لاشریک کی ذات ہے، جسکے ایک لفظ کن کی یہ ساری کائنات ہے، اُسکے دربار کمال مین آسمان سے ہزارون حباب، اسکے پرتو نور اجلال کے مہروماہ سے لاکھون کواکب ضیایاب، قطرۂ آب اسکے فیض عمیم سے دُرِّ نایاب بنجاتا ہے، پتھر اسکی عنایت عمیم سے یاقوت ناب ہوجاتا ہے، وہ دانۂ خشک سے سبزۂ تر نکالتا ہے، اسکے حکم سے خاک سے آب پاک جاری ہوجاتا ہے، کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی دن ہے کبھی شب ہے، غرض اس صانع مطلق کا جو کارہے عجب ہے،

نعت کا نمونہ یہ ہے:-

"وہ جسکے سبب جہان کی نمائش وآدم کی پیدائش ہوئی . . . . وہ جسکی نعلین تاج سرعرش برین وہ جسکے ادنیٰ خدمتگارون مین رُوح الامین، وہ جسکے خاک آستان پر سرعجز آسمان، وہ جسکا محکوم زمین وزمان . . . . وہ لباس بشر مین نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا، بندہ ہوکر خدا کا حبیب ہو، یہ رتبہ کسکو نصیب ہو، غالب

تمنائے دیرینۂ کردگار	بوے ایزد از خویشتن اُمیدوار
ز رازِ نہان پردۂ برزدہ	زذات خدا معجزہ سرزدہ

سبب تالیف کتاب ان الفاظ مین درج ہے:-

"حجت حق اسے کہتے ہین، اور اثبات دعوی راستی کے بھی معنی ہین، حضرت کی علوبیت مرتبہ کو منکران نبوت بھی مان جاتے ہین، اور اہل استخفاف کی زبان سے بھی کلمات حق نکل جاتے ہین، چنانچہ فی زماننا دار السلطنت لندن مین صاحبان انگلیشیہ مین سے ایک صاحب کہ جنکا نام نامی جون ڈیون پورٹ صاحب ہے، اور نہایت اپنے علم مین ذی استعداد و

دمورخ بے بدل وانصاف دوست وراستی آشنا ہین، اُنھون نے کچھ ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقائع عمری تحریر کیا ہے، اور بعض بعض الزامات کا جو غیر مذہبون نے بہ سبب تعصب مذہبی کے آنحضرت کی نسبت لگائے ہین، ان کا جواب لکھکر اُنکو دفع کیا ہے، جب وہ کتاب چھپ کر ہندوستان مین آئی تو اُسکے پڑھنے کو ہرایک دوستدار نبوی کی طبیعت لہرائی، چونکہ انگریزی زبان ہرایک نہین جانتا، اسواسطے مشفقی خواجہ قمرالدین صاحب عرف خواجہ مرزا صاحب خلف الصدق خواجہ بدرالدین جان صاحب عرف خواجہ امان صاحب مترجم بوستان خیال کہ جوان سنجیدہ وفہیدہ ہین، انھون نے یہ چاہا یہ کتاب زبان انگریزی سے اردو مین ترجمہ ہوجائے، تا ہرایک شائق اُسکے پڑھنے سے حظ اٹھاوے اور اس کار خیر کے انصرام مین ثواب بھی عاید حال ہوجائے، یہ خیال کرکے خواجہ صاحب موصوف نے اسکی درستی مین کمرہمت چست باندھی اور محمد عنایت الرحمن خانصاحب سے کہ وہ فنِ ترجمہ نگاری مین دستگاہ تام رکھتے ہین، کتاب مذکور کا ترجمہ کروایا، جب ترجمہ ہوچکا تو موید الاسلام نام رکھا، اور قصد انطباع کیا، اور اس خاکسار ہیچمدان ھدی مجروح سے دیباچہ لکھنے کو فرمایا، بندہ خواجہ صاحب کا حکم بسروچشم بجالایا کہ واسطے کہ رضاجوئی احباب کار ثواب ہے، اب آگے اصل مطلب کتاب ہے، فقط"

اسکے بعد اصل کتاب کا آغاز وقائع عمری آنحضرت سے ہوتا ہے، اقتباسات ذیل سے مصنف کے طرز خیال اور مترجم کی طرز ادا دونون کا اندازہ ہوسکیگا، ابتدائی سخن یون ہوتی ہے:-

اسمین کچھ شبہہ نہین کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والون مین ایک کا بھی نام اسطرح نہین لیا جاسکتا، جسکی وقائع عمری آنحضرت کی وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھی گئی ہون، فی الحقیقت اگر ہم آپکی سوانح عمری کو اُن معجزات اور تعجبات سے مبرا کردین

جو ایشیائی مورخون نے آپکی طرف منسوب کئے ہین تو ابلقی اچھی طرح سے یقین ہوسکتا ہے۔
آپ کے ولادت کے زمانہ مین اکثر عرب کے حصے غیر قومون کے زیر حکومت تھے، کوہستانی عرب کے تمام شمالی حصے اور ملک شام وفلسطین ومصر بادشاہان قسطنطنیہ کی عملداری مین تھے اور خلیج فارس کے کنارے اور وہ ملک جسمین دریاے دجلہ وفرات بہتے ہین، اور ملک جزیرہ نماے عرب کے جنوبی حصے خسروان فارس کے قلمرو مین شامل تھے، بحر قلزم کے ساحل کا ایک حصہ مکہ معظمہ کے جنوب تک عیسائی بادشاہان ابی سینیا کا ماتحت تھا....
اہل عرب کو نہ عقبیٰ کا اور نہ دنیا کے مخلوق ہونے کا یقین تھا، وہ عالم کی خلقت کو زمانہ کی گردش سے اور آیندہ کے معدوم ہونے کو انجام وقت سے منسوب کرتے تھے اعیاشی اور قزاقی کا ہر جائز رہتا اور چونکہ موت کو ہستی کا انجام محض خیال کرتے تھے، لہذا نہ نیکی کی جزا مانتے تھے نہ بدی کی سزا۔"

قرآن سے متعلق ایک یورپ نژاد مسیحی کے خیالات ذیل دلچسپی سے پڑھے جائین گے:۔
بجملہ محاسن اور خوبیون قرآن شریف کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو باتین نہایت عمدہ ہین، اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خدا تعالیٰ کا ذکر ہے، اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے، اور خوف آتا ہے، اور جس عبارت مین خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبون کا مغلوب ہونا نہین منسوب کیا گیا ہے، جو انسان کے واسطے مختص ہین، دوسرے تمام قرآن شریف ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جا سکتے ہین، مگر افسوس یہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقع ہین، حقیقت مین قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اسمین ذرا سی بھی حرف گیری نا ممکن ہے، اور اگر ہم اسے اول سے آخر تک پڑہین تو کہین ایسی

بات نہ واقع ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے "
مسیحی مورخین علی العموم مسلمانون کو کتبخانہ اسکندریہ کے جلانے کا مجرم قرار دیتے ہین، ڈیون پورٹ صاحب اس الزام کی پُرجوش تردید کرتے ہین:-

عیسائی کہتے ہین کہ حضرت عمر نے سنہ ۶۴۱ء عمرو کو حکم دیا کہ وہ اسکندریہ کے کتبخانے جلادے، اور اسکی تمام کتابون کو ساجد کے حاموں مین صرف کرے، یہ الزام بالکل جھوٹا ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ ٹولمیز کے کتبخانہ کی چار لاکھہ یا سات لاکھہ کتابین جولیس قیصر کی لڑائی مین جل گئی تہین، یہ الزام جسے اکثر مورخ علی التواتر لکھتے ہین، بالکل بے بنیاد ہے، اور اسکا کذب مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہے، دلیل (۱) انحضرت کا حکم ہے کہ یہودی اور عیسائیون کی مذہبی کتابین جو فتح مین مسلمانون کے ہاتھہ آئین انہین برباد نہ کرنا چاہیئے، اور کتب عروض وفلسفہ وتاریخ وغیرہ بھی جو مسلمانون کے قبضہ مین آئین ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، پس ایسا کیونکر ہوسکتا ہے، اہل اسلام انحضرت کی عدول حکمی کرتے اور اس کتبخانہ کو جلادیتے، دلیل (۲) ابو الفرج کہ جسکے خاندان نے اس کتبخانہ کے جلنے کی روایت بیان کی وہ اس زمانہ سے چہہ سو برس پیشتر[1] ہوا ہے، جس زمانہ مین کہ اس واقعہ کا ہونا بیان کیا گیا ہے، علاوہ اسکے اور مورخان قدیم خواہ عیسائی ہون یا مصری کسی نے اس حادثہ کا ذکر نہین لکہا - دلیل (۳) سینٹ کرای جس نے کہ اسکندریہ کے کتبخانون کی تحقیق مین بہت سی کتابین لکہی ہین، لکہتا ہے کہ یہ حکایت بالکل جھوٹی ہے، کیونکہ اسکندریہ مین بڑے بڑے اور قدیم کتبخانے چوتھی صدی سے پہلے تھے، تعجب کی بات ہے کہ زمانہ حال کے مورخ اس حکایت کو بیان کرتے ہین، حالانکہ گبن صاحب مورخ یہ بیان کرتے ہین کہ یہ حکایت مشکوک ہے کیونکہ نہ تو مسلمانون کی شان سے ایسی حرکت صادر ہوتی معلوم ہوتی ہے

[1] معارف: پیشتر یا پیچھے؟

اور نہ کسی عیسائی یا مسلمان مورخ نے اسکا ذکر لکھا ہے ۔"

ان اقتباسات سے ناظرین کو مترجم کی زبان اور مصنف کے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، مترجم کی زبان اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے خاصی سلیس ہے، اور ترجمہ عموماً صحیح ہے، مصنف نے الزامات کی تردید مین تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی دیئے ہین اور تقریباً تمام اہم مسایل مثلاً معراج، جہاد، سیرۃ نبوی، تعدد ازدواج وغیرہ سے اعتراضات کو رفع کیا ہے، ایک مقام پر سلطان ٹرکی کا طویل خط، سفیر انگلستان کے نام نقل کیا ہے، جو اسقدر تیز اور تند لہجہ مین ہے کہ آج بڑے سے بڑے آتش زبان اخبارات بھی اس سے آگے نہین بڑھ سکتے، خود مصنف نے اپنے ہم قوم وہموطن انگریزون پر تصریح کے ساتھ متعدد مقامات پر "بد معاملگی" "خیانت" "طماعی" اور "بے ایمانی" کے الزامات لگائے ہین، اور اپنے دعوی کے شواہد بھی پیش کئے ہین، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب سادہ دل مسلمانان ہند کے نزدیک انگریزی قوم، خوش معاملگی، دیانت وصداقت کی اوتار تھی، ان اجزاء کا مطالعہ موجودہ سیاسی فضامین خاص طور پر دلچسپ ہے ۔

معارف: ہمارے فاضل دوست نے "اوراق پارینہ" کے زیر عنوان جس کتاب کا تذکرہ کیا ہے حقیقت مین وہ ابھی اسقدر پارینہ اور از یاد رفتہ نہین ہوئی ہے کہ اُسکے یاد دلانے کی ضرورت پڑے، جان ڈیون پورٹ صاحب کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" کے اردو مین دو ترجمے ہوئے ہین ایک تو وہ جسکا ہمارے دوست نے ذکر کیا ہے، دوسرا ترجمہ بھی اسی زمانہ مین مولوی ابو الحسن صاحب نے کیا تھا اس دوسرے ترجمہ کا نام تائید محمد والقرآن" ہے، اور جو لاہور کے کتب فروشون کے ہان اب تک ملتی ہے، البتہ پہلا ترجمہ جسکا نام "مؤید الاسلام" ہے اور جسکو مولوی عنایت الرحمن دہلوی نے کیا تھا، کم رواج پذیر ہوا، شاید اسلئے کہ اسکی طرز عبارت مین کسیقدر قدامت اور کہنگی کا رنگ جھلکتا تھا ۔

جان ڈیون پورٹ صاحب کے متعلق حضرت الاستاذ علامۂ شبلی مرحوم فرماتے تھے کہ یہ صاحب، سید محمود مرحوم کے پڑہانے کے لئے ولایت مین خانگی معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن نہایت لائق اور اسی کے ساتھ نہایت رحمدل اور نیکوکار تھے، مولانا حکایت کرتے تھے جسکو انھون نے شاید سرسید کی زبان سے سُنا ہوگا کہ ڈیون پورٹ صاحب معلمی و اتالیقی و مضمون نویسی پر گذر کرتے تھے، اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے تھے، جب مرنے لگے تو اُن کے پاس اچھا خاصہ سرمایہ نکلا، اُنھون نے وصیت کی کہ یہ تمام سرمایہ ان کے محلہ کے یتیم خانہ کے نام منتقل کر دیا جائے، ۱۸۶۹ء مین جب سرسید، سید حامد اور سید محمود اپنے دونون بیٹون کو لیکر انگلستان گئے تو اُنکی ملاقات جان ڈیون پورٹ صاحب سے ہوئی، یہ نہین معلوم کہ وہ سرسید سے ملنے سے پہلے اپنی کتاب لکھ چکے تھے، یا ملنے کے بعد اُنھون نے لکھی، بہرحال یہ کتاب لکھی گئی، لیکن وہان کوئی صاحب مطبع اُسکے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا، اور نہ خود مصنف مین اُسکے چھپوانے کی استطاعت تھی، سرسید کو جب اس کتاب کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنی طرف سے اُسکو چھپوا کر انگلستان مین شائع کیا، اور اسکی سو جلدین ہندوستان بھیجین، اور اسی زمانہ مین اُسکے دونون ترجمے شائع ہوئے،

اسوۂ صحابہ

ازمولٰنا عبد السلام ندوی

باب التقریظ والانتقاد

سلسلۂ منتخبات نظم اردو

عربی شاعری کا بہترین انتخاب حماسہ ہے، اسکا جامع ابوتمام خود ایک بلند پایہ شاعر تھا لیکن "حماسہ" کے مشہور شارح تبریزی نے اپنی شرح کے دیباچہ مین لوگون کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ "ابوتمام اپنے کلام سے زیادہ اپنے انتخاب مین بڑا شاعر نظر آتا ہے"، اسمین شبہہ نہین کہ سخن فہمی کا مرتبہ سخن وری سے کسی طرح کم نہین، استاذ مرحوم (علامہ شبلی) نے "شعر العجم" اور "موازنہ انیس و دبیر" لکھکر ایران و ہندوستان کی شاعری پر جو احسان کیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا درجہ خود انکی اردو، فارسی شاعری سے کم ہے، لیکن یہ جامعیت بہت کم لوگون کے حصہ مین آتی ہے۔

اردو مین جس کثرت سے لوگ شاعر بننے کی کوشش کر رہے ہین، ان مین سے فیصدی اگر ایک شخص بھی سخن سنجی کا صحیح مذاق اپنے اندر پیدا کر سکتا، تو اسکا وجود زبان وادب کیلئے یقیناً ان اشخاص سے کہین بڑھکر مفید ہوتا، جو محض ناموزون و تقفی کلام کے مجلدات مین اضافہ کرتے رہتے ہین، گو اردو شاعری بعض اصناف سخن کے لحاظ سے ابھی بہت ہی کم مایہ، بلکہ یکسر تہی دامن ہے، تاہم قدیم و جدید اساتذہ کے یہان ایسے جواہر ریزون کی کمی نہین جنکو اگر خس و خاشاک سے پاک کرکے یکجا کر دیا جائے، تو ہماری شاعری محض گل و بلبل اور خط و خال کی داستان یا صنائع و بدائع اور ضلع جگت کی طبع آزمائی نہین کہی جا سکتی۔

اس ضرورت کا احساس اگرچہ ادب لطیف ہی کے شیدائیون کو ہونا چاہیئے تھا لیکن

ان کا ذوق لطافت پسندی شاید اپنے ذوق کی خدمت مین بھی کسی تلاش و کاوش کا متحمل ہنین، اسلئے اِنکے فرض کا بار بھی ایک کاوش طلب علم ہی کے خدمتگذار نے اُٹھایا ہے، پروفیسر محمد الیاس برنی (جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) نے اپنے مخصوص فن معاشیات (اکنامکس) مین اردو زبان کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے اور دے رہے ہین، اسکی اہمیت ارباب نظر سے مخفی ہنین، لیکن کبھی کبھی اس خشک مشغلہ سے گھبرا کر انکی زبان قلم تری ڈھونڈھنے لگتی ہے، جسکی ایک قسط (اسرار حق) کا پچھلے سال انہی صفحات (معارف - جولائی ۲۱ئ) مین ذکر آچکا ہے، منتخبات نظم اردو کا سلسلہ بھی پروفیسر موصوف ہی کے قلم کا تحفہ ہے،

یون تو اردو شاعری کے کچھ نہ کچھ انتخابات پہلے سے بھی موجود ہین، لیکن یہ زیادہ تر یا تو صرف کسی ایک شاعر سے تعلق رکھتے ہین، یا کسی ایک مضمون پر چند شعراء کے کلام کا مجموعہ ہین، سلسلہ منتخبات نظم اردو" مین شعرا اور مضامین شاعری دونون لحاظ سے استقصا اور جامعیت کا اہتمام کیا گیا ہے، قدیم وجدید، گذشتہ وموجودہ تمام اساتذۂ سخن ولی ومیر، غالب وانیس سے لیکر اقبال وحسرت تک ایک ہی مرقع مین جلوہ گر ہین۔

مضامین شاعری کے لحاظ سے اس سلسلہ کو تین موٹے عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے، (۱) جذبات فطرت، (۲) معارف ملت (۳) اور مناظر قدرت۔ جنمین سے ہر ایک عنوان الگ الگ ایک مستقل کتاب کی صورت مین شایع ہوا ہے، یعنی پورا سلسلہ تین حصون پر مشتمل ہے، ابتک اس سلسلہ کے تین سٹ (جلد) نکل چکے ہین، پہلا غالباً ۱۹ئ مین نکلا تھا، جسکا ذکر فروری ۲۰ئ کے معارف مین بذیل "مطبوعات جدیدہ" آچکا ہے، اسکے بعد جلد دوم کے تینون حصے نکلے، مقبولیت نے مولف کی ہمت بڑہائی، اور اسوقت جلد سوم ہمارے سامنے ہے، دیباچہ مین مولف نے اس سلسلہ کو ابھی اور جاری رکھنے کی امید دلائی ہے،

ہر حصہ بجائے خود جس صنف کلام کو محیط ہے، اسکا اندازہ فہرست مضامین سے ہوگا جسکے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں[1]:-

جذبات فطرت: یاد رفتگان، نیرنگی عالم، وداع بلبل، پرندے کی فریاد، پھول کی فریاد، سیل زندگی، دم واپسین، جنازۂ پسر، نوحۂ برادر، بن ماں کی بچی، قبر، ابتداے الفت، دل سے دو دو باتیں، سیتاجی کی منت وزاری، حب وطن، ترانۂ ہند، نوحۂ دہلی، نیا شوالہ، شب وشاعر، نگاہ الفت، موسیقی، یاد ایام، انقلاب، عبرت، کاسۂ سر، طالبعلم کی امید، روز عید، ہجو اکول (لبیار خور)

معارفِ ملت: معرفت، حمد، مناجات، شوق مدینہ، نام کے شائخ، قحط علماء، قحط اہل اللہ، کوشش، راہ ترقی، استقلال، پیام عمل، صلاے عوام، رہبران قوم، احرار قوم، کانفرنس، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی، وقت ملازمت، علم کی قوت، برق کلیسا، اگلے شرفا، نئے جنٹلمین، پردہ، ممبری کونسل، مقصد زندگی، قدر فرصت، محنت، ایک وقت میں ایک کام، آداب محفل، رموز وحدت، نزول وحی، طلسم حقیقت، حقیقت عالم، ترانۂ حیات، شاہ اسلام، سپاسنامۂ اردو، وصف سخاوت، مذمت تکبر، جہل مرکب، مہذب بیوی، عاشق رسول،

مناظرِ قدرت: ظہور صبح، پل پر شام تنہائی، چاندنی اور تالاب، سمندر کی رات، پچھلی رات، برسات، جھولا، شہر کی برسات، گرمی کا موسم، دہرہ دون کی سیر، صبح بنارس، دہان کے کھیت، آندھی، جاڑے کی بارش، گلاب کا پھول، آموں کی بہار، جونپوری خربزہ، احباب، سکون، مقبرۂ نورجہاں، مرغابی، تتلیاں، جگنو، ایک حسین لڑکی، عروس، ماما، نوشہ کا حمام، شیو شنکرجی کی برات، دلہن کی رخصت، میلے کی سیر، مراجعت وطن، تاج محل،

[1] یہ اقتباسات زیادہ تر جلد دوم وسوم سے ماخوذ ہیں، فہرست کا ہر حصہ کم وبیش سو عنوانات پر مشتمل ہے -

ریل گاڑی، پن چکی، دوشیزہ، تصویر غازی انور پاشا، چھیلا، پیری، پتنگ بازی، مرغ بازی، دیوالی، ہولی، سوانگ، بوڑھا بوالہوس، قدیم سواری، چور چکار،

کیا اس مجموعہ کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی اردو شاعری کے دامن پر یہ داغ رہجاتا ہی کہ وہ محض وصل و ہجر کی حکایات کا طومار ہے، اسمین کلام نہین کہ مذکورہ بالا مضامین مین قدیم اساتذہ کا حصہ کم ہے، لیکن یہ وقت کی بات تھی جس سے نفس اردو کی لسانی صلاحیت پر کوئی حرف نہین آتا، "اردو کی زمین ہر رنگ و بو کے پھول کھلا سکتی تھی، صرف موسم کے آنے اور ہوا کے بدلنے کا انتظار تھا، کہ چمن کی ہر روش گلزار ہوگئی۔ پھر بھی تمکو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ بکری، بلّی، بلاؤ، چھیلا، ہولی، شادی کی دھوم، بارش اور شکار وغیرہ پر خالص وصف نگاری کی نظمین میر تک کے ہان موجود ہین،

مؤلف نے یہ بالکل سچ لکھا ہے کہ،

" ایسے وسیع انتخابات مین سب نظمون کا ہم پلّہ ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب بعض نظمین جو ادبی لحاظ سے شاید ادنی خیال کیجائین، اسلئے خاص طور پر قابل قدر ہین کہ وہ پہلے پہل نئے نئے مضامین کے خاکے ہین۔۔۔۔۔ اگر کچھ نظمین بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہون تو امید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائین گے، (دیباچہ صفحہ ۶-۷)

باین ہمہ ان انتخابات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی صاحب انتخاب کی کاوش و سخن سنجی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، البتہ ترتیب کے متعلق چند باتین محتاج توجہ ہین،

(۱) چونکہ ہر قسم کے مضامین شعری کو تین عنوانات کی تحت مین لانے کی کوشش کیگئی ہے اسلئے قدرۃً بعض مضامین عنوان کتاب کے ساتھ سیل نہین کھاتے، مثلاً دلی دربار، چوہر گردی، میدان جنگ، تلوار، تاج محل، ریل گاڑی، تصویر غازی انور پاشا وغیرہ کے مضامین جو

وصف نگاری سے تعلق رکھتے ہین، انکو مناظرِ قدرت کی تحت مین داخل کرنا نہایت ہی ناموزون معلوم ہوتا ہے، اسی طرح "شہزادہ کے گم ہونے پر ماتم" کی صحیح جگہ "مناظر قدرت کے بجاے جذبات فطرت مین تھی، دوشیزہ، چیونٹی، جگنو، ہاتھی، وغیرہ کو بھی مناظر قدرت (نیچرل سینری) کہنا برا معلوم ہوتا ہے، اس حصہ کا نام "کائنات قدرت" (یعنی نیچر) زیادہ مناسب ہوتا، وسعت بھی پیدا ہوجاتی،

جذبات فطرت اور معارف ملت مین بھی اس قسم کی بعض ناہمواریان موجود ہین، آخرالذکر عنوان اخلاقی، قومی شاعری کے ساتھ فلسفہ وتصوف کے اسرار وحکم کو بھی محیط ہی، لیکن ان سب کو ایک ہی رشتہ مین گوندھنے کے لئے معارف ملت سے بہتر کوئی عنوان نظر نہین آتا،

(۲) ایک ہی مضمون کا کلام، جو بعض صورتون مین ایک ہی شاعر کا بھی ہے، شلاً "برسات" کی نظمین تم کو تینون جلدون کے حصہ "مناظر قدرت" مین ملین گی، "نمود صبح" اور "ظہور صبح" ایک مضمون اور ایک ہی شاعر (انیس) کی دو مختلف نظمین، دو مختلف حصون مین درج ہین، اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جب ایک جلد کا ذخیرہ جمع ہوجاتا ہے، تو وہ شائع کردیا جاتا ہے، پھر اگر اسی مضمون یا اسی شاعر کا کلام کچھ اور دستیاب ہوتا ہے تو آیندہ جلد کے حصہ مین آتا ہے۔ گو اس سے ترتیب مین ذرا پراگندگی محسوس ہوتی ہے، تاہم ہر جلد تقریباً ہر قسم کی نظمون پر مشتمل ہونے سے مختلف الالوان دسترخوان کا لطف ضرور رکھتی ہے،

(۳) ہر حصہ مین اگرچہ بجاے خود اس حسن ترتیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک صنف کے مضامین ایک ہی سلسلہ مین درج ہون مگر کہین کہین اسمین بھی خلل نظر آتا ہے، شلاً "مدینہ کی جوگن"، "شوق مدینہ" اور "امداد نبی" "شفاعت نبی" کے بیچ مین "سفر آخرت" کی نظم، یا "ہولی" اور "دیوالی" کے بیچ مین "صراف" کی نظم آجاتی ہے،

حسن ترتیب کے ساتھ حسن انتخاب کا حق بھی ابھی مزید توجہ چاہتا ہے، مثلاً محروم کی اس "ابتدائے الفت" ("جذبات فطرت" جلد دوم) کے ساتھ کہ،

ہم انہیں دیکھا کئے اور وہ ہمیں دیکھا کئے ۔ ہائے وہ پہلی نگاہیں اجنبیت کے مزے

آنکھیں قدرتاً حسرت کے اس آغاز الفت کو ڈھونڈھتی ہیں کہ

یاد ہیں سارے وہ عیش بافراغت کے مزے ۔ دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے

حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے ۔ اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے

اس غزل کا ہر شعر پُر کیف ہے۔

اسی طرح میر کی اس "حقیقت عالم" (معارف ملت جلد سوم) کے پہلو میں کہ

کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا ۔ خواب کا سا ہے یاں کا بھی عالم

ہستی اپنی حباب کی سی ہے ۔ یہ نمائش سراب کی سی ہے

جبتک غالب کے حقیقت نگار قلم کے یہ نقوش سامنے نہوں مرقع قطعاً ناقص رہیگا۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد ۔ عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہاں کھائیو مت فریب ہستی ۔ ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود ۔ ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

مولف کے اہتمام جامعیت سے امید ہے کہ آیندہ جلد میں تصویر کے باقی خط و خال بھی نمایاں ہو جائیں گے۔

جلد سوم میں ایک دلچسپ جدت کیگئی ہے، یعنی ایک ہی مضمون پر ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار چن کر یکجا کئے ہیں، مثلاً "شکایت الفت" "کیفیت عشق" "قاصد" وغیرہ عنوانات کے تحت میں میر کے بہت سے ہم مضمون اشعار ایک ہی سلک میں منسلک ہیں۔

لیکن ان چیزون مین ابھی بہت زیادہ اضافہ کی گنجائش ہے۔

بعض عنوانات کے نحوی سامحات بھی آیندہ اڈیشن مین ترمیم طلب ہین، مثلاً "دوپہر سرا" "سہ پہر سرا" "کارنامۂ بلاؤ" "ممبری کونسل" وغیرہ کی اضافت۔

ان خفیف جزئی فروگذاشتون کے باوجود "سلسلۂ منتخبات نظم اردو" اردو شاعری کا "سلسلۃ الذہب" ہے، اور بلاپس وپیش کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر وجامع تر کوئی انتخاب موجود نہین،

لکھائی چھپائی اور جلدبندی کا اہتمام بغایت دیدہ زیب ہے، ہر حصہ جسکی ضخامت ڈیڑہ سو صفحے سے زیادہ نہین ہے، ۲۰ × ۳۰ کی چھوٹی تقطیع کا ایک نہایت ہی خولصورت مجلد ہے تینون سٹ جنکو چھوٹی چھوٹی نوکتابون کا ایک مختصر کتبخانہ کہنا چاہیئے، تحائف وانعامات کے لئے خاص طور پر موزون ہین،

ہر حصہ کی قیمت عہ ہے، اور ملنے کا پتہ،

(۱) "محمد مقتدی خان شروانی علی گڈھ"

(۲) "محمد الیاس برنی، جام باغ، حیدرآباد (دکن)"

(۳) "شیخ مبارک علی، لہاری دروازہ، لاہور"،

مطبوعات جدیدہ

۱

تفسیر سورۂ فاتحہ، سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب ہے، یعنی وہ قرآن مجید کی اصل اور قرآن مجید کے تمام حقائق و اسرار کو جامع اور محیط ہے، اس بنا پر علما نے خاص سورۂ فاتحہ کی تفسیر اس نہج پر لکھی ہے کہ تمام قرآن مجید کی روح اور عطر اس ایک سورہ کے اندر آجائے اردو مین ابتک اس سورۂ مبارکہ کی ایسی کوئی تفسیر نہین لکھی گئی تھی، جناب مولوی محی الدین احمد صاحب بی، اے قصوری، سابق مدیر اقدام (کلکتہ) و ناظم جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام (پونہ) نے جو مدت تک مولانا ابو الکلام صاحب کے درس قرآن مین شریک رہ چکے ہین، اس سورہ کی اردو مین ایک مبسوط و مفصل تفسیر لکھکر شایع کی ہے، طرز بیان موثر، طریقہ ادا سہل و آسان، اور قرآن مجید ہی کی آیتون کی مدد سے مطالب کی تشریح کی ہے، جا بجا حالات موجودہ کی طرف بھی اسمین اشارات پائے جاتے ہین، قومون کے انحطاط اور جماعتون کے فساد اخلاق کے اصول و قوانین اور قرآن مجید سے ان کے طرق علاج و تدبیر کی تفصیل کی ہے، مسلمانون کے لئے اسکا مطالعہ نہایت مفید ہوگا

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع چھوٹی، خط باریک، صفحات ۳۰۸، قیمت عہ/ پتہ: الہلال بک ایجنسی، شیرانوالہ دروازہ، لاہور،

کلیات شیفتہ وحسرتی، نواب عظیم الدولہ محمد مصطفےٰ خان المتخلص بہ شیفتہ وحسرتی، دلی کی اس آخری بزم کے رکن تھے جو ۵۷ء کے غدر کے بعد بھی شاہجہان کے دار السلطنت مین قائم تھی، شیفتہ کا اُردو اور فارسی کلام اساتذہ کے رنگ کا ہے، نواب حاجی محمد اسحاق خانصاحب مرحوم خلف الصدق نواب شیفتہ مرحوم نے شیفتہ کے اُردو اور فارسی کلام کے مجموعہ کو یکجا کر کے

طبع کرایا تھا، اکثر غزلین، غالب و مومن کی غزلون کی ہمطرح ہین، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ،
شروع مین ایک مقدمہ ہے جمین شاعر کے حالات و واقعات درج ہین، قیمت عمار پتہ:
مصطفےٰ اکیسل، ہبرٹہ،

حزن اختر، دائرۂ ادبیہ لکھنؤ تعریف کا مستحق ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ادبی و علمی رسائل کا
سلسلہ وقتاً فوقتاً شایع کرتا رہتا ہے، طبع و اشاعت مین لطافت اور حسن سلیقہ بھی ہمیشہ ملحوظ
رکھتا ہے، آجکل قید و بند کا دور ہے، شاید اسی مناسبت سے ملک اودھ کے آخری اسیر
فرمانروا واجد علی شاہ اختر نے اپنی قید کے حالات مین اردو مین جو مثنوی لکھی تھی، دائرہ ادبیہ نے اسکو
چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے، جلد اور جلد پر کتاب کا سنہرا نام سلیقہ مندی کو ظاہر کرتا ہے، مظلوم
قیدی کا بیان خود مظلوم قیدی کی زبان سے جسقدر موثر ہو سکتا ہے، اسی قدر یہ مثنوی حسرت انگیز ہی،
آغاز مین مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کا ایک دیباچہ ہے، مولوی صاحب کی ابتدائی زندگی مٹیا برج مین
گذری ہے اسلئے ان کے قلم سے اس داستان کی تقریب و تمہید نہایت دلچسپ ہے صفحات
۱۵۰ قیمت غیر مجلد ۸؍ مجلد مطلا عہ پتہ دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

اسلام کا اثر یورپ پر، معارف مین اس عنوان سے قاضی احمد میان اختر جونا گڑھی کا
ایک بسوط مضمون شایع ہوا تھا جمین خود مورخین یورپ کے بیانات سے اسلام کے ان اثرات کو
دکھایا گیا تھا جو یورپ کے تمدن پر پڑے ہین، "دائرۂ ادبیہ" نے اس مضمون کو اپنے سلسلہ مین داخل کر کے
ایک مستقل رسالہ مین شایع کردیا ہی، رسالہ پر معلومات ہی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۶۶ صفحات، جلد خوبصورت،
لکھائی چھپائی اچھی، قیمت غیر مجلد ۴؍ مجلد مطلا ۱۲؍ پتہ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

دائرہ کو یہ مشورہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ وہ اپنے سلسلہ کے تمام مطبوعات کو ایک ہی تقطیع پر
شایع کرے تاکہ یکسانی و ہم قامتی اسکے پورے سلسلہ کے حسن و لطف کو دوبالا کردے،